بیت الحمد تک

عبد اللہ کے ساتھ میرا سفر

اللہ نے چاہا تو بیت الحمد میں ضرور ہماری ملاقات ہو گی

تالیف

ڈاکٹر عبدالمحسن عبد اللہ الجار اللہ الخرافی

ترجمہ

عبید اللہ مظفر الحسن

اردو

بیت الحمد تک

عبداللہ کے ساتھ میرا سفر

اللہ نے چاہا تو بیت الحمد میں ضرور ہماری ملاقات ہوگی

تالیف

ڈاکٹر عبدالمحسن عبداللہ الجاراللہ الخرافی

ترجمہ

عبیداللہ مظفرالحسن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عبداللہ اے میرے دل کے ٹکڑے!

یہ کتاب وہ تجربات ہیں جو ہمیں خود حاصل ہوئے ہیں، تمہارے والد کی یہ خواہش ہے کہ وہ ان کو مرتب کریں تاکہ آنسو کے ساتھ نصیحت کا سامان بھی ہو جائے.

اگر تاریخ اس چیز کا نام ہے جو لکھی جائے یا وہ قصے ہیں جو بیان کئے جائیں تو اے میرے دل کے ٹکڑے تو میرے لئے تاریخ نہیں ہے، بلکہ تو میرے دل میں اس وقت تک زندہ رہے گا جب تک میں زندہ رہوں.

تمہاری والدہ

سفر کی منزلیں (فہرست مضامین)

ہدیہ پر خلوص

میرے بیٹے عبداللہ کی روح جو اللہ کے حکم، اس کے فضل اور اس کے وعدے کے مطابق بیت الحمد کیلئے مجھ سے پہلے روانہ ہو گئی

اور بیت الحمد کے سفر میں میری شریک، عبداللہ کی چہیتی ماں

عبداللہ اور اس کے والدین سے شفقت کا برتاؤ کرنے والی اس کی دونوں بہن

اس کی جدائی کا غم اٹھانے والے اس کے تمام اہل و عیال اور رشتے دار

اس کے وفادار دوست جن کی محبت عبداللہ کی موت کے بعد بھی باقی رہی

اس کے چاہنے والے جنہوں نے علاج کے دوران اس کیلئے شفا کی دعا کی اور اس کی وفات کے بعد اس کیلئے رحمت و مغفرت کی

تمام کی خدمت میں اس کتاب کو میں بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں

مؤلف کتاب

اللہ کی تعریف اور دعا

تمام تعریف اس اللہ کیلئے ہے جو سارے جہانوں کا پالنہار ہے

ہر حال میں اللہ کی تعریف ہے

تمام تعریف کا حقدار صرف وہی اللہ ہے جو تکلیف پر بھی تعریف کا سزاوار ہے

وہی عطا بھی کرتا ہے اور چھین بھی لیتا ہے... اس کے فیصلے کو کوئی رد نہیں کر سکتا

اسی نے زندگی عطا کی... اور اسی نے موت کا بھی فیصلہ کیا... اور اسی نے اپنے بندوں میں جس کو چاہا شہادت کی موت کیلئے چن لیا.

اسی کا فیصلہ ہے کہ نوجوانوں کو موت دے اور ان کے والدین کو بعد از وفات ان کی دعا سے محروم رکھے، لیکن نتیجے میں اس سے بہتر بدلہ اللہ نے والدین کو عطا کیا ہے، اور ان والدین سے بیت الحمد کا وعدہ کیا ہے جو اپنی اولاد کی وفات پر صبر کرتے ہیں، اس کی تعریف بیان کرتے ہیں اور (إِنَّا لِلهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ) پڑھتے ہیں.

اے اللہ تو تیرے بندے عبداللہ پر رحمتوں کی بارش نازل فرما، اسے اپنے پاس تیری وسیع جنت میں جگہ نصیب فرما، اس کے حق میں ان شہداء کا اجر لکھ دے جس کی خبر تیرے پیارے حبیب محمد مصطفی ﷺ نے دی ہے، اس کی قبر کو نور سے بھر دے اور اسے جنت کا ایک باغ بنا دے.

اے اللہ تو ہمیں تیرے نیک اور صبر کرنے والے بندوں میں شامل کر دے، ہماری عمر اور ہمارے اعمال میں برکت نصیب فرما، ہمیں اپنے والدین، دوست واحباب، اور شہداء وصالحین کے

ساتھ جنت کے اعلی مقام میں جگہ نصیب فرما،اور ہمارے اور ہماری ذریت کے دلوں کو تیری اطاعت کاخو گر بنادے تاکہ دونوں جہاں میں ہم سرخرو ہو سکیں.

انسانیت کے امیر کا شکر و احسان

بیت الحمد کے اس سفر میں کویت کے حاکم اور انسانیت کے امیر الشیخ صباح الأحمد جابر الصباح نے ہمارے دل پر اپنا ایک اچھا نقش چھوڑا ہے. آپ اپنی رعایا پر مہربان اور نہایت ہی نرم مزاج شخصیت کے حامل انسان ہیں، جب سے عبداللہ بیمار ہوا اسی وقت سے آپ بلا تکلف اور نہایت ہی ہمدردی کے ساتھ اس کی طبیعت دریافت کیا کرتے تھے، آپ جانتے تھے کہ عبداللہ اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا اور اپنی دونوں بہنوں کا اکلوتا بھائی ہے جو کہ مختصر عرصہ قبل ہی یونیورسٹی سے فارغ ہوا ہے، لیکن اللہ کا فیصلہ ہی غالب ہونا ہے.

اور جب عبداللہ کی وفات ہوئی تو آپ اس کی تدفین کی برابر خبر لیتے رہے تاکہ جلد سے جلد تعزیت کی محفل میں حاضر ہوں، اور جب معلوم ہوا کہ بروز چہار شنبہ (1/10/2014) عصر کے بعد اس کی تدفین مکمل ہو چکی ہے آپ دوسرے ہی دن جمعرات کو (2/10/2014) اپنی تمام تر مصروفیات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے صبح سویرے بغیر کسی پروٹوکول اور حفاظتی دستہ صرف اپنے ڈرائیور کو ساتھ لئے حاضر ہو گئے، اور تعزیت کی اس محفل میں بڑے اطمینان سے بیٹھے رہے، میں نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور عبداللہ کے علاج کی کیفیت سے آپ کو آگاہ کیا، آپ نے تمام باتوں کو بڑے ہی غور سے سنا، میں نے آپ سے یہ بھی کہا کہ مجھے اب اس غم کا احساس ہو رہا ہے جس غم کا احساس آپ کو اپنی بیٹی (سلوی) کی وفات پر ہوا تھا، اس کا بھی انتقال اسی خطرناک مرض سے ہوا تھا، لیکن وہ جسم کے دوسرے حصے میں تھا، ہر حال میں اللہ کا شکر ہے.

تعزیت کی اس محفل میں کچھ عرصہ گزارنے کے بعد جب آپ نے جانے کا ارادہ کیا تو میں اٹھا، تاکہ آپ کو آپ کی کار تک چھوڑ آؤں، یہ دیکھ کر آپ اپنی جگہ ٹھہر گئے اور قسم کھا کر مجھ سے کہا کہ میں اپنی جگہ رکا رہوں، میں نے بھی بلا سوچے سمجھے قسم کھائی اور کہا کہ میں آپ کو کار تک چھوڑ

آؤں گا،اس پر آپ نے باصرار کہا کہ میں اپنی جگہ رکا رہوں،اس پر میں نے مذاق کرتے ہوئے آپ سے کہا: (یعنی میں قسم کے کفارہ میں تین دن روزہ رکھوں)اس پر آپ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: تو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تین دن روزہ رکھوں!.

یہ سن کر سب ہنسنے لگے، لہذا گھر والوں میں سے مجھ سے عمر اور مقام میں بڑی شخصیت نے آپ کو آپ کی کار تک جا کر رخصت کیا.

حاکم اور رعایا کا یہ تعلق کویت والوں کیلئے رشک اور خوشی کا باعث ہے،جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے یہی دیکھا ہے کہ کویت کے حکمران اور ان کے گھر والوں کا کویت کی عام رعایا کے ساتھ اچھا تعلق رہا ہے،وہ ان کی خوشی اور غم دونوں میں شریک ہوتے ہیں.

اے انسانیت کے امیر آپ کا شکریہ.

یہ کتاب کیوں؟

سات اسباب کی وجہ سے:

1- اس لئے کہ اس میں مشقتوں کا ذکر ہے اور تجربے نقل کئے گئے ہیں، شاید کسی ضرورتمند کو فائدہ ہو جائے.

2- مرض، علاج اور وفات کے متعلق کسی کتاب میں یکجا اتنی معلومات نہیں ملتی ہیں.

3- اس لئے کہ اس میں غافل کو آگاہ کرنے، جاہل کو راستہ بتلانے اور عمل کرنے والے کو ہمت دلانے کا سامان موجود ہے.

4- اس کتاب میں اس موضوع پر ماضی اور دور حاضر دونوں کی جھلک موجود ہے.

5- اس کتاب میں ہر ضرورتمند کی رہنمائی کا سامان بہم کیا گیا ہے، اور اس میں نصیحت اور موعظت بھی ہے.

6- مفید معلومات، جدید فوائد اور اچھی حکمتوں کو اس میں جمع کیا گیا ہے.

7- بہت سارے لوگ ان حالات سے گزرے ہوں گے اور ان کے پاس اس موضوع پر مفید تجربے بھی ہوں گے، لیکن ان کی مجبوری یہ ہے کہ وہ دوسروں کے فائدے کیلئے اپنے تجربات کو بلا تکلف الفاظ کے ڈھانچے میں پیش کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے.

اس کتاب سے فائدہ اٹھانے والے

1- مریض، اس کے گھر والے اور اس کے ساتھ رہنے والے

2- بیماری کا علاج کرنے والے

3- اپنے بیٹوں اور چہیتوں کی وفات کا غم برداشت کرنے والے

4- علاج کیلئے کویت آنے والے یا کویت سے باہر جانے والے، خاص طور پر امریکہ کا رخ کرنے والے

5- وہ صحتمند حضرات جو اس مرض کے اور علاج کے متعلق جاننا چاہتے ہیں، اور وہ حضرات بھی جو بیٹوں اور پیاروں کی وفات کا غم اور اس کے احکام جاننا چاہتے ہیں.

ہم ان کو دعا کا حکم تو نہیں دیتے ہاں ان سے دعا کی امید ضرور ہے، اللہ ان کو جزائے خیر دے.

پیش لفظ

الحمدللہ یہ کتاب ہمارے ان مضامین پر مشتمل ہے جو عبداللہ کے متعلق ایک سال کے عرصے تک القبس نامی جریدے میں شائع ہوتے رہے، یہ اصل میں ہمارے ان تجربات کا مجموعہ ہے جن سے بیت الحمد کے مبارک سفر میں ہمارا گزر ہوا، بیت الحمد جنت میں وہ گھر ہے جسے اللہ رب العزت ان والدین کیلئے تیار کرتا ہے جو اپنی اولاد کی وفات پر صبر کرتے ہیں اور(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ)پڑھتے ہیں.

اس کتاب کی ترتیب میں ان اصولوں کا خیال نہیں رکھا گیا ہے جو عموما دوسری کتابوں میں رکھا جاتا ہے، کیونکہ یہ در حقیقت ہمارے خیالات اور احساسات کا مجموعہ ہے،اس کی ہر عبارت ہمارے دل کی ترجمان ہے اور ہر لفظ آنسو میں نہایا ہوا ہے،اور دل سے جو بات نکلتی ہے وہ ضرور اثر رکھتی ہے.

میں اپنے اس مبارک سفر کے آغاز میں یہ چاہتا ہوں کہ عبداللہ سے محبت کرنے والے تمام احباب کی خدمت میں اپنے دل کی کچھ بات عرض کروں.

میں اپنے ان تمام بھائیوں اور بہنوں کا شکر ادا کرتا ہوں جنہوں نے علاج کے دوران عبداللہ کیلئے شفایابی کی دعا کی،اور اس کی وفات کے بعد اس کیلئے رحمت اور مغفرت کی دعا کی،اور ہمیں مختلف طریقوں سے تسلی دینے کی کوشش کی،اللہ آپ کو اس کا بہترین بدلہ عنایت کرے،آپ کی اس سچی محبت سے ہمارے دلوں کو سکون نصیب ہوا اور ہمیں یہ یقین ہو گیا کہ کسی نہ کسی شکل میں اللہ ہمارے حق میں دعا ضرور قبول کرے گا،اللہ سے دعا ہے کہ وہ عبداللہ کے حق میں اس کو ذخیرہ آخرت بنادے اور اس کے گناہوں کو معاف فرمادے،میں آپ کو یہ بشارت سناتا چلوں کہ اللہ کے نبی ﷺ کی زبانی صحیح حدیث میں وارد شہداء کے اقسام پر قیاس کرتے ہوئے علمائے کرام نے فتوی دیا ہے کہ کینسر

کی بیماری میں مبتلا ہو کر وفات پانے والا بھی شہید ہوتا ہے، یہ اس امت پر ہونے والا اللہ کا کرم ہے کہ اس امت کے شہداء کی تعداد کثیر ہو گی جنہیں اپنے والدین اور رشتے داروں کے حق میں شفاعت کا حق حاصل ہو گا، اللہ سے دعا ہے کہ اللہ میرے بیٹے عبداللہ کو بھی یہ درجہ نصیب فرمائے اور ہمیں اس کی شفاعت کا حقدار بھی بنائے. مجھے تو ایسا لگ رہا ہے کہ میں ہمارے پیارے عبداللہ کی بدولت جنت میں حاصل ہونے والے گھر بیت الحمد کا مشاہدہ کر رہا ہوں، اور جنت کی وہ تمام نعمتیں جن کا ذکر قرآن وسنت میں آیا ہے وہ میری نگاہوں کے سامنے ہیں، بہر حال جنت کی نعمتیں ہمارے وہم وگمان سے بالا تر ہیں.

اسی طرح اللہ نے عبداللہ پر یہ انعام کیا کہ اس کی وفات ایسے مہینے میں لکھی جس مہینے میں حجاج کرام بیت اللہ کا حج کرتے ہیں، لہذا کئی حجاج کرام نے ہمیں اطلاع دیئے بغیر ہی عبداللہ کی جانب سے حج کیا، اور کئی احباب نے عبداللہ کو خواب میں دیکھا اور دیکھا کہ وہ بحمد اللہ اچھی حالت میں ہے، جس سے دل کو سکون واطمینان نصیب ہوا.

اللہ کے نبی ﷺ سے مروی حدیث کے مطابق دنیا میں لوگ گواہ ہوتے ہیں، لہذا میں آپ کو یہ خوشخبری بھی سنانا چاہتا ہوں کہ اللہ کے فضل وکرم سے عبداللہ کی نماز جنازہ اور تدفین میں اس قدر لوگ اکٹھا ہوئے تھے کہ قبرستان میں مغرب کی اذان کے بعد تک بھی تعزیت کا سلسلہ چلتا رہا، اور ایسا بہت کم ہی ہوتا ہے، حالانکہ بہت سارے لوگوں نے تدفین کے بعد فوراً اپنے گھروں کا رخ کیا کیونکہ وہ یا روزہ سے تھے یا اس خیال سے نکل گئے تھے کہ وہ دوسرے دن گھر پر تعزیت کے لئے حاضر ہوں گے، اور بہت سارے احباب وہ تھے جو اس تدفین میں حاضر نہیں ہو سکے تھے کیونکہ وہ حج کے سفر پر روانہ ہو چکے تھے، لہذا انہوں نے عبداللہ کی خاطر عرفہ کے میدان میں اپنے ہاتھ بلند کئے، اور اس سے بہتر کیا ہو گا کہ ایک بڑی جماعت نے سب سے مبارک مقام پر عبداللہ کیلئے دعا کی؟

اخیر میں دعا ہے کہ اللہ آپ سب کو سلامت رکھے اور ہمیں آپ سے یہ امید ہے کہ آپ ضرور اسے اپنی دعاؤں میں برابر یاد رکھیں گے.

والحمدللہ رب العالمین.

بیت الحمد کیا ہے[1]؟

یہ پیارا مفہوم میں نے اس پیاری حدیث سے لیا ہے جس کو پڑھ کر ہر اس شخص کے دل کو سکون ملتا ہے جس کا کوئی بچہ اس کی اپنی زندگی میں اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے اور وہ اس پر اللہ کی حمد بیان کرتا ہے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھتا ہے، اور رب سے ثواب کے حصول کی خاطر صبر کرتا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ رب اس کے اس فعل کو اتنا پسند کرتا ہے کہ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس گھر کا نام (بیت الحمد) رکھو، "یعنی تعریف کا گھر".

ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

" إِذَا مَاتَ وَلَدُ العَبْدِ قَالَ اللَّهُ لِمَلَائِكَتِهِ: قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِي، فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيَقُولُ: قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهِ، فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيَقُولُ: مَاذَا قَالَ عَبْدِي؟ فَيَقُولُونَ: حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ، فَيَقُولُ اللَّهُ: ابْنُوا لِعَبْدِي بَيْتًا فِي الجَنَّةِ، وَسَمُّوهُ بَيْتَ الحَمْدِ "

(جب کسی شخص کا بچہ[2] فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے: کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی؟ تو وہ کہتے ہیں : ہاں، پھر فرماتا ہے: کیا تم نے اس کے دل کے ٹکڑے کو لے لیا؟ وہ کہتے ہیں: ہاں، تو اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں:

---

[1] اس مضمون کا کچھ حصہ روزنامہ "القبس" میں بتاریخ (19/10/2014) شائع ہو چکا ہے.

[2] بچہ سے مراد اولاد ہے، خواہ مذکر ہو یا مؤنث. (یعنی بیٹا ہو یا بیٹی)

اس نے تیری حمد بیان کی اور "إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" پڑھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس کا نام "بیت الحمد" رکھو)[3].

یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ بچے کی موت پر اللہ کی حمد بیان کرنے اور صبر کرنے پر اس حدیث میں جس گھر کا تذکرہ آیا ہے اس کا نام (بیت الحمد) ہے، جس سے علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ بیماریوں اور مصائب پر کوئی ثواب نہیں ملتا ہے کیونکہ یہ اختیاری افعال نہیں ہیں بلکہ صبر کرنے پر یہ اجر ملتا ہے، یہی ابن عبد السلام اور ابن قیم کی رائے ہے، وہ کہتے ہیں: اللہ کی حمد بیان کرنے اور إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُونَ کہنے کی وجہ سے ایک بندہ جنت میں بیت الحمد کا مستحق ہوتا ہے نہ کہ مصیبت پر صبر کرنے سے، بلکہ مصیبت پر صبر کرنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں، جبکہ علامہ مناوی اپنی کتاب فیض القدیر میں لکھتے ہیں کہ صحیح قول اس کے برعکس ہے[4].

یہ معلوم ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے اپنے نیک بندوں سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو اپنی جانب سے جنت میں بہترین ٹھکانا نصیب کرے گا، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ۚ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾[5] (ان مومن مردوں اور عورتوں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں ایسے باغ دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے ان سدا

---

[3] جامع ترمذی، حدیث نمبر (1021)، مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر (19725)، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر (2948)، سنن بیہقی، حدیث نمبر (7146)، شرح السنۃ از بغوی، حدیث نمبر (1550)، الترغیب والترہیب از منذری، حدیث نمبر (3065)، الجامع الکبیر از سیوطی، حدیث نمبر (2808)، موارد الظمآن از ہیثمی، حدیث نمبر (726)، امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے، علامہ البانی نے اس کو حسن قرار دیا ہے، اور اپنی کتاب (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: 398/3) میں حدیث نمبر (1408) کے تحت اس کو ذکر کیا ہے، اور اس پر آپ نے یہ حکم ثبت کیا ہے: (یہ حدیث اپنے تمام طرق کے ساتھ کم از کم حسن کے درجے کو پہونچتی ہے).

[4] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: (440/1)، طبع: المکتبۃ التجاریہ الکبری، پہلا ایڈیشن: 1356ھ.

[5] سورۃ التوبہ: آیت/72.

بہار باغوں میں ان کے لیے پاکیزہ قیام گاہیں ہوں گی، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ کی خوشنودی انہیں حاصل ہو گی یہی بڑی کامیابی ہے).

جنتیوں کی قیام گاہوں کا جب ذکر آتا ہے تو عام طور پر ان تین الفاظ میں سے کسی ایک لفظ کے ساتھ آتا ہے: ''قصور'' یا''بیوت''(یعنی محلات یاگھر)،''خیام''(یعنی خیمے)،اور تیسرا لفظ ہے ''غرف''(یعنی بالاخانے).

محلات کاذکر کئی احادیث میں یاتو محل کے لفظ کے ساتھ آیاہے یاگھر کے لفظ کے ساتھ، جیسا کہ اللہ کے نبیﷺ کا یہ فرمان ہے:" مَنْ قَرَأَ: قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ[6] حَتَّى يَخْتِمَهَا عَشْرَ مَرَّاتٍ، بَنَى اللهُ لَهُ قَصْرًا فِي الْجَنَّةِ ".(ترجمہ: جو دس مرتبہ مکمل سورۃالاخلاص پڑھے گااللہ اس کے لئے جنت میں ایک محل تعمیر کرے گا)[7]. شیخ البانی نے اس کو (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ:136/2)میں(589)نمبر کے تحت ذکر کرتے ہوئے اسے حسن قرار دیاہے.

اور رہا خیموں کا ذکر تو قرآن مجید کی اس آیت میں آیا ہے: ﴿حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ﴾[8](وہ حوریں ہیں جو خیموں میں مستور ہیں).

البتہ جنت کے بالاخانوں کاتذکرہ کئی آیات میں آیاہے،مثال کے طور پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّن فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾[9] (ہاں وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لئے بالاخانے ہیں جن کے اوپر بھی بنے بنائے بالاخانے

---

[6] یہ سورۃالاخلاص کی پہلی آیت ہے.

[7] مسند احمد، حدیث نمبر(15610).

[8] سورۃالرحمٰن: آیت/72.

[9] سورۃالزمر: آیت/20.

ہیں،اور ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں)، نیز ارشاد باری ہے: ﴿ إِلَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ جَزَاءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ ﴾[10] (ہاں جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان کیلئے ان کے اعمال کا دوہرا اجر ہے،اور وہ نڈر و بے خوف ہو کر بالا خانوں میں رہیں گے).

جہاں کہیں قرآن مجید میں بالا خانوں کا ذکر آتا ہے اس سے محل مراد ہوتا ہے، جیسا کہ امام نووی نے امام خطابی وغیرہ کے حوالے سے اس کی جانب اشارہ کیا ہے[11].

ہو سکتا ہے بعض لوگ یہ سمجھیں کہ جس طرح دنیا کے گھر، خیمے، بالا خانے اور محلات ہیں اسی طرز کے جنت میں بھی ہوں گے،ان کیلئے ہم یہ عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ دنیا کی جن نعمتوں کا تذکرہ اور جن نعمتوں کے نام ذکر کئے گئے ہیں وہ صرف تقریب اذہان کیلئے ہیں، ورنہ جنت کی نعمتوں کا اندازہ ہم نہیں لگا سکتے، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾[12](کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے، جو کچھ کرتے تھے یہ اس کا بدلہ ہے)، اوراسی طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قدسی میں آتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالی یہ کہتا ہے: " أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ " (میں نے جنت میں اپنے نیک بندوں کے لیے وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال گزرا ہے)[13].

---

[10] سورۃ سبا: آیت/37.

[11] شرح النووی علی مسلم: (200/15).

[12] سورۃ سجدۃ: آیت/17.

[13] صحیح بخاری، حدیث نمبر (3244)، صحیح مسلم، حدیث نمبر (2824).

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں: لَيْسَ فِي الجَنَّةِ شَيْءٌ مِمَّا فِي الدُّنْيَا إِلَّا الْأَسْمَاءُ. (سوائے نام کے جنت میں دنیا کی کوئی چیز نہیں ہے)[14].

اس کو مثال کے طور پر یوں سمجھیں کہ جب ہم اللہ رب العزت کے اس فرمان: ﴿حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ﴾[15] (وہ حوریں ہیں جو خیموں میں مستور ہیں) کو پڑھتے ہیں تو خیموں کی وہی تصویر ہمارے ذہنوں میں ابھرتی ہے جس کا ہم دنیا میں مشاہدہ کرتے ہیں جبکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بالکل مختلف شکل بیان کی ہے، ابو بکر بن عبداللہ بن قیس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ فِي الجَنَّةِ خَيْمَةً مِنْ لُؤْلُؤَةٍ مُجَوَّفَةٍ، عَرْضُهَا سِتُّونَ مِيلًا، فِي كُلِّ زَاوِيَةٍ مِنْهَا أَهْلٌ مَا يَرَوْنَ الآخَرِينَ، يَطُوفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُونَ. (جنت میں کھوکھلے موتی کا خیمہ ہوگا، اس کی چوڑائی ساٹھ میل ہو گی اور اس کے ہر کنارے پر مسلمان کی ایک بیوی ہو گی ایک کنارے والی دوسرے کنارے والی کو نہ دیکھ سکے گی، جن کے پاس مومن آئیں گے)[16].

---

[14] البعث والنشور از بیہقی، حدیث نمبر (332)، البانی نے اس کو اپنی کتاب (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: 219/5) میں صحیح قرار دیا ہے، حدیث نمبر (2188).

[15] سورۃ الرحمٰن: آیت/72.

[16] صحیح بخاری، حدیث نمبر (4879)، صحیح مسلم، حدیث نمبر (2838).

بیت الحمد میں جنتیوں کی محفلیں

کیا ہی مہربان ہے وہ رب جس نے ہمارے لئے پہلے ہی جنت کے اوصاف اور جنت میں بیت الحمد، محلات، بالاخانوں اور خیموں میں ہونے والی مجالس کا وصف بھی بیان کر دیا.

قارئین کرام میں آپ کے سامنے پہلے ان آیات کا ذکر کرتا ہوں جن میں اہل جنت کی ان مبارک محفلوں کا ذکر آیا ہے.

میں خاص طور پر ان اوصاف کا ذکر اس لئے کر رہا ہوں تاکہ جب ہم اللہ کے نبی ﷺ کے اس فرمان کو سنیں جس میں اپنے جگر کے ٹکڑوں کی وفات پر صبر کرنے والے کیلئے بیت الحمد کی بشارت آئی ہے تو ہمارا ذہن ان گھروں کی طرف نہ جائے جن کا ہم آئے دن مشاہدہ کرتے رہتے ہیں، صرف چند آیات کا یہاں ذکر کیا جائے گا:

فرمان باری تعالی ہے: ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴾[17](ان کے دلوں میں جو کچھ رنجش و کینہ تھا، ہم سب کچھ نکال دیں گے، وہ بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے).

نیز فرمان ہے: ﴿أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۚ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴾[18](ان کے لئے ہمیشگی والی جنتیں ہیں، ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہاں یہ سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز رنگ کے نرم و باریک اور موٹے ریشم کے لباس پہنیں

---

[17] سورۂ حجر: آیت/47.

[18] سورۃ کہف: آیت/31.

گے، وہاں تختوں کے اوپر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔ کیا خوب بدلہ ہے، اور کس قدر عمدہ آرام گاہ ہے).

فرمان باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ ۞ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَّكِئُونَ ﴾[19](آج جنتی لوگ مزے کرنے میں مشغول ہیں، وہ اور ان کی بیویاں گھنے سایوں میں ہیں مسندوں پر تکیے لگائے ہوئے).

نیز فرمان ہے: ﴿وَجَزَاهُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا ۞ مُّتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۖ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ۞ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ﴾[20](اور اُن کے صبر کے بدلے میں اُنہیں جنت اور ریشمی لباس عطا کریگا، وہاں وہ اونچی مسندوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہونگے نہ اُنہیں دھوپ کی گرمی ستائے گی نہ جاڑے کی سختی، جنت کی چھاؤں ان پر جھکی ہوئی سایہ کر رہی ہوگی، اور اُس کے پھل ہر وقت ان کے بس میں ہوں گے (کہ جس طرح چاہیں انہیں توڑ لیں)).

جب جنت کی ان محفلوں کے اوصاف کا ذکر آیا تو ہمیں ہماری دنیوی محفل یاد آگئی کہ جس طرح ہم یہاں پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل بیٹھ کر گفتگو کرتے ہیں ویسے ہی جنت میں بھی ہوگا، اور وہ بھی مسندوں پر ٹیک لگا کر، لیکن جنت کی محفلوں کا وہ عالم نہیں ہوگا جو دنیا کی محفلوں کا ہوتا ہے، وہاں بیٹھنے والے آپس میں شیر وشکر ہوں گے، ان کے دلوں میں کوئی رنجش اور خلش نہیں ہوگی، اور محفلوں میں کوئی بیہودہ اور فحش کلام نہیں ہوگا، اور ان کے درمیان نہ ہی قومیت کا مسئلہ ہوگا اور نہ ہی ملکیت کا، بلکہ وہاں پر وہ اللہ کا مقرب ہوگا جو متقی اور پرہیزگار ہوگا.

---

[19] سورۃ یٰس: آیات/55-56.

[20] سورۃ الدھر: آیات/12-14.

یہ تو دوست واحباب کی محفلوں کا عالم تھا، لیکن جب گھر والوں کی محفل کا ذکر ہوا تو فرمایا: (وہ اور ان کی بیویاں گھنے سایوں میں مسندوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے)[21].

الغرض جنت کی محفلوں کا یہ حسین ماحول ہوگا چاہے وہ محفلیں دوست واحباب کی ہوں یا اپنے گھر والوں کی، وہ ابدی نعمتوں میں ہوں گے نہ ہی ان کو وہاں دھوپ محسوس ہوگی اور نہ ہی کڑاکے کی ٹھنڈ، اور ان محفلوں پر اللہ کا احسان یہ ہوگا کہ میوے وہاں قریب ہی لٹکے ہوئے ہوں گے.

کیا ہی اچھا ہوگا ان محفلوں کا سماں!!

اے پروردگار ہمیں بھی ان محفلوں کی رونق بنادے جہاں قومیت کا جھگڑا ہوگا نہ ملکی اور لسانی تہذیب کا کوئی مسئلہ، بلکہ حقیقی بھائی چارگی کا ماحول ہوگا، اور جو جس قدر متقی اور پرہیزگار ہوگا وہ اسی قدر اللہ کا قریبی ہوگا.

جب ان نعمتوں کا تذکرہ ہوتا ہے تو دل میں تڑپ پیدا ہوتی ہے، اور اس کے حصول کی تمنا جاگ اٹھتی ہے، یہ ایسی نعمتیں ہیں کہ ان کی خاطر ہر مصیبت برداشت کی جاسکتی ہے، کیونکہ ان نعمتوں کے آگے ہر نعمت ہیچ ہے، اور ہم میں کون ہوگا جو ان نعمتوں کو حاصل کرنا نہیں چاہے گا؟ اور کون ہوگا جس کے دل میں اس کی تڑپ نہیں ہوگی؟ جبکہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ هَـٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ لِمِثْلِ هَـٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ﴾[22] (یقیناً یہی عظیم الشان کامیابی ہے، ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے).

انسان کیلئے جنت میں گھر کی کیا قدر وقیمت ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے جن دو جنتی عورتوں کا تذکرہ کیا ہے ان میں سے ایک کی تمنا یہ تھی کہ پروردگار اس

---

[21] سورۃ یٰس: آیت/56.

[22] سورۃ الصافات: آیات/60-61.

کیلئے جنت میں ایک گھر تعمیر کرے، اور یہ جنتی عورت فرعون کی بیوی تھی انہوں نے رب سے یہ دعا کی: ﴿وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِندَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِن فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾[23] (اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرمائی جبکہ اس نے دعا کی کہ اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں مکان بنا اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچا اور مجھے ظالم لوگوں سے بچالے).

اے میرے پروردگار اپنی اولاد اور جگر گوشوں کی وفات پر صبر کرنے اور ثواب کی امید رکھنے والے ہر شخص کیلئے تو جنت میں گھر تعمیر فرما.

---

[23] سورۃ تحریم: آیت/11.

اولاد کی وفات پر صبر کرنے والوں کا بدلہ

اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿﴾ وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ﴿﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿﴾ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿﴾ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾[24]

(اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعہ مدد چاہو، اللہ تعالی صبر والوں کا ساتھ دیتا ہے، اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں، انہیں مردہ نہ کہو، ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں، مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا، اور ہم ضرور تمہیں خوف وخطر، فاقہ کشی، جان ومال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کرکے تمہاری آزمائش کریں گے، اِن حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے، تو کہیں کہ: "ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے"، انہیں خوش خبری دے دو ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی، اُس کی رحمت اُن پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں).

اولاد کی وفات کا رنج بہت شدید ہوتا ہے، اس سے انسان کا دل صدمے کا شکار ہو جاتا ہے، اور وہ بھی اس وقت جبکہ اولاد کی جدائی ہمیشہ کیلئے ہو، لہذا ایسے حالات میں اگر کوئی مومن تقدیر پر ایمان رکھتے ہوئے صبر کا دامن تھامتا ہے، ثواب کی امید رکھتا ہے، اللہ کی حمد بیان کرتا ہے اور ''إِنَّا لِلهِ وَإِنَّا

---

[24] سورہ بقرہ: آیات/153-157.

إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ'' کہتا ہے تو اللہ رب العزت ایسے شخص کیلئے عظیم ثواب کی بشارت سناتا ہے، اور قیامت کے دن اچھے بدلے کا ان سے وعدہ کرتا ہے.

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

(جب کسی شخص کا بچہ [25] فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے: کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی؟ تو وہ کہتے ہیں: ہاں، پھر فرماتا ہے: کیا تم نے اس کے دل کے ٹکڑے کو لے لیا؟ وہ کہتے ہیں: ہاں، تو اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں: اس نے تیری حمد بیان کی اور ''إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ'' پڑھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس کا نام ''بیت الحمد'' رکھو)[26].

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

" يَقُولُ اللهُ تَعَالَى: مَا لِعَبْدِي الْمُؤْمِنِ عِنْدِي جَزَاءٌ، إِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهُ، إِلَّا الجَنَّةُ "

---

(25) بچہ سے مراد اولاد ہے، خواہ مذکر ہو یا مؤنث. (یعنی بیٹا ہو یا بیٹی)

(26) جامع ترمذی، حدیث نمبر (1021)، مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر (19725)، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر (2948)، سنن بیہقی، حدیث نمبر (7146)، شرح السنۃ از بغوی، حدیث نمبر (1550)، الترغیب والترہیب از منذری، حدیث نمبر (3065)، الجامع الکبیر از سیوطی، حدیث نمبر (2808)، موارد الظمآن از ہیثمی، حدیث نمبر (726)، امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے، علامہ البانی نے اس کو حسن قرار دیا ہے، اور اپنی کتاب (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: 398/3) میں حدیث نمبر (1408) کے تحت اس کو ذکر کیا ہے، اور اس پر آپ نے یہ حکم ثبت کیا ہے: (یہ حدیث اپنے تمام طرق کے ساتھ کم از کم حسن کے درجے کو پہونچتی ہے).

(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس مومن بندے کا جس کی، میں کوئی عزیز چیز دنیا سے اٹھا لوں اور وہ اس پر ثواب کی نیت سے صبر کر لے، تو اس کا بدلہ میرے یہاں جنت کے سوا اور کچھ نہیں)[27].

اس رب کی میں تعریف بیان کرتا ہوں جس نے کسی بھی چیز کو ازلی اور ابدی نہیں بنایا، بلکہ فنا ہونا ہر ایک کا مقدر بنایا، اور جو اس کے فیصلے کو برضا و رغبت قبول کر لیتا ہے اس کیلئے بہترین اجر اور بدلے کی نوید سنائی.

اولاد کی وفات پر صبر کرنے والوں کیلئے یہ چند خوشخبریاں ہیں:

- **پہلی خوشخبری: رب کی نوازش، رحمت اور ہدایت**

اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿﴾ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿﴾ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾[28] (اور ہم ضرور تمھیں خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے، اِن حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے، تو کہیں کہ: "ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے"، انہیں خوش خبری دے دو ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی، اُس کی رحمت اُن پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں).

- **دوسری خوشخبری: جہنم سے نجات**

---

[27] صحیح بخاری، حدیث نمبر (6424).

[28] سورہ بقرہ: آیات/155-157.

جو اولاد کی وفات پر صبر کرتا ہے وہ رب کے غضب سے اور جہنم کی آگ سے محفوظ ہو جاتا ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنا ایک بچہ لے کر آئی اور درخواست کی کہ آپ اس کے حق میں دعا کریں، کیونکہ اس سے قبل اس کے تین بچے فوت ہو چکے تھے، تب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو نے جہنم سے اپنا اچھا بچاؤ کر لیا ہے[29].

- تیسری خوشخبری: جنت میں داخلہ

اللہ تبارک و تعالی فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ﴾[30] (اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو ان تک پہونچا دیں گے، اور ان کے عمل سے ہم کچھ بھی کم نہ کریں گے، ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا گروی ہے).

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «مَا مِنَ النَّاسِ مُسْلِمٌ، يَمُوتُ لَهُ ثَلاَثَةٌ مِنَ الوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الحِنْثَ، إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ الجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ» (جس مسلمان کے بھی تین نابالغ بچے مر جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے ان کو بہشت میں داخل کرے گا)[31].

محمود بن لبید سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: (جس کے تین بچے فوت ہو جائیں اور وہ اس پر صبر کرے اللہ رب العزت اس کو جنت میں داخل کرے گا، جابر کہتے ہیں: ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،

---

[29] صحیح مسلم، حدیث نمبر (2636).

[30] سورۃ طور: آیت/21.

[31] صحیح بخاری، حدیث نمبر (1248).

اور دو؟ (یعنی جس کے دو بچے فوت ہوں)، آپ نے فرمایا: ہاں دو بھی، محمود کہتے ہیں میں نے جابر سے کہا: میں سمجھتا ہوں اگر تم لوگ ایک کا مطالبہ بھی کرتے تو آپ ہاں میں جواب دیتے، جابر نے کہا: اللہ کی قسم، میں بھی یہی سمجھتا ہوں) [32].

- چوتھی بشارت: بیت الحمد

جس کی اولاد فوت ہو جاتی ہے اور وہ اللہ کی خاطر اس پر صبر کرتا ہے اللہ رب العزت اس کیلئے جنت میں گھر ایک خاص نام کے ساتھ تیار کرتا ہے، جس کو "بیت الحمد" کہا جاتا ہے.

ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

" إِذَا مَاتَ وَلَدُ العَبْدِ قَالَ اللهُ لِمَلَائِكَتِهِ: قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِي، فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيَقُولُ: قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهِ، فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيَقُولُ: مَاذَا قَالَ عَبْدِي؟ فَيَقُولُونَ: حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ، فَيَقُولُ اللهُ: ابْنُوا لِعَبْدِي بَيْتًا فِي الجَنَّةِ، وَسَمُّوهُ بَيْتَ الحَمْدِ "

(جب کسی شخص کا بچہ [33] فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے: کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی؟ تو وہ کہتے ہیں: ہاں، پھر فرماتا ہے: کیا تم نے اس کے دل کے ٹکڑے کو لے لیا؟ وہ کہتے ہیں: ہاں، تو اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ کہتے

---

[32] مسند احمد، حدیث نمبر (14336)، الادب المفرد از بخاری، حدیث نمبر (146).

[33] بچہ سے مراد مطلق اولاد ہے، خواہ مذکر ہو یا مؤنث. (یعنی بیٹا ہو یا بیٹی)

ہیں: اس نے تیری حمد بیان کی اور ''إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ'' پڑھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے کے لیے جنت میں ایک گھر بنادو اور اس کا نام ''بیت الحمد'' رکھو)[34].

[34] جامع ترمذی، حدیث نمبر (1021)، مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر (19725)، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر (2948). اس کی مکمل تخریج پیچھے بیت الحمد کے بیان میں گزر چکی ہے.

سابقین کے حالات سے عبرت اور تسلی

دنیوی زندگی رنج والم اور مصائب کا گھوارہ ہے، ہر ایک یہاں پر آزمائشوں سے دوچار ہوتا ہے،اس کی پریشانی اسی وقت ختم ہوتی ہے جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے،آزمائش کے بعد ہی انسان نکھرتا ہے اور اس کی حقیقی پہچان ہوتی ہے، جیسا کہ امام ابن الجوزی نے کہا:(جو یہ چاہے کہ ہمیشہ وہ سلامتی اور عافیت میں رہے اور اس پر کوئی پریشانی ہی نہ آئے تو اس نے نہ ہی تکلیف کو جانا ہے اور نہ ہی تسلیم کا اسے پتہ ہے، ہر ایک کو تکلیف سے دوچار ہونا ہے چاہے وہ مسلم ہو یا کافر،اور انسان پر کبھی بھی ایک حالت برقرار نہیں رہتی).

رنج والم اور غم تو ہر ایک کو لاحق ہونا ہے، کیونکہ رنج والم کا شکار تو اس دنیا میں وہ ذات بھی ہوئی ہے جو سب سے افضل ذات تھی،اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ رنج والم پر واویلا مچانے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اس سے کھوئی ہوئی چیز واپس نہیں آتی ،بلکہ رب کے غضب کو دعوت دیتی ہے اور دشمنوں کو خوش کرتی ہے، لہذا جس کو اس حقیقت کا پتہ ہے اس کو چاہیے کہ وہ صبر کرے اور اسلاف کے واقعات سے عبرت حاصل کرے.

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

دَخَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي سَيْفٍ القَيْنِ، وَكَانَ ظِئْرًا لِإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِبْرَاهِيمَ، فَقَبَّلَهُ، وَشَمَّهُ، ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذَلِكَ وَإِبْرَاهِيمُ يَجُودُ بِنَفْسِهِ، فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللهِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُّ عَنْهُ: وَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِّ؟ فَقَالَ: «يَا ابْنَ عَوْفٍ إِنَّهَا رَحْمَةٌ»، ثُمَّ أَتْبَعَهَا

بِأُخْرَى، فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ العَيْنَ تَدْمَعُ، وَالقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلاَ نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ»

(ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ابو سیف لوہار کے یہاں گئے، یہ ابراہیم رضی اللہ عنہ (رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے) کو دودھ پلانے والی دایا کے خاوند تھے، نبی کریم ﷺ نے ابراہیم رضی اللہ عنہ کو گود میں لیااور پیار کیااور سونگھا۔ پھر اس کے بعد ہم ان کے یہاں دوسری بار گئے، دیکھا کہ اس وقت ابراہیم رضی اللہ عنہ دم توڑ رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں، تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بول پڑے کہ یارسول اللہ! اور آپ بھی لوگوں کی طرح بے صبری کرنے لگے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابن عوف! یہ بے صبری نہیں یہ تو رحمت ہے۔ پھر آپ ﷺ دوبارہ روئے اور فرمایا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور دل غم سے نڈھال ہے، پر زبان سے ہم کہیں گے وہی جو ہمارے پروردگار کو پسند ہے، اور اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی سے غمگیں ہیں)[35].

خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے فرزند کی وفات پر اپنے عمل سے ہمارے لئے صبر و تحمل اور قضائے الٰہی پر راضی برضا رہنے کی بہترین مثال پیش کی ہے، سفیان ثوری سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے بیٹے سے اس کی بیماری کی حالت میں پوچھا: تم کیسا محسوس کر رہے ہو؟ اس نے کہا: موت کے عالم میں، اس پر عمر بن عبدالعزیز نے اس سے کہا: تمہارا میرے نامہ اعمال میں ہونا اس بات سے زیادہ مجھے پسند ہے کہ میں تمہارے نامہ اعمال میں رہوں، اس پر بیٹے نے جواب دیا: آپ کی پسند مجھے اپنی پسند سے زیادہ عزیز ہے... کہا جاتا ہے کہ جب ان کے بیٹے کی وفات ہو گئی تو عمر بن عبدالعزیز نے کہا: اے میرے بیٹے، تم دنیا میں ویسے تھے جیسا کہ رب نے فرمایا: ''مال اور بچے دنیوی زندگی کی زینت ہیں''، اور تم اس دنیا کی افضل زینت تھے، اور آج میری یہ تمنا ہے

---

[35] صحیح بخاری، حدیث نمبر (1303).

کہ تم میرے لئے باقیات صالحات میں سے بن جاؤ جو کہ دنیاومافیہا سے بہتر ہے،اور جب آپ کو دفن کیا گیا تو آپ کی قبر پر کھڑے ہو کر یہ کہا: جب سے تمہارے تعلق سے بشارت دی گئی اس وقت سے میں خوش تھا، لیکن آج میں بہت زیادہ خوش ہوں، پھر کہا: اے اللہ تو عبدالملک بن عمر کی مغفرت فرما،اوران کی بھی مغفرت فرماجو اس کیلئے استغفار کریں[36].

اے اللہ ہر مصیبت زدہ پر سکینت نازل فرما،اور اپنے پیاروں کی وفات پر غمزدہ کو صبر جمیل کی توفیق نصیب فرما،اور ہمیں اچھی اور بری تقدیر پر راضی رہنے والوں میں سے بنادے.

عبداللہ بن مطرف کی جب وفات ہوئی تو ان کے والد (مطرف) اچھے لباس پہن کر اور تیل وخوشبو لگا کر نکلے، یہ دیکھ کر لوگ غصہ ہوئے اور کہا کہ تمہارا بیٹا عبداللہ وفات پاتا ہے اور تم اچھے لباس پہن کر خوشبو لگا کر نکلتے ہو، تو آپ نے جواب دیا: تو کیا میں گھر میں بیٹھ جاؤں؟ جبکہ اللہ تبارک وتعالی نے مجھ سے تین ایسی چیزوں کا وعدہ کیا ہے جو مجھے دنیاومافیہا سے زیادہ عزیز ہیں،اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۞ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾[37] (جو مصیبت کے وقت کہیں کہ: "ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے"،انہیں خوش خبری دے دو ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی،اُس کی رحمت اُن پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں).ایک بشارت ہے: اللہ کی عنایت، دوسری بشارت ہے: اس کی رحمت اور تیسری بشارت ہے: ایسے لوگ ہدایت پر ہیں[38].

---

[36] دیکھیں: المجالسۃ وجواہر العلم از ابو بکر دینوری: (250/2)، الاذکار از نووی: (ص/152)، تسلیۃ اہل المصائب از منبجی: (ص/156).

[37] سورہ بقرہ: آیات/156-157.

[38] دیکھیں: الطبقات الکبری از ابن سعد: (181/7)، تسلیۃ اہل المصائب از منبجی: (ص/32).

روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ سفر کی حالت میں آپ کے پاس آپ کی صاحبزادی کی وفات کی اطلاع پہونچی، آپ نے "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ" کہا، اور کہا: یہ اللہ کی امانت تھی جواس نے لے لی ہے، اور جو اجر تھا وہ عطا کردیا ہے، پھر اپنی سواری سے اترے اور دو رکعت نماز ادا کی پھر کہا: ہم نے رب کے حکم کی تعمیل کی ہے کیونکہ رب یہ کہتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ﴾[39] (اے ایمان والو، صبر اور نماز کے ذریعہ مدد چاہو)[40].

یہ عروہ بن زبیر ہیں جو متقی وپرہیزگار اور عبادت گزار شخص ہیں، جن کے متعلق یہ آتا ہے کہ ان کے پیر کو ایک ایسی بیماری لاحق ہوگئی کہ ان کا پیر سڑنے لگا، ڈاکٹر کو بلایا گیا، جس نے آدھی پنڈلی سے آپ کا پیر کاٹ دیا لیکن آپ نے منہ سے آواز تک نہ نکالی، اس کے بعد ان کو یہ اطلاع ملی کہ خچر نے ان کے بیٹے محمد کو روند دیا ہے جس سے اس کی وفات ہوگئی ہے، اس پر بھی آپ نے بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا، البتہ جب سفر سے لوٹ آئے تو کہا: ﴿لَقَدۡ لَقِيۡنَا مِنۡ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا﴾[41] (آج کے سفر میں تو ہم بری طرح تھک گئے ہیں)، اے اللہ میرے سات بچے تھے جن میں سے تو نے ایک کو لے لیا اور چھ بچوں کو میرے ساتھ رہنے دیا، اور میرے چار بازو تھے، جن میں سے تو نے ایک لے لیا اور تین بازو میرے لئے رہنے دیئے، اگر تو نے مجھے بیماری دی ہے تو عافیت سے بھی تو نے مجھے نوازا ہے، اور اگر تو نے مجھ سے کچھ لے لیا ہے تو کچھ میرے لئے باقی بھی چھوڑا ہے[42].

---

[39] سورۃ بقرہ: آیت/153.

[40] تفسیر قرطبی: (372/1).

[41] سورۃ الکہف: آیت/62.

[42] الکبائر از ذہبی: (ص/192)، اتحاف السادہ المتقین از زبیدی: (381/2).

لہذا اگر کوئی رونا ہی چاہتا ہے تو اپنے آپ پر روئے، جیسا کہ کسی سلف کے متعلق آتا ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو ان کی بیوی رونے لگیں، انہوں نے اپنی بیوی سے پوچھا: تم کیوں رو رہی ہو؟ اس نے جواب دیا: آپ کی خاطر، انہوں نے کہا: اگر رونا ہی ہے تو اپنے آپ پر آنسو بہاؤ، جہاں تک میرا معاملہ ہے تو میں چالیس برس تک اس دن کی تیاری میں روتا رہا ہوں.

پیاروں کا اس دنیا سے رخصت ہونا ہمارے لئے یہ پیغام ہے کہ ہمیں بھی اس دنیا سے ایک نہ ایک دن رخصت ہونا ہے، فرق یہ ہے کہ وہ ہم سے پہلے اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور ہم ان کے بعد رخصت ہونے والے ہیں، کیونکہ اس دنیا میں کسی کو بقا نہیں ہے.

مصیبت پر صبر

ایک مسلمان کی زندگی میں صبر اس کیلئے ایک نعمت ہے، لیکن اس سے بڑی نعمت ہے اللہ کی تقدیر پر رضامند رہنا، انبیاء کرام اور صالحین عظام نے اپنی زندگی سے ہمارے لئے بہترین نمونہ چھوڑا ہے، سب سے بہترین نمونہ تو ہمارے لئے اللہ کے نبی محمد ﷺ کی ذات ہے، اور اسی طرح ایوب علیہ السلام کی زندگی بھی ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے، ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ صبر کا دامن تھامے رہے اور رب کی بنائی ہوئی تقدیر پر راضی رہے تاکہ رب کے پاس اونچے درجات کا مستحق ہو سکے.

صبر کا معنی:

لغت میں صبر کا معنی ہے روکنا اور تھامنا.

اور شرعی اصطلاح میں صبر کا معنی ہے: بے صبری سے اپنے نفس کو، شکوہ وشکایت سے اپنی زبان کو، اور تھپڑ مارنے اور گریبان چاک کرنے سے اپنے ہاتھوں کو روکنا.

صبر کی تعریف میں یہ بھی کہا جاتا ہے: نفس کی وہ کیفیت جس کی وجہ سے ہر غیر مناسب اور قبیح فعل سے انسان بچ جائے.

نفس میں دو قوتیں ہوا کرتی ہیں، ایک اقدام وپیش قدمی کی قوت، تو دوسری قابو میں رکھنے کی قوت، اور صبر یہ ہے کہ نفس کو اچھائی اور بہتری کے حصول میں مصروف رکھا جائے اور نامناسب اور قبیح افعال سے محفوظ رکھا جائے.

صبر کے مقابلے میں رضامندی کا مقام

رنج والم کو محسوس کرتے ہوئے بھی خوشی خوشی اس کو تسلیم کرلینااور رب سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے اس مصیبت کے زوال کی تمنانہ کرنایہی تقدیر پر رضامندی ہے.اور اگر اس سے یہ کہا جائے کہ کھوئی ہوئی چیز کو دوبارہ حاصل کرنا تمہیں پسند ہے یا حاصل نہ کرنا تو وہ تقدیر پر راضی رہتے ہوئے رب سے ثواب کی امید پر اس کو دوبارہ حاصل نہ کرنے ہی کو پسند کرے .

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے کہا: (اللہ کے حکم پر راضی رہنے کا مقام صبر سے بلند ہے، اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ مستحب ہے، اور اس سے بلند درجہ یہ ہے کہ آدمی مصیبت پر بھی اللہ کا شکر بجالائے کہ اللہ نے اس کے گناہوں کی معافی اور رفع درجات کا انتظام کیا ہے، اور اسی پر توکل کرنے اور اس کی جانب رجوع ہونے کا ایک حسین موقع اسے عنایت فرمایا ہے)[43].

شیخ الاسلام نے یہ بھی کہا کہ جس طرح رب نے صبر کرنے کا حکم دیا ہے اس طرح راضی برضا رہنے کا حکم نہیں دیا ہے، بلکہ ایسے لوگوں کی تعریف بیان کی ہے.

اللہ رب العزت نے راضی برضا رہنے کو مخلوق کے حق میں واجب قرار نہیں دیا ہے، بلکہ اس کی اور اس کے حاملین کی تعریف بیان کی ہے، اور یہ بتلایا ہے کہ جو اس پر راضی رہتا ہے رب اس سے راضی ہو جاتا ہے، اور رب کی رضامندی جنت اور جنت کی تمام نعمتوں سے بڑھکر ہے.

---

[43] الفرق بین اولیاء الرحمن واولیاء الشیطان از شیخ الاسلام ابن تیمیہ: (ص/135).

صبر کا پھل:

اللہ نے صبر کرنے والوں کو خوشخبری دی ہے:

اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿﴾ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿﴾ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾ (44)(اور ہم ضرور تمہیں خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے، اِن حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے، تو کہیں کہ: "ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے"، انہیں خوش خبری دے دو ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی، اُس کی رحمت اُن پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں).

اسی طرح اللہ کے نبی ﷺ نے ہمیں تعلیم دیتے ہوئے یہ کہا: «وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ» (کسی کو بھی صبر سے زیادہ بہتر اور اس سے زیادہ بے پایاں خیر نہیں ملی)(45).

(44) سورہ بقرہ: آیات/155-157.

(45) صحیح بخاری، حدیث نمبر (1469)، صحیح مسلم، حدیث نمبر (1053).

صبر کرنے والے کامیاب ہیں اور نجات پانے والے ہیں:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آخرت میں ابدی نعمت پانے والے مومنین کے متعلق یہ بیان فرمایا: ﴿إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا أَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾[46] (آج اُن کے اُس صبر کا میں نے یہ پھل دیا ہے کہ وہی کامیاب ہیں).

اسی طرح اہل جنت کو دی جانے والی بشارت کا ان الفاظ میں رب نے تذکرہ کیا: ﴿سَلَامٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ ۚ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾[47] (اور اُن سے کہیں گے کہ "تم پر سلامتی ہے، تم نے دنیا میں جس طرح صبر سے کام لیا اُس کی بدولت آج تم اِس کے مستحق ہوئے ہو" پس کیا ہی خوب ہے یہ آخرت کا گھر!).

اسی طرح عطاء بن رباح نے کہا: مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہیں میں ایک جنتی عورت کو نہ دکھادوں؟ میں نے عرض کیا کہ ضرور دکھائیں، کہا کہ ایک سیاہ عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئی اور کہا کہ مجھے مرگی آتی ہے اور اس کی وجہ سے میرا ستر کھل جاتا ہے، میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیجئیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو صبر کر تجھے جنت ملے گی اور اگر چاہے تو میں تیرے لیے اللہ سے اس مرض سے نجات کی دعا کر دوں؟ اس نے عرض کیا کہ میں صبر کروں گی، پھر اس نے عرض کیا کہ مرگی کے وقت میرا ستر کھل جاتا ہے، آپ اللہ تعالیٰ سے اس کی دعا کر دیں کہ ستر نہ کھلا کرے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے دعا فرمائی[48].

---

[46] سورۃ المومنون: آیت/111.

[47] سورۃ رعد: آیت/24.

[48] مسند احمد، حدیث نمبر (3240)، صحیح بخاری، حدیث نمبر (5652)، صحیح مسلم، حدیث نمبر (6663).

بغیر حد وحساب اجر سے نوازے جاتے ہیں:

اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾[49] (صبر کرنے والوں کو توان کا اجر بے حساب دیا جائے گا). سلیمان بن قاسم کہتے ہیں کہ صبر کے علاوہ ہر عمل کا ثواب معلوم و معین ہے.

صبر کرنے والوں کو اللہ بہتر بدلہ عطا کرتا ہے:

مصعب بن سعد اپنے والد سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

(میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! لوگوں میں سب سے زیادہ مصیبت اور آزمائش کا شکار کون ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''انبیاء، پھر جو ان کے بعد مرتبہ میں ہیں، پھر جو ان کے بعد ہیں، بندے کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے، اگر وہ دین میں سخت اور پختہ ہے تو آزمائش بھی سخت ہو گی، اور اگر دین میں نرم اور ڈھیلا ہے تو مصیبت بھی اسی انداز سے نرم ہو گی، مصیبتوں سے بندے کے گناہوں کا کفارہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ بندہ روے زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا'')[50].

گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی:

صبر کرنے کی وجہ سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں، سلف میں سے کسی کا یہ قول ہے: اگر مصیبتیں اور پریشانیاں نہ ہوتیں تو ہم قیامت کے دن مفلس بن کر آتے، اللہ کے نبی ﷺ کی حدیث ہے:

---

[49] سورۃ زمر: آیت/10.

[50] مسند احمد، حدیث نمبر (1481)، مسند دارمی، حدیث نمبر (2783)، جامع ترمذی، حدیث نمبر (2398)، شیخ البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: (225/1).

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

«مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ، مِنْ نَصَبٍ وَلاَ وَصَبٍ، وَلاَ هَمٍّ وَلاَ حُزْنٍ وَلاَ أَذًى وَلاَ غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا، إِلَّا كَفَّرَ اللهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ»

(مسلمان جب بھی کسی پریشانی، بیماری، رنج وملال، تکلیف اور غم میں مبتلا ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنادیتا ہے)[51].

صبر دلوں کی ہدایت کا ذریعہ ہے:

صبر کی بدولت انسان کا دل سدھرتا ہے اور اس میں نرمی اور رقت پیدا ہوتی ہے، کتنے ہی غافل تھے جو بیماری کے وقت رب کی جانب لوٹ آئے؟ اور کتنے ہی غافل اور لاپرواہ لوگ اپنے عزیز کی موت پر رب کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے، اللہ رب العزت کہتا ہے: ﴿وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ﴾[52] (جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے). علقمہ کہتے ہیں: اس سے مراد وہ شخص ہے جس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے لہذا وہ اس کو تسلیم کرلیتا ہے اور اس پر راضی رہتا ہے[53].

اے پروردگار تو ہمیں بھی صبر کرنے اور شکر بجالانے والوں میں سے بنادے، تیری لکھی ہوئی تقدیر پر ہمیں راضی رکھ، اور ہدایت یافتہ لوگوں میں ہمارا شمار فرما.

---

(51) مسند احمد، حدیث نمبر (8014)، صحیح بخاری، حدیث نمبر (5641)، صحیح مسلم، حدیث نمبر (6660).

(52) سورۃ تغابن: آیت/11.

(53) تفسیر ابن کثیر: (161/8).

سختیوں اور مصیبتوں کے درمیان

عبداللہ کے ساتھ بیت الحمد کے سفر میں گھر والوں کی کیفیت اس فرمان الہی کے مطابق رہی: ﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُم ۖ مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ﴾[54] (پھر کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت کا داخلہ تمہیں مل جائے گا، حالانکہ ابھی تم پر وہ سب کچھ نہیں گزرا ہے، جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گزر چکا ہے؟ اُن پر سختیاں گزریں، مصیبتیں آئیں، ہلامارے گئے، حتیٰ کہ وقت کا رسول اور اس کے ساتھی اہل ایمان چیخ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی اُس وقت انہیں تسلی دی گئی کہ ہاں اللہ کی مدد قریب ہے).

نوحہ کرنے اور زیادہ رونے کی ممانعت

تمام تعریف اس رب رحیم کیلئے ہے جو اپنی حکمت کے مطابق فیصلہ کرتا ہے، اور جب بھی اس کے بندے رنج والم اور مصیبت کا شکار ہوتے ہیں ان پر رحم کرتا ہے، اور وہی ہے جس نے صبر کرنے والوں کو بغیر حد وحساب اجر کا وعدہ کیا ہے.

امام ذہبی نے اپنی کتاب (الکبائر) میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

(جب ملک الموت کسی مومن کی روح قبض کرتے ہیں تو دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں، اس وقت گھر والے شور مچا رہے ہوتے ہیں، کوئی ان میں اپنے چہرے کو پیٹ رہا ہوتا ہے تو کوئی اپنے بال نوچ رہا ہوتا ہے تو کوئی ہائے ہائے کر رہا ہوتا ہے، اس وقت ملک الموت کہتے ہیں: کس وجہ سے اتنی بے صبری اور غم وماتم ہے، اللہ کی قسم میں نے تم میں سے کسی کی عمر نہ ہی ذرہ برابر گھٹائی ہے، اور نہ ہی میں نے تمہارا رزق چھینا ہے، اور نہ ہی کسی طریقے سے میں نے تم پر ظلم کیا ہے، اگر تمہیں مجھ سے

---

[54] سورۃ بقرہ: آیت/214.

شکایت ہے یا مجھ پر تم غصہ ہو تو یہ یاد رکھو کہ میں حکم کی تعمیل کر رہا ہوں، اور اگر تمہیں اپنے مرنے والے سے شکایت ہے تو یہ اس کے بس کی بات بھی نہیں ہے، اور اگر تم اپنے رب کے فیصلے پر غصہ ہو تو تم اس کے انکاری ہو، یہ بھی سن لو کہ جب تک روئے زمین پر تم میں سے کوئی ایک فرد بھی زندہ رہے گا میں برابر آتا رہوں گا، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم، اگر لوگ ملک الموت کو دیکھ لیتے اور آپ کی بات سن لیتے تو اپنے مرنے والے کو بھول جاتے اور اپنے آپ پر رونے لگتے)[55].

عبدالقادر جیلانی نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: (اے بیٹے مصیبت تمہیں برباد کرنے کیلئے نہیں آتی ہے، بلکہ تمہارے صبر اور تمہارے ایمان کا امتحان لینے کیلئے آتی ہے، اے بیٹے تقدیر ایک درندہ ہے اور درندہ مردار نہیں کھاتا ہے)[56].

ابوالدرداء نے کہا: (اللہ رب العزت جب کوئی فیصلہ کرتا ہے تو یہ چاہتا ہے کہ بندہ اس کے فیصلے سے راضی رہے)[57].

اس جگہ مؤلف نے کچھ عربی اشعار ذکر کئے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے:

کبھی اللہ رب العزت مصیبت میں مبتلا کر کے آزماتا ہے تو کبھی نعمتیں دے کر آزماتا ہے، تم دنیا سے جانے کیلئے اپنا توشہ تیار کر لو، کیونکہ تمہیں یہ خبر تک نہیں ہے کہ رات بھر بھی تم زندہ رہ سکو گے یا نہیں، کتنے ہی صحتمند اور اچھے خاصے لوگ موت کے نوالہ بن گئے تو کئی بیمار لوگ ایک زمانے تک زندہ رہے، کتنے ہی بچے جن کی طویل عمر کی تمنا کی جاتی تھی وہ اب قبروں میں سوئے ہوئے ہیں، اور کتنے ہی نوجوان ہیں جو ہنستے کھیلتے اپنی صبح و شام کرتے ہیں اور انھیں یہ خبر تک نہیں کہ ان

---

[55] الکبائر از ذہبی: (ص/187).

[56] تسلیۃ اہل المصائب: (ص/166).

[57] الآداب الشرعیۃ از ابن مفلح: (192/2).

کا کفن سلا جا رہا ہے، چاہے کوئی بھی شخص ہزار یا دو ہزار سال جی لے ، آخر کار اسے ایک دن قبر کے حوالے ہونا ہی ہے.

امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا:

امام بخاری نے اپنی کتاب میں یہ باب باندھا ہے: میت پر نوحہ کرنا مکروہ ہے، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: عورتوں کو ابو سلیمان (خالد بن ولید) پر رونے دو جب تک کہ وہ خاک نہ اڑائیں اور چلائیں نہیں [58].

اس کے بعد امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ کہتے ہیں، میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: (کسی میت پر اگر نوحہ وماتم کیا جائے تو اس نوحہ کی وجہ سے بھی اس پر عذاب ہوتا ہے) [59].

اس کے علاوہ امام بخاری نے ایک باب یہ ذکر کیا ہے:

(نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ میت پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے یعنی جب رونا ماتم کرنا میت کے خاندان کی رسم ہو، کیونکہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ [60] (اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ)) [61].

میت پر رونا یا آنسو بہانا حرام نہیں ہے بلکہ نوحہ وماتم کرنا اور چیخ چیخ کر رونا حرام ہے، کیونکہ اس طرح رونے سے اللہ کے فیصلے پر ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے.

---

[58] صحیح بخاری: (80/2).

[59] صحیح بخاری، حدیث نمبر (1291).

[60] سورۃ تحریم: آیت /6.

[61] صحیح بخاری: (79/2).

امام بخاری نے ایک باب یہ ذکر کیا ہے: (نوحہ کرنے اور رونے کی ممانعت اور اس پر شدید مذمت کا بیان)[62].

مگر اگر چیخ وپکار کرنے کے بجائے صرف افسوس کرتے ہوئے رویا جائے اور آنسو بہایا جائے تو اس سے ممانعت نہیں ہے، بلکہ سب سے افضل انسان، اور اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے بشر نے بھی اپنے عزیز کی وفات پر آنسو بہائے ہیں.

امام بخاری نے ایک باب یہ باندھا ہے: (نوحہ کے بغیر رونے کی رخصت)[63].

پھر آپ نے اپنی سند کے ساتھ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ کہتے ہیں: (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک صاحبزادی (زینب رضی اللہ عنہا) نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع کرائی کہ میرا ایک لڑکا مرنے کے قریب ہے، اس لیے آپ تشریف لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سلام کہلوایا اور کہلوایا کہ اللہ تعالیٰ ہی کا سارا مال ہے، جو لے لیا وہ اسی کا تھا اور جو اس نے دیا وہ بھی اسی کا تھا اور ہر چیز اس کی بارگاہ سے وقت مقررہ پر ہی واقع ہوتی ہے. اس لیے صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھو. پھر زینب رضی اللہ عنہا نے قسم دے کر اپنے یہاں بلوا بھیجا. اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانے کے لیے اٹھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت اور بہت سے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے. بچے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا گیا. جس کی جانکنی کا عالم تھا. ابو عثمان نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جیسے پرانا مشکیزہ ہوتا ہے (اور پانی کے ٹکرانے کی اندر سے آواز ہوتی ہے۔ اسی طرح جانکنی کے وقت بچہ کے حلق سے آواز آرہی تھی) یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے. سعد رضی اللہ عنہ بول اٹھے کہ یارسول اللہ! یہ رونا کیسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو اللہ کی رحمت ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے (نیک) بندوں کے

---

(62) صحیح بخاری: (439/1).

(63) صحیح بخاری: (79/2).

دلوں میں رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے ان رحم دل بندوں پر رحم فرماتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں)[64].

عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا کہ اللہ کے نبی ﷺ کی آنکھوں سے جو آنسو جاری ہوئے وہ چیخ وپکار کے بغیر تھے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نوحہ کے بغیر گریہ کرنا جائز ہے، اس طرح رونے پر نہ ہی رونے والے سے اس کا مؤاخذہ ہوگا اور نہ ہی میت سے[65].

ابن عبد البر نے کہا: ابواسحاق سبیعی نے عامر بن سعد بجلی سے روایت کیا ہے اور وہ ابو مسعود انصاری، ثابت بن زید اور قرظہ بن کعب سے روایت کرتے ہیں ان سب نے کہا: نوحہ کے بغیر میت پر رونا جائز ہے، جب اللہ کے نبی ﷺ کے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کی وفات ہوئی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور آپ ﷺ غمزدہ ہوگئے[66].

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے دیکھا ابراہیم کو جب وہ آپ ﷺ کی نگاہوں کے سامنے دم توڑ رہے تھے تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، اور آپ نے کہا: آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں اور دل غمگیں ہے مگر ہم وہی کہیں گے جس سے رب راضی ہو، اللہ کی قسم اے ابراہیم، ہم تمہاری جدائی پر غمگیں ہیں[67].

نووی نے کہا: اللہ کے نبی ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہونے سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ مریض پر رونا اور غم کرنا جائز ہے، اور یہ تقدیر پر راضی رہنے کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ اس رحمت کا تقاضہ ہے جو رب نے بندوں کے دلوں میں رکھا ہے، ہاں مذمت اس رونے کی ہے جس میں

---

(64) صحیح بخاری، حدیث نمبر (1284)، صحیح مسلم، حدیث نمبر (923).

(65) عمدۃ القاری: (72/8).

(66) دیکھیں: الاستذکار از ابن عبد البر: (67/3).

(67) صحیح مسلم، حدیث نمبر (2315).

نوحہ اور چیخ وپکار اور اپنے لئے تباہی وبربادی کی دعوت شامل ہو، اسی کی جانب اللہ کے نبی ﷺ نے اشارہ کرتے ہوئے کہا: مگر ہم وہی بات کہیں گے جس سے رب راضی ہو[68].

جب سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو اللہ کے نبی ﷺ آپ کے پاس آئے اور جب آپ کی بیماری کی شدت کو دیکھا تو رونے لگے، لوگوں نے جب رسول اللہ ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ سنو! اللہ تعالیٰ آنکھوں سے آنسو جاری ہونے اور دل کے غمگیں ہونے پر عذاب نہیں دے گا. ہاں عذاب اس کی وجہ سے ہوتا ہے، آپ ﷺ نے زبان کی طرف اشارہ کیا (اور اگر اس زبان سے اچھی بات نکلے تو) یہی اس کی رحمت کا بھی باعث بنتی ہے، اور میت کو اس کے گھر والوں کے نوحہ وماتم کی وجہ سے بھی عذاب ہوتا ہے[69].

---

[68] شرح النووی علی مسلم: (75/15).

[69] صحیح بخاری، حدیث نمبر (1304).

میت کا احترام

جب میت کے احترام کی بات آتی ہے تو ہمارے ذہن میں سب سے پہلے وہ روایت آتی ہے جس میں آیا ہے کہ میت کو دفن کرنا اس کا احترام ہے، جس کی وجہ سے اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میت کو دفن کرنے میں جلدی کرنا ہی میت کا وہ احترام ہے جو نص شرعی سے ثابت ہے!

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے مادی اور معنوی دونوں اعتبار سے میت کے احترام کا خیال رکھا ہے، میت کو غسل دینے، کفنانے، اس کا جنازہ تیار کرنے، دفن کرنے اور اس کی قبر کی زیارت کرنے میں جن شرعی آداب کا شریعت میں ذکر آیا ہے ان سب کا تعلق میت کے احترام سے ہے، ساتھ ہی میت کے احترام میں یہ بھی شامل ہے کہ اس کا مثلہ نہ کیا جائے، اس کے عیب اور نقص بیان نہ کئے جائیں، بلکہ اس کی اچھائیوں کا ذکر کیا جائے اور اس کیلئے رحمت اور مغفرت کی دعا کی جائے.

اس سلسلے میں کئی قرآنی آیات اور احادیث ہمیں ملتی ہیں، مثال کے طور پر اللہ تبارک وتعالی کا یہ فرمان: ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾[70] (یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت عطا فرمائی).

اس آیت کے الفاظ عام ہیں جس میں زندہ اور مردے سب شامل ہیں، اور اس کی تفسیر سنت نبوی ﷺ سے ہوتی ہے، کیونکہ بہت ساری احادیث میں آتا ہے کہ جس طرح ایک زندہ انسان کی عزت کی جائے گی اسی طرح ایک مردہ شخص کی عزت بھی کی جائے گی، اسی طرح میت کے احترام

---

[70] سورۃ بنی اسرائیل: آیت/70.

میں اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے: (تم اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کرو اور ان کی برائیاں بیان کرنے سے باز رہو)[71].

نیز یہ فرمان ہے: (مردے کی ہڈی کو توڑنا زندہ شخص کی ہڈی کے توڑنے کی طرح ہے)[72].

اور آپ نے یہ بھی فرمایا: (جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اچھا کفن دے)[73].

اسی طرح آپ ﷺ نے قبروں کو پختہ بنانے، ان پر کتبے نصب کرنے اور ان کو روندنے سے منع فرمایا ہے[74].

اللہ کے نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا: (تم میں سے کوئی شخص انگارے پر بیٹھ جائے جس سے اس کے کپڑے جل جائیں اور آگ اس کے جسم تک پہونچ جائے یہ اس کے حق میں اس بات سے بہتر ہے کہ وہ کسی قبر پر بیٹھے)[75].

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ جب تم میں کسی کی وفات ہو جائے تو تم اس کو روکے مت رکھو، بلکہ اس کی قبر تک اسے جلدی پہونچاؤ[76].

---

[71] سنن ابوداود، حدیث نمبر (4900)، جامع ترمذی، حدیث نمبر (1019).

[72] سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر (1616).

[73] صحیح مسلم، حدیث نمبر (643)، سنن ابوداود، حدیث نمبر (3148)، سنن نسائی، حدیث نمبر (1895).

[74] جامع ترمذی، حدیث نمبر (1052).

[75] صحیح مسلم، حدیث نمبر (971).

[76] المعجم الکبیر از طبرانی، حدیث نمبر (13613).

اسی طرح اللہ کے نبی ﷺ نے میت کے تعلق سے یہ نصیحت کی: (تم اپنے مرنے والوں کو نیک لوگوں کے درمیان دفناؤ، کیونکہ جس طرح زندہ کو برے پڑوسی سے تکلیف ہوتی ہے اسی طرح میت کو بھی برے پڑوسی سے تکلیف ہوتی ہے)[77].

اس کے علاوہ اس معنی کی اور بہت ساری احادیث ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس دین حنیف میں انسان کی چاہے وہ زندہ ہو یا مردہ اس کی عزت ملحوظ رکھی گئی ہے، اسلام جیسی عظیم نعمت پر اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں.

---

[77] الحلیۃ از ابو نعیم: (354/6).

مرنے والے کو کلمہ توحید کی تلقین کرنا

بڑے افسوس کی بات ہے کہ یہ موضوع اپنی اہمیت کے باوجود اکثر لوگوں کے ذہنوں سے اوجھل ہے، اس کی اہمیت پر تعجب نہ کریں بلکہ اللہ کے نبی ﷺ کی اس حدیث کو پڑھتے چلیں.

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ دَخَلَ الجَنَّةَ. (جس کا آخری کلام « لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ » ہوگا وہ جنت میں داخل ہو گا)[78].

اسی طرح ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: (اپنے مرنے والوں کو « لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ » کی تلقین کرو)[79].

حافظ ابن حجر نے کہا کہ اس حدیث میں یا اس کے علاوہ دیگر احادیث میں (لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ) کی تلقین سے مراد شہادتین کی تلقین ہے[80].

شہادتین سے مراد (لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ) ہے، چاہے اسی طرح کہے یا چاہے تو اس طرح کہے: (أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ).

تلقین کی کیفیت کیا ہوگی؟

---

(78) سنن ابوداود، حدیث نمبر (3116)، مستدرک حاکم، حدیث نمبر (1229)، البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے.

(79) صحیح مسلم، حدیث نمبر (916).

(80) فتح الباری فی شرح صحیح البخاری: (110/3).

تلقین کی کیفیت یہ ہو گی کہ مرنے والے سے نرمی کے ساتھ یہ کہا جائے گا کہ وہ (لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللہُ) کہے، لیکن اس سے بار بار طلب نہیں کیا جائے گا، بلکہ ایک یا دو مرتبہ کہہ کر خاموشی اختیار کر لی جائے گی تاکہ وہ اس کے ذہن میں رہے اور اگر اللہ نے چاہا تو یہی اس کا آخری کلام ہو.

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم تمام کو کلمہ توحید پر حسن خاتمہ نصیب فرمائے.

اسلام میں بیماری کا فلسفہ

اللہ کے علم اوراس کی حکمت پر یقین رکھتے ہوئے اس کی بنائی ہوئی تقدیر پر راضی برضا رہنے کا یہ تقاضہ ہے کہ ہم اپنی زبان سے اپنے متعلق بھی ایسے الفاظ نہ نکالیں کہ اللہ نے ہمارے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ اور ایسا کیوں نہیں کیا؟ کیونکہ اس طرح ہم رب کی عظمت کو نہ جانتے ہوئے اپنے بشری حدود کو پھلانگ کر باری تعالی کے حقوق میں مداخلت کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ ہم اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے، خود رب کا اپنے متعلق یہ فرمان ہے: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۖ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾[81](جو کچھ بندوں کے سامنے ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ اُن سے اوجھل ہے، اس سے بھی وہ واقف ہے اور اُس کی معلومات میں سے کوئی چیز اُن کی گرفت ادراک میں نہیں آسکتی الّا یہ کہ کسی چیز کا علم وہ خود ہی اُن کو دینا چاہے).

انسان کو جو مرض لاحق ہوتا ہے اس میں رب کی کیا حکمت ہے، اس سوال کے پوچھنے سے پہلے ہمیں یہ جاننا ہوگا کہ کائنات اور اس کی تمام چیزوں کا خالق رحیم اور حکیم ہے، کیونکہ اگر ہم اس چیز کو نہ مانیں تو ہمیں کوئی حق نہیں بنتا کہ ہم اس دنیا میں پائے جانے والے رنج والم کے متعلق کوئی سوال ہی کر سکیں، انسان کو اس دنیا میں جو رنج والم اور بیماریاں اور آفات لاحق ہوتی ہیں اس کی حکمت کو علماء نے بیان کرنے کی کوشش کی ہے. چند اقوال ہم یہاں پیش کریں گے.

اللہ نے اس کائنات میں کوئی چیز عبث اور بے کار نہیں بنائی، بیماری جس میں ہمیں صرف شر کا پہلو نظر آتا ہے اس میں بھی اللہ نے خیر رکھا ہے، ابن قیم الجوزیہ کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی بھی چیز میں مکمل شر نہیں رکھا ہے، بلکہ ہر چیز کسی نہ کسی حکمت اور مصلحت کے تحت پیدا کی گئی ہے، ہاں یہ اور

---

[81] سورۃ بقرہ: آیت/255.

بات ہے کہ بعض مخلوقات میں جزئی اور اضافی شر موجود ہے، لیکن کوئی چیز شر محض نہیں ہے اور اس کی (شر محض) نسبت اللہ کی جانب درست بھی نہیں ہے[82].

اللہ نے بیماری اس لئے پیدا کی ہے کہ بندے کو یہ محسوس ہو جائے کہ وہ طاقتور اور قوی نہیں ہے بلکہ ایک ناتواں اور ذلیل بندہ ہے، اور وہ اس قدر ناتواں ہے کہ نہ دکھائی دینے والے جراثیم بھی اس پر اس قدر حملہ آور ہو سکتے ہیں کہ اسے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بستر یا قبر کے حوالے کر سکتے ہیں، اور جب بندے کو اس بات کا احساس ہو گا تو جب بھی وہ مرض میں مبتلا ہو گا وہ رب کی جانب رجوع کرے گا اس سے شفاء کی درخواست کرے گا، اور جب رب کی جانب سے اسے شفاء مل جائے گی تو وہ رب کی نعمت کا شکر ادا کرے گا اور اپنی صحت کی قدر و قیمت کو پہچانے گا، اور مخلوق کے ساتھ تکبر سے پیش آنے کے بجائے ان کے ساتھ شفقت اور رحمت کا برتاؤ کرے گا.

بیماری کے متعلق احادیث میں آتا ہے اس سے انسان کے گناہ معاف ہوتے ہیں، اسی لئے یہ سنت ہے کہ جب کوئی مریض کے پاس جائے تو وہ ان کلمات کو کہے جو کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک دیہاتی کی عیادت کے وقت کہے تھے، اور وہ کلمات یہ ہیں: «لاَ بَأْسَ، طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللهُ» (کوئی حرج نہیں ہے، ان شاءاللہ یہ گناہوں کو دھو دے گا)[83]. اور یہ بھی ہمیں ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اکثر امراض جو ہمیں لاحق ہوتے ہیں وہ ہمارے ہی کرتوت کا نتیجہ ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ﴾[84] (تم

---

[82] شفاء العلیل فی مسائل القضاء والقدر والحکمۃ والتعلیل: (ص/169).

[83] صحیح بخاری، حدیث نمبر (3616)، مکمل حدیث اس طرح ہے: نبی کریم ﷺ ایک اعرابی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ جب بھی کسی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو فرماتے "کوئی حرج نہیں، ان شاءاللہ یہ گناہوں کو دھو دے گا"۔ آپ ﷺ نے اس اعرابی سے بھی یہی فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ان شاءاللہ (یہ بخار) گناہوں کو دھو دے گا۔ اس نے اس پر کہا: آپ کہتے ہیں گناہوں کو دھونے والا ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ تو نہایت شدید قسم کا بخار ہے کہ یہ بخار ایک بوڑھے کھوسٹ پر جوش مار رہا ہے جو قبر کی زیارت کرائے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا تو پھر یوں ہی ہو گا۔

[84] سورۃ شوریٰ: آیت/30.

پر جو مصیبت بھی آتی ہے، تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آتی ہے، اور بہت سے قصوروں سے وہ ویسے ہی در گزر کر جاتا ہے).

اللہ کے نبی ﷺ کی زبانی اللہ رب العزت نے کسی بھی قسم کے مرض میں مبتلا ہونے والے کیلئے یہ بشارت سنائی: (مسلمان جب بھی کسی پریشانی، بیماری، رنج و ملال، تکلیف اور غم میں مبتلا ہو جائے، یہاں تک کہ اگر اسے کوئی کانٹا بھی چبھ جائے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے)[85].

اور آپ نے یہ بھی فرمایا: (کسی بھی مسلمان کو مرض کی تکلیف یا کوئی اور کوئی تکلیف ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو اس طرح گراتا ہے جیسے درخت اپنے پتوں کو گرا دیتا ہے)[86].

نیز آپ کا یہ بھی فرمان ہے: (ایک مومن جب بخار یا کسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کی مثال اس لوہے کی ہے جسے آگ میں تپایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے فائدہ مند لوہا بچ جاتا ہے اور بے کار چیزیں اس سے زائل ہو جاتی ہیں)[87].

آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: (جس کسی بندے کو چھوٹی یا بڑی جو بھی مصیبت پہنچتی ہے اس کے گناہ کے سبب ہی پہنچتی ہے، اور اللہ اس کے جن گناہوں سے در گزر فرما دیتا ہے وہ تو بہت ہوتے ہیں)[88].

---

[85] صحیح بخاری، حدیث نمبر (5641)، صحیح مسلم، حدیث نمبر (2572).

[86] صحیح بخاری، حدیث نمبر (5648)، صحیح مسلم، حدیث نمبر (2571).

[87] مستدرک حاکم، حدیث نمبر (246)، السنن الکبری از بیہقی، حدیث نمبر (6544).

[88] جامع ترمذی، حدیث نمبر (3252).

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: (اللہ اپنے بندے کو بیماری دے کر آزماتا ہے، یہاں تک کہ اس بیماری کی بدولت اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں)[89].

یا اللہ، تو بندوں پر کتنا مہربان ہے کہ اگر انھیں کوئی رنج والم، غم اور مصیبت لاحق ہوتی ہے حتی کہ کانٹا بھی چبھتا ہے تو ان کے گناہ تو معاف کر دیتا ہے!

پروردگار کی رحمت کا کیا کہنا، وہ بندوں پر ان کی ماں اور ان کے اپنے نفس سے بھی زیادہ مہربان ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: (ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوے میں شریک تھے کہ آپ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے تو پوچھا: ''تم کون لوگ ہو''؟ انہوں نے کہا: ہم مسلمان ہیں، ان میں ایک عورت تنور میں ایندھن جھوک رہی تھی، اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا، جب تنور کی آگ بھڑک اٹھی وہ اپنے بیٹے کو لے کر ہٹ گئی، اس نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آکر کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں'' عورت نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا اللہ سارے رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیوں نہیں'' وہ بولی: کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحم نہیں کرے گا جتنا ماں اپنے بچے پر کرتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیوں نہیں''؟ اس نے کہا: ماں تو اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈالتی، آپ ﷺ نے سر جھکا دیا، اور روتے رہے پھر اپنا سر اٹھایا، اور فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے انہی بندوں کو عذاب دے گا جو بہت سرکش وشریر ہیں، اور جو اللہ تعالیٰ کے باغی ہوتے ہیں اور «لا إله إلا الله» کہنے سے انکار کرتے ہیں)[90].

---

(89) المعجم الکبیر از طبرانی، حدیث نمبر (1548)، مستدرک حاکم، حدیث نمبر (1286)، شعب الایمان از بیہقی، حدیث نمبر (9397).

(90) سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر (4297).

یہ اللہ کی رحمت کا تقاضہ ہے کہ ہم مرض سے دوچار ہوتے ہیں تا کہ رب کی جانب ہم رجوع کریں،اور اس کے آگے شفاءاور رحم کی دہائی دیں،اور جب مرض سے شفا مل جائے تو اس پر اللہ کا شکر بھی ادا کریں،اس طرح مصیبت کے وقت ہم نیکیاں اور خیر کما سکتے ہیں، اللہ رب العالمین کے اس فرمان پر غور کریں: ﴿وَبَلَوْنَاهُم بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾[91](اور ہم ان کو اچھے اور برے حالات سے آزمائش میں مبتلا کرتے رہے کہ شاید یہ پلٹ آئیں).اور اسی طرح یہ قول: ﴿وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ﴾[92](اور ہم اچھے اور بُرے حالات میں ڈال کر تم سب کی آزمائش کر رہے ہیں آخر کار تمہیں ہماری ہی طرف پلٹنا ہے).اس کا تم آئے دن مشاہدہ کرتے رہتے ہو کہ اللہ رب العزت اپنے بندوں کو ہر طریقے سے آزماتا ہے، کبھی آسانی اور کشادگی عطا کر کے تو کبھی مصیبت اور تنگی میں مبتلا کر کے[93].

اسی طرح اللہ کی یہ حکمت ہے کہ اس نے بعض بیماریوں اور مریضوں کو دوسرے کیلئے عبرت اور نصیحت کا ذریعہ بنایا ہے کہ جب کوئی صحتمند شخص بیمار کو دیکھے تو اسے اس نعمت کی قدر کا اندازہ ہو جس نعمت میں وہ زندگی گزار رہا ہے،اور اسے اس بات کا بھی احساس ہو کہ کسی کے حق میں بھی نعمت ابدی نہیں ہے.

یہ مرض کو پیدا کئے جانے کی بعض حکمتیں ہیں،اور اس سے وہی فائدہ اٹھاتا ہے جو مصیبت پر صبر کرتا ہے اور نعمت کے حصول پر رب کا شکر ادا کرتا ہے،اور رب کی بنائی ہوئی تقدیر پر راضی برضا رہتا ہے اور یہ یقین رکھتا ہے کہ اس میں بھی ضرور رب کی کوئی نہ کوئی حکمت اور مصلحت ہے،اس

---

[91] سورۃ اعراف: آیت/168.

[92] سورۃ انبیاء: آیت/35.

[93] تفسیر ابن کثیر: (498/3).

موقع پر اسے یہ جان کر خوش بھی ہونا چاہیے کہ انبیاء سب سے زیادہ مصیبتوں سے دوچار ہوتے ہیں اور ان کے بعد وہ لوگ جو مرتبے میں ان کے قریب ہیں.

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے ہیں جبکہ آپ بخار میں مبتلا تھے، دیکھتے ہیں کہ آپ کے اوپر ایک چادر ہے،آپ نے چادر کے اوپر اپنا ہاتھ رکھا،اور بخار کی شدت آپ کو چادر کے اوپر تک محسوس ہوئی، آپ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ کو کس قدر شدید بخار ہے! اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہمارا حال اسی طرح ہے، ہم پر مصیبتیں شدید ہوا کرتی ہیں اور اس کا اجر بھی ہمیں زیادہ ملتا ہے"،ابو سعید نے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،سب سے زیادہ مصیبتیں کس پر آتی ہیں؟، آپ نے فرمایا:انبیاء پر پھر صالحین پر،ان میں سے کسی کو اس قدر غریبی دے کر آزمایا جاتا ہے کہ اسے پہننے کیلئے صرف ایک لباس ہی میسر ہوتا ہے جس کو وہ پیوند لگا کر پہن لیتا ہے،اور کسی کو جوں کے ذریعے آزمایا جاتا ہے جس کے ذریعے اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے،اور وہ مصیبتوں پر اتنا ہی خوش ہوا کرتے تھے جتنا تم کچھ ملنے پر خوش ہوتے ہو[94].

یہ اللہ کے مقرب بندے انبیاء ورسول اور صالحین کا حال ہے، تو ان سے کم مرتبے والے گنہگار اور رب سے دور بندوں کا کیا حال ہوگا؟!

مریض اگر صبر اور شکر کا دامن تھامے رہے تو ممکن ہے انبیاء وصالحین اور ان سے قریبی رتبے والوں کے زمرے میں اس کا شمار ہو جائے، خاص طور پر جبکہ وہ رب سے یہ التجا کرتا رہے کہ رب اس کو انبیاء وصالحین کی رفاقت نصیب فرمائے.

[94] الادب المفرد از بخاری، حدیث نمبر (510)،البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے.

اسلام میں موت کا فلسفہ

موت ایک اٹل حقیقت ہے،اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا،اور عموما یہ بغیر بتلائے آتی ہے، لیکن اپنے وقت مقررہ پر ہی آتی ہے: ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾[95](اور ہر ایک قوم کے لیے(موت کا)ایک وقت مقرر ہے۔جب وہ آجاتا ہے تو نہ تو ایک گھڑی دیر کر سکتے ہیں نہ جلدی).

یہ ایسا گھونٹ ہے جسے ہر ایک کو پینا ہے چاہے وہ مالدار ہو یا فقیر،عزیز ہو یا ذلیل،اور قوی ہو یا ضعیف: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ﴾[96](آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے اور تم سب اپنے اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں آتش دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے،رہی یہ دنیا،تو یہ محض ایک ظاہر فریب چیز ہے).

اللہ رب العزت نے کائنات کی ہر چیز کیلئے فنا ہونا مقدر کیا ہے،باقی رہنے والی صرف اکیلی اسی کی ذات ہے،فرمایا: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾[97](ہر چیز جو اس زمین پر ہے فنا ہو جانے والی ہے، اور صرف تیرے رب کی جلیل و کریم ذات ہی باقی رہنے والی ہے).

---

[95] سورۃ اعراف: آیت/34.

[96] سورۃ آل عمران: آیت/185.

[97] سورۃ الرحمان: آیات/26-27.

اگر موت سے بھاگنا انسان کے بس میں ہوتا تو اکثر و بیشتر لوگ اس سے بھاگنے کی کوشش کرتے، لیکن رب نے فرمایا: ﴿قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ ۖ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾[98](ان سے کہو جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تو تمہیں آ کر رہے گی پھر تم اس کے سامنے پیش کیے جاؤ گے جو پوشیدہ و ظاہر کا جاننے والا ہے، اور وہ تمہیں بتادے گا کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو)۔

اور بھاگ کر جائے گا بھی انسان تو کہاں جائے گا؟ کہیں بھی جائے گا اسے موت آدبوچے گی، فرمان باری ہے: ﴿أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾[99](رہی موت، تو جہاں بھی تم ہو وہ بہر حال تمہیں آ کر رہے گی خواہ تم کیسی ہی مضبوط عمارتوں میں ہو)۔

اس کے علاوہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ فرشتہ جسے رب نے روح قبض کرنے کیلئے مقرر کیا ہے (ملک الموت)، وہ رب کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا: ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ﴾[100](اپنے بندوں پر وہ پوری قدرت رکھتا ہے اور تم پر نگرانی کرنے والے مقرر کر کے بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو اس کے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی جان نکال لیتے ہیں اور اپنا فرض انجام دینے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتے)۔

اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ جب موت اس کے قریب آئے گی تو اس کے عزیز و اقارب یا ساتھ رہنے والے اس سے موت کو دور کر دیں گے یا اس کی روح کو اس کے جسم میں دوبارہ داخل کر سکیں گے، رب نے فرمایا: ﴿فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ ۞ وَأَنتُمْ حِينَئِذٍ تَنظُرُونَ ۞ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ

---

(98) سورۃ جمعہ: آیت/8.

(99) سورۃ نساء: آیت/78.

(100) سورۃ انعام: آیت/61.

مِنكُمْ وَلَـٰكِن لَّا تُبْصِرُونَ ﴿﴾ فَلَوْلَا إِن كُنتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ﴿﴾ تَرْجِعُونَهَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴾[101](تو جب مرنے والے کی جان حلق تک پہنچ چکی ہوتی ہے، اور تم آنکھوں سے دیکھ رہے ہوتے ہو کہ وہ مر رہا ہے،اُس وقت تمہاری بہ نسبت ہم اُس کے زیادہ قریب ہوتے ہیں مگر تم کو نظر نہیں آتے، اب اگر تم کسی کے محکوم نہیں ہو اور اپنے اِس خیال میں سچے ہو،اُس وقت اُس کی نکلتی ہوئی جان کو واپس کیوں نہیں لے آتے؟).

موت نے کتنے ہی بچوں کو اپنے والدین سے، والدین کو اپنے بچوں سے،دوست کو اپنے دوست سے، حبیب کو اپنے حبیب سے اور قریبی کو اپنے قریبی سے جدا کر دیا، کسی میں یہ طاقت نہیں تھی کہ موت سے کسی کو بچا سکیں، دوسروں کو موت سے بچانا تو دور کی بات ہے کوئی بھی شخص اپنے آپ کو موت سے نہیں بچا سکتا، فرمان باری تعالی ہے: ﴿الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ۗ قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴾[102](یہ وہی لوگ ہیں جو خود تو بیٹھے رہے اور ان کے جو بھائی لڑنے گئے اور مارے گئے ان کے متعلق انہوں نے کہہ دیا کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے تو نہ مارے جاتے، ان سے کہو اگر تم اپنے قول میں سچے ہو تو خود تمہاری موت جب آئے اُسے ٹال کر دکھا دینا).

رب کے اس قول کے مطابق موت واقعی مرنے والے کے دوست واحباب اور عزیز واقارب کیلئے ایک مصیبت ہے: ﴿فَأَصَابَتْكُم مُّصِيبَةُ الْمَوْتِ﴾[103](اور موت کی مصیبت تم کو پیش آجائے). لیکن کبھی کبھی یہی موت اس کیلئے مصیبت، بیماری کی شدت اور تکالیف سے راحت کا ذریعہ ہوتی ہے.

---

(101) سورۃ واقعہ: آیات/83-87.

(102) سورۃ آل عمران: آیت/168.

(103) سورۃ مائدہ: آیت/106.

جس شخص کی عاقبت جنت ہے اس کے حق میں موت واقعی رحمت ہے، کیونکہ وہ اس دنیا کی پریشانیوں اور تھکن سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے چھٹکارا پاجاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب اللہ کے نبی ﷺ کی سکرات کا عالم شروع ہوا تو آپ کی لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا نے افسوس کے عالم میں کہا: (ہائے میرے والد کی سخت تکلیف، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' :آج کے بعد تیرے والد پر کبھی سختی نہ ہو گی، اور تیرے والد پر وہ وقت آیا ہے جو سب پر آنے والا ہے، اب قیامت کے دن ملاقات ہو گی)[104].

اسی طرح کبھی موت زندوں کیلئے بھی راحت کا سامان بن جاتی ہے، جبکہ مرنے والا ایسے مرض میں مبتلا رہا ہو جس سے شفا کی امید ہی نہیں، یا مرنے والا درندہ صفت وحشی انسان رہا ہو جس کے شر سے لوگ خوفزدہ رہتے ہوں، اسی وجہ سے نیک والدین کے حق میں برے بچے کا قتل رحمت اور راحت کہلایا، جس کا ذکر سورہ کہف میں ہوا ہے کہ موسی علیہ السلام علم حاصل کرنے کیلئے ایک نیک شخص کے ہمراہ ہوتے ہیں، لیکن اس نیک شخص نے چند نہایت ہی عجیب وغریب امور انجام دیئے، جن میں سے یہ بھی ایک تھا: ﴿فَانطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَّقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا﴾[105] (پھر وہ دونوں چلے، یہاں تک کہ ان کو ایک لڑکا ملا اور اس شخص نے اسے قتل کر دیا موسیٰؑ نے کہا'' آپ نے ایک بے گناہ کی جان لے لی حالانکہ اُس نے کسی کا خون نہ کیا تھا؟ یہ کام تو آپ نے بہت ہی برا کیا'')، اس کے بعد انہوں نے موسی علیہ السلام سے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا: ﴿وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِينَا أَن يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۞ فَأَرَدْنَا أَن يُبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكَاةً وَأَقْرَبَ رُحْمًا﴾[106] (رہا وہ لڑکا، تو اس کے والدین مومن تھے،

---

[104] سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر (1627)، البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے.

[105] سورۃ کہف: آیت/74.

[106] سورۃ کہف: آیات/80-81.

ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ لڑکا اپنی سرکشی اور کفر سے ان کو تنگ کرے گا، اس لیے ہم نے چاہا کہ ان کا رب اس کے بدلے ان کو ایسی اولاد دے جو اخلاق میں بھی اس سے بہتر ہو اور جس سے صلہ رحمی بھی زیادہ متوقع ہو).

لہذا اس بچے کی موت اس کے والدین کے حق میں رحمت تھی اور خود اس بچے کے حق میں بھی کہ اس طرح موت کی وجہ سے وہ اپنی جوانی میں والدین کی نافرمانی کے گناہ سے محفوظ ہو گیا!.

جو کچھ بیان ہوا ہے اس میں در حقیقت موت اور زندگی کی تخلیق کا مقصد کارفرما ہے، اور وہ ہے انسان کو آزمانا، اور جنتی اور جہنمی ہونے کا فیصلہ کرنا، جیسا کہ رب کا ارشاد ہے: ﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ﴾[107](جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے، اور وہ زبردست بھی ہے اور درگزر فرمانے والا بھی).

اور اس آزمائش کا مقصد ڈرانا اور خوفزدہ کرنا نہیں ہے، بلکہ عبرت اور نصیحت کا سامان فراہم کرنا ہے، تاکہ انسان کو اپنے مقصدِ وجود کا پتہ چلے اور وہ اپنی حقیقی زندگی کیلئے تیاری کر سکے، رب نے فرمایا: ﴿وَمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ ۚ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾[108] (اور دنیا کی یہ زندگانی تو محض کھیل تماشا ہے البتہ آخرت کے گھر کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے، کاش! یہ جانتے ہوتے).

جس کو موت کی حقیقت کا پتہ چل جاتا ہے، اس پر دنیا کی حقیقت بھی آشکار ہو جاتی ہے، لہذا وہ حقیقی زندگی یعنی آخرت کی تیاری میں لگ جاتا ہے، یہاں تک کہ جب اس کو موت آتی ہے تو وہ

---

[107] سورۃ ملک: آیت/2.

[108] سورۃ عنکبوت: آیت/64.

جنت میں داخلے کی تیاری کر چکا ہوتا ہے،اللہ ہم کو اور آپ کو اور تمام مسلمانوں کو بلاحساب اور بلاعذاب جنت میں داخلہ نصیب فرمائے.

اسی طرح جس کو موت کی حقیقت کا پتہ چل جاتا ہے وہ کسی کی موت پر حد سے زیادہ غم نہیں کرنا، نہ ہی وہ اپنے گالوں کو پیٹتا ہے نہ ہی کپڑے پھاڑتا ہے اور نہ ہی چیخ وپکار کرتا ہے، بلکہ وہ اللہ کے فیصلے کو برضاورغبت قبول کرتا ہے اور صبر کا مظاہرہ کرتا ہے، چاہے مرنے والا اس کا کتنا ہی عزیز کیوں نہ رہا ہوں.

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (جب کسی بندے کو تکلیف پہنچے اور وہ یہ دعا پڑھے(إِنَّا لله وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، اللهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي، وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا)یعنی یقیناً ہم بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور یقیناً ہم (بھی) اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ مجھے میری اس مصیبت میں اجر دے اور اس کے بعد مجھے (ضائع شدہ چیز سے) بہتر چیز عطا فرما۔(اس دعا کے پڑھتے رہنے سے (اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت کا ثواب دیتا ہے اور (ضائع شدہ چیز سے) بہتر چیز بھی عطا فرماتا ہے۔ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب (میرے پہلے خاوند سیدنا) ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو میں نے (مذکورہ دعا) پڑھی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا، تو (اس دعا کی برکت سے) اللہ تعالیٰ نے مجھے (پہلے خاوند) سے اچھے خاوند (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عطا فرما دیئے)[109].

چاہے جلدی یا دیر لیکن ہر ایک کو موت آنا ہے اور موت کی حقیقت کو جاننے کا یہ فائدہ ہے.

[109] صحیح مسلم، حدیث نمبر(918).

اسلام میں دعااور شرعی دَم کا فلسفہ

دعا عبادت ہے[110]. یہ ایک بہت ہی جامع حدیث ہے، اور اس حدیث میں بہت ساری ایمانی دلالتیں موجود ہیں، اس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ بندہ ہمیشہ ہی اپنے رب کا محتاج ہے، لہذا اسے صرف اپنے رب پر توکل کرنا چاہیے اور یہ ایمان رکھنا چاہیے کہ صرف وہی دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے اور مرض سے شفا نصیب کرنے والا ہے، وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس حکم دیتا ہے کہ ہو جا، اور وہ چیز ہو جاتی ہے.

دعا کی اس قدر اہمیت کی بنا اگر کوئی شخص اس میں کوتاہی کرتا ہے یا سرے سے دعا ہی نہیں کرتا تو ضرور اس کے ایمان میں خلل ہے، اسے اپنی اصلاح کرنی چاہیے، ارشاد باری ہے: ﴿كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ ﴿﴾ أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ﴾[111] (ہرگز نہیں، انسان سرکشی کرتا ہے، اِس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے).

کس سے ہے یہ بے نیازی؟

اس ذات سے جس نے پیدا کیا، اور ہر قسم کی نعمتوں سے نوازا؟ ایسی بے نیازی ہلاکت کا باعث ہے، اور ایسا تکبر جہنم میں داخل کرنے والا ہے، اس بے نیازی کی ایک علامت دعا ترک کر دینا ہے، جیسا کہ رب کا فرمان ہے: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾[112] (تمہارا رب کہتا ہے "مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول

---

[110] جامع ترمذی، حدیث نمبر (3372)، اور اس کو انہوں نے حسن صحیح قرار دیا ہے.

[111] سورۃ العلق: آیات/6-7.

[112] سورۃ مومن (غافر): آیت/60.

کروں گا، جو لوگ گھمنڈ میں آکر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں، ضرور وہ ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے'').

دعا کا عبادت ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ آدمی اس سے لاپرواہی برتے، بلکہ یہی وہ امر ہے جس سے ایک شخص کے رب پر ایمان کا اور اس کے ساتھ تعلق کا پتہ چلتا ہے، اور یہی توحید کی دلیل ہے، اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بندہ رب کے متعلق یہ ایمان رکھتا ہے کہ وہی جائے پناہ ہے، لہذا وہ مخلوق سے اپنا ناطہ توڑ کر رب کے حضور حاضر ہو جاتا ہے اور گڑگڑا کر اس کی بارگاہ میں اس سے التجائیں کرتا ہے، اور اس کیلئے سب سے افضل اوقات اور سب سے افضل طریقے کا انتخاب کرتا ہے، اور وہ اس حالت میں بھی رب سے مانگتا ہے جو حالت رب کو سب سے زیادہ پسند ہے، یعنی سجدے کی حالت میں اور وہ بھی قبلہ رخ ہو کر، ساتھ ہی ساتھ جہاں تک ہو سکے وہ رب کی اطاعت کا اور معصیت سے اجتناب کا عہد کرتا ہے، حلال رزق کھاتا ہے، خیر کا طلبگار ہوتا ہے، معصیت اور قطع تعلق کا سوال نہیں کرتا اور نہ ہی قبولیت دعا میں جلد بازی کرتا ہے، بلکہ جہاں تک ہو سکے وہ دعا کے آداب کا خیال رکھتا ہے.

قبولیت دعا کی ایک عام شرط یہ ہے کہ دعا مانگنے والا اللہ پر ایمان رکھے ،اس کے احکام کو بجالائے اور اس کی معصیت سے اجتناب کرے، جیسا کہ رب کا فرمان ہے: ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾[113] (جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں، اس لئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں، یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے).

---

(113) سورۃ بقرہ: آیت/186.

اس عام قاعدے سے مظلوم اور مجبور کی دعا مستثنیٰ ہے، کیونکہ مظلوم اور مجبور بھلے ہی رب پر ایمان نہ رکھتے ہوں مگر رب ان کی دعا کو بھی سنتا ہے اور ان کا ساتھ دیتا ہے، کیونکہ وہی سارے جہاں کا پالنہار ہے.

ذرا رب العالمین کے اس فرمان پر غور کریں: ﴿هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا كُنتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿﴾ فَلَمَّا أَنجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰ أَنفُسِكُم ۖ مَّتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾[114] (وہ اللہ ہی ہے جو تم کو خشکی اور تری میں چلاتا ہے چنانچہ جب تم کشتیوں میں سوار ہو کر بادِ موافق پر فرحاں وشاداں سفر کر رہے ہوتے ہو اور پھر یکایک بادِ مخالف کا زور ہوتا ہے اور ہر طرف سے موجوں کے تھپیڑے لگتے ہیں اور مسافر سمجھ لیتے ہیں کہ طوفان میں گھر گئے، اُس وقت سب اپنے دین کو اللہ ہی کے لیے خالص کر کے اس سے دُعائیں مانگتے ہیں کہ اگر تو نے ہم کو اس بلا سے نجات دے دی تو ہم شکر گزار بندے بنیں گے، مگر جب وہ ان کو بچا لیتا ہے تو پھر وہی لوگ حق سے منحرف ہو کر زمین میں بغاوت کرنے لگتے ہیں لوگو، تمہاری یہ بغاوت اُلٹی تمہارے ہی خلاف پڑ رہی ہے دنیا کے چند روزہ مزے ہیں (لوٹ لو)، پھر ہماری طرف تمہیں پلٹ کر آنا ہے، اُس وقت ہم تمہیں بتا دیں گے کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو).

جب بندہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور صرف اسی کا خوف اپنے دل میں بسا کر اسی پر توکل کرتا ہے اور اس کا تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اسے اس بات کا بھی یقین رہنا چاہیے کہ اس کی دعا ضرور قبول ہو گی، کیونکہ یہی رب کا وعدہ ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ

[114] سورۃ یونس: آیات/22-23.

بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾[115] (بلاشبہ اللہ تعالٰی نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔ وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے، تو تم لوگ اپنے اس سودے پر جس کا تم نے معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ، اور یہ بڑی کامیابی ہے).

مگر ہاں یہ بات ذہن میں رکھیں کہ دعا کی قبولیت کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہے کہ بندہ جو چیز مانگے یا جس سے خلاصی چاہے بعینہ وہی چیز اسے مل جائے، بلکہ اللہ اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق جو بندے کے حق میں بہتر ہوتا ہے وہ عطا کرتا ہے، کیونکہ بندہ نہیں جانتا کہ کونسی چیز اس کے حق میں بہتر ہے، بلکہ بسا اوقات وہ کسی چیز کا سوال کر رہا ہوتا ہے مگر وہ اس کے حق میں نقصاندہ ہوتی ہے اور کسی چیز کو ناپسند کر رہا ہوتا ہے مگر وہی اس کے حق میں بہتر ہوتی ہے، لیکن رب کو اس بات کا پتہ ہے کہ کونسی چیز اس کے حق میں بہتر ہے اور کونسی نقصاندہ، لہذا ہمیں فیصلہ اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے، اور اسی کی تعلیم ہم کو استخارے کی نماز کے ذریعے دی گئی ہے.

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں: (رسول اللہ ﷺ ہمیں اپنے تمام معاملات میں استخارہ کرنے کی اسی طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح قرآن کی کوئی سورت سکھلاتے۔ آپ ﷺ فرماتے کہ جب کوئی اہم معاملہ تمہارے سامنے ہو تو فرض کے علاوہ دو رکعت نفل پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھو « اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ العَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلاَ أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلاَ أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الغُيُوبِ، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ

---

(115) سورۃ توبہ: آیت/111.

أَمْرِي - أَوْ قَالَ عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ - فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي، ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي - أَوْ قَالَ فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ - فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ، وَاقْدُرْ لِي الخَيْرَ » (ترجمہ '')اے میرے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کی بدولت خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کی بدولت تجھ سے طاقت مانگتا ہوں اور تیرے فضل عظیم کا طلبگار ہوں کہ قدرت تو ہی رکھتا ہے اور مجھے کوئی قدرت نہیں۔ علم تجھ ہی کو ہے اور میں کچھ نہیں جانتا اور تو تمام پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔ اے میرے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام جس کے لیے استخارہ کیا جارہا ہے میرے دین دنیا اور میرے کام کے انجام کے اعتبار سے میرے لیے بہتر ہے یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) میرے لیے وقتی طور پر اور انجام کے اعتبار سے یہ (خیر ہے) تو اسے میرے لیے نصیب کر اور اس کا حصول میرے لیے آسان کر اور پھر اس میں مجھے برکت عطا کر اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین، دنیا اور میرے کام کے انجام کے اعتبار سے برا ہے۔ یا (آپ ﷺ نے یہ کہا کہ) میرے معاملہ میں وقتی طور پر اور انجام کے اعتبار سے (برا ہے) تو اسے مجھ سے ہٹا دے اور مجھے بھی اس سے ہٹا دے۔ پھر میرے لیے خیر مقدر فرما دے، جہاں بھی وہ ہو اور اس سے میرے دل کو مطمئن بھی کر دے''۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کام کی جگہ اس کام کا نام لے)[116].

اور دعا کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بندہ دعا کرنے کے بعد ہاتھ باندھ کر غیر ضروری توکل اور کسل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خاموش بیٹھ جائے، بلکہ یہ درحقیقت اپنے آپ کو ہلاکت میں جھونکنا ہے، اور رب نے اس سے منع فرمایا ہے: ﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾[117] (اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو)، اور ساتھ ہی یہ اللہ کے نبی ﷺ کی سنت کے خلاف

---

[116] صحیح بخاری، حدیث نمبر (6382).

[117] سورۃ بقرہ: آیت/195.

بھی ہے، کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ نے یہ تعلیم دی کہ تمام اسباب اختیار کئے جائیں اور ساتھ ہی دعا واذکار کے ذریعے رب سے مدد طلب کی جائے اور اس پر توکل کیا جائے، جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ایک صحابی کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: (اپنی اونٹنی کو باندھ دو اور اللہ پر توکل کرو)[118].

اسی ضمن میں شرعی دم بھی آتا ہے، یہ وہ دعائیں اور اذکار ہیں جن کو پڑھ کر مریض پر دم کیا جاتا ہے، اور یہ بھی اسباب میں داخل ہے، لیکن مطلق طور پر علاج کا بدل نہیں ہے، اور جو یہ سمجھتا ہے کہ مریض کو صرف دم ہی سے شفا مل جائے گی وہ رب کی سنت سے واقف نہیں ہے، جس میں اسباب کو اختیار کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، مثال کے طور پر مریم علیہا السلام کا واقعہ ہمارے سامنے ہے، اللہ چاہتا تو ان کو کھجور کے درخت کی ٹہنی ہلانے کا حکم ہی نہیں دیتا اور بغیر کچھ کئے ان کو رزق دے دیتا، اور اسی طرح غزوات میں شرکت کئے بغیر بھی اللہ اپنے پیارے حبیب محمد ﷺ کو کامیابی اور فتح نصیب کر سکتا تھا.

اور آخری بات یہ عرض ہے کہ ضروری نہیں ہے دعا اور دم کا اثر اس صورت میں نظر آئے کہ ہم نے جو مانگا ہے وہ ہمیں عطا کر دیا جائے، بلکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت اس دعا کو اپنے پاس ذخیرہ کر لیتا ہے، شرط یہ ہے بندہ رب کی رحمت سے مایوس نہ ہو: ﴿إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ﴾[119] (اللہ کی رحمت سے تو بس کافر ہی مایوس ہوا کرتے ہیں)، اور دعا قبول ہونے میں جلدی نہ مچائے، جیسا کہ احادیث میں آتا ہے: (بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ جلدی نہ کرے کہ کہنے لگے کہ میں نے دعا کی تھی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی)[120].

---

[118] جامع ترمذی، حدیث نمبر (2517)، البانی نے (تخریج مشکلۃ الفقر: 23/1) میں اس کو حسن قرار دیا ہے.

[119] سورہ یوسف: آیت/87.

[120] صحیح بخاری، حدیث نمبر (6340)، صحیح مسلم، حدیث نمبر (2735).

مثال کے طور پر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک باپ اپنے بیٹے کے علاج کی مکمل کوشش کرتا ہے اور اخلاص کے ساتھ رب سے اس کے حق میں یہ دعا بھی کرتا ہے کہ وہ اس کی حفاظت فرمائے، لیکن ہوتا یہ ہے کہ اس کا بیٹا وفات پا جاتا ہے، تو کیا ایسی صورت میں باپ اپنے رب سے ناراض ہو جائے یا یہ یقین رکھے کہ رب نے اس کے حق میں خیر کا ہی فیصلہ کیا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ رب نے اس کے بیٹے کو شہید کا درجہ دیا ہو، اور اسے بہت ساری تکالیف سے راحت نصیب کی ہو، پھر وہ اسے لوٹائے تاکہ وہ اسے جنت عدن میں داخل کرے اور اپنے گھر والوں سے ملاقات کرے، اب بتلاؤ ان دونوں میں سے بہتر کیا ہے؟!

اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ اس صورت میں باپ کی حالت اس بے کس اور مجبور شخص کی سی ہے جس کی دعا کو رب کے علاوہ کوئی قبول نہیں کر سکتا، جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿ أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ ﴾[121] (کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جبکہ وہ اُسے پکارے). اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر حال میں ایسے بے کس کی دعا قبول ہوتی ہے، لیکن دعا کی قبولیت کی صورت وہ ہوتی ہے جو رب کی حکمت اور علم کے لحاظ سے بندے کے حق میں بہتر ہوتی ہے، اس طرح موت کا فیصلہ بھی بندے کے حق میں خیر بن جاتا ہے.

یہ ہے اسلام میں دعا کا فلسفہ، جس کا علم ہر مسلمان کو ہونا چاہیے، کیونکہ دعا ایمان کی علامت ہے، اور جو دعا نہیں کرتا وہ اللہ کی قدرت پر یقین نہیں رکھتا.

---

[121] سورۃ نمل: آیت/62.

دعائیں اور شرعی دَم

یہ وہ شرعی رقیہ (دَم) ہے جس کو میں نے عبداللہ کیلئے کئی پانی کی بوتلوں پر پڑھا، تاکہ وہ اس کو پیے اور اس سے غسل کرے، جتنا ہو سکا اس نے وہ پانی پیا اور اس سے غسل بھی کیا، لیکن اس پانی کے ختم ہونے سے پہلے ہی موت نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا، ہر حال میں اللہ کا شکر ہے:

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۞ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ۞ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ ۞ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۞ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۞ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ [122]

﴿الم ۞ ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۞ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۞ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۞ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [123]

﴿وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ۞ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۞ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ

---

[122] سورۃ فاتحہ: آیات/1-7.

[123] سورۃ بقرہ: آیات/1-5.

أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ ۗ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ ﴾[124]

﴿اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۚ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ ۚ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۖ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۖ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴿﴾ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۖ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿﴾ اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ ۗ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴾[125]

﴿الم ﴿﴾ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ﴿﴾ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ ﴿﴾ مِن قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنزَلَ الْفُرْقَانَ ۗ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ ﴿﴾ إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ﴾[126]

﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ

---

[124] سورۃ بقرہ: آیات/163-165.

[125] سورۃ بقرہ: آیات/255-257.

[126] سورۃ آل عمران: آیات/1-5.

﴿تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۞ ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۞ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ۞﴾[127]

﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ ۖ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ۞ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۞ فَغُلِبُوا هُنَالِكَ وَانقَلَبُوا صَاغِرِينَ ۞﴾[128]

﴿فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُم مُّوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنتُم مُّلْقُونَ ۞ فَلَمَّا أَلْقَوْا قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُم بِهِ السِّحْرُ ۖ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ۞ وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۞﴾[129]

﴿قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِمَّا أَن تُلْقِيَ وَإِمَّا أَن نَّكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَلْقَىٰ ۞ قَالَ بَلْ أَلْقُوا ۖ فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ ۞ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوسَىٰ ۞ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنتَ الْأَعْلَىٰ ۞ وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا ۖ إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سَاحِرٍ ۖ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ ۞﴾[130]

﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۞ فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ۞ وَمَن يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِندَ رَبِّهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ۞ وَقُل رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ۞﴾[131]

---

[127] سورہ اعراف: آیات/54-56.

[128] سورہ اعراف: آیات/117-119.

[129] سورہ یونس: آیات/80-82.

[130] سورہ طٰہ: آیات/65-69.

[131] سورۃ مومنون: آیات/115-118.

﴿وَالصَّافَّاتِ صَفًّا ۞ فَالزَّاجِرَاتِ زَجْرًا ۞ فَالتَّالِيَاتِ ذِكْرًا ۞ إِنَّ إِلَٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۞ رَّبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۞ إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ ۞ وَحِفْظًا مِّن كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ ۞ لَّا يَسَّمَّعُونَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ وَيُقْذَفُونَ مِن كُلِّ جَانِبٍ ۞ دُحُورًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ ۞ إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۞ فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَم مَّنْ خَلَقْنَا ۚ إِنَّا خَلَقْنَاهُم مِّن طِينٍ لَّازِبٍ ۞ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ۞ وَإِذَا ذُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ ۞ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ ۞ وَقَالُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴾[132]

﴿سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَ الثَّقَلَانِ ۞ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۞ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَن تَنفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانفُذُوا ۚ لَا تَنفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ ۞ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴾[133]

﴿لَوْ أَنزَلْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۚ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۞ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۖ هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ۞ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۞ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ ۖ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ۚ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾[134]

---

[132] سورۃالصافات: آیات/1-15.

[133] سورۃالرحمان: آیات/31-34.

[134] سورہ حشر: آیات/21-24.

﴿الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا ۖ مَّا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَٰنِ مِن تَفَاوُتٍ ۖ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ ﴿﴾ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ﴾[135]

﴿وَإِن يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ﴿﴾ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ﴾[136]

﴿قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ﴿﴾ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ۖ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا﴾[137]

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ﴿﴾ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ﴿﴾ وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ ﴿﴾ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدتُّمْ ﴿﴾ وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ ﴿﴾ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾[138]

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴿﴾ مِن شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿﴾ وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ﴿﴾ وَمِن شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ ﴿﴾ وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾[139]

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿﴾ مَلِكِ النَّاسِ ﴿﴾ إِلَٰهِ النَّاسِ ﴿﴾ مِن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ﴿﴾ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ﴿﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾[140]

---

[135] سورۃ ملک: آیات/3-4.

[136] سورۃ القلم: آیات/51-52.

[137] سورہ جن: آیات/1-2.

[138] سورۃ الکافرون: آیات/1-6.

[139] سورۃ الفلق: آیات/1-5.

[140] سورۃ الناس: آیات/1-6.

- «اللَّهُمَّ رَبَّ النَّاسِ أَذْهِبِ البَاسَ رَبَّ النَّاسِ، وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لاَ شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لاَ يُغَادِرُ سَقَمًا» (سات مرتبہ).
- « أَسْأَلُ اللهَ الْعَظِيمَ، رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيَكَ » (سات مرتبہ).
- «أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَأَنْ يَحْضُرُوْنِ» (تین مرتبہ).
- «بِسْمِ اللهِ الشَّافِي اللَّهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ وَصَدِّقْ رَسُوْلَكَ».

قبولیتِ دعا کی صورتیں

جب عبداللہ کا مرض شدید ہو گیا اس وقت رہ رہ کر دل میں یہ خیال آتا کہ آخر کیوں ہم رب کی بارگاہ میں صرف پریشانی اور تکلیف کے وقت دہائی دیتے ہیں؟ آسانی اور راحت کے موقع پر کیوں ہم اسے بھول جاتے ہیں؟ کیا یہی وہ معبود نہیں ہے جو بندوں پر ہمیشہ مہربان ہوتا ہے، ان کی پکار کو سنتا ہے اور ان کے بالکل قریب ہوتا ہے، جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا: ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴾[141] (جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں اس لئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں، یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے).

اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دعا ایک اہم عبادت ہے، اس کے علاوہ یہاں ایک بات یہ غور کرنے کی ہے کہ قرآن مجید میں تقریبا چودہ مقامات پر سوالات وارد ہوئے ہیں، اور ہر جگہ اس کی ابتداء (یسألونک) سے ہوتی ہے، یعنی وہ آپ سے سوال کرتے ہیں، اور اس کا جواب جب اللہ دیتا ہے تو کہتا ہے (قل) یا (فقل) یعنی اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجئے، مگر اس مقام پر سوال کی ابتداء شرطیہ کلمہ سے کی گئی اور جواب دیتے وقت بھی (قل) یا (فقل) کے الفاظ نہیں آئے بلکہ کہا ''میں بالکل قریب ہوں، اور ہر پکارنے والے کی پکار کو قبول کرتا ہوں''، اس طرح اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رب اپنے بندے سے دعا کے وقت بہت قریب ہوتا ہے.

---

[141] سورۃ بقرہ: آیت/186.

اور اسی طرح اس آیت میں آئے لفظ ﴿ إِذَا دَعَانِ ﴾ (یعنی جب کبھی وہ مجھے پکارے) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دعا مانگنے والے کی وہی دعا بس قبول ہوتی ہے جو حضور قلب کے ساتھ مانگی جائے اور مانگنے والا یہ یقین رکھے کہ رب ذوالجلال ہی بس دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے.

اس آیت سے اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ اللہ ہر پکارنے والے کی پکار کو قبول کرتا ہے، مگر اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ جو مانگتا ہے رب فوراً اور بعینہ وہی چیز عطا کر دیتا ہے، بلکہ دعا کی قبولیت میں کبھی تاخیر ہوتی ہے جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بندہ رب کے اور قریب ہوتا ہے اور گڑگڑا کر رب کے آگے اپنے ہاتھ پھیلا دیتا ہے اور اپنی عاجزی وانکساری کو رب کے آگے پیش کرتا ہے، جس سے اس کا ایمان مزید بڑھتا ہے اور وہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ رب اس کی دعا کو ذخیرۂ آخرت بنالیتا ہے، اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت اس کی دعا کی وجہ سے اس سے بلائیں اور تکلیف کو دور کر دیتا ہے، کیا ہی وسیع ہے رب کی رحمت، لیکن بہت سے جاہل اس حقیقت کو جانتے ہی نہیں، بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک فلاں یا فلاں ولی کا وسیلہ نہ لیا جائے یا فلاں کے دربار میں حاضری نہ دی جائے اس وقت تک دعا قبول نہیں ہوتی.

ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ توفیق یہ نہیں ہے کہ اللہ تم کو تمہارے ہی حوالے کر دے، بلکہ یہ تو ناکامی، ذلت اور رسوائی ہے[142]. لہذا دعا کی توفیق ملنا بھی خیر ہے، اور یہ بھی رب کے ہاتھ میں ہے بندے کے ہاتھ میں نہیں ہے، جس کو دعا کی توفیق مل جاتی ہے گویا کامیابی کی کنجی اس کے ہاتھ آگئی ہے، امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "مجھے قبولیت دعا کا کوئی غم نہیں ہے، بلکہ مجھے تو بس دعا کی فکر ہوتی ہے، اگر دعا کی توفیق مجھے مل جاتی ہے تو وہ ضرور بضرور قبول بھی ہوگی".

کتنی عظیم یہ نعمت ہے کہ بندہ اپنے رب کے آگے اپنی عاجزی وانکساری کی دہائی دے کر اپنے خالق ومالک اور رازق کے آگے اپنے ہاتھ پھیلا دے، اور دنیا وآخرت کی بھلائی کا اس سے سوال

---

[142] مدارج السالکین: (415/1).

کرے،اللہ سے دعاہے کہ وہ ہم کواسی پر توکل کرنے اوراسی کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دست سوال دراز کرنے کی توفیق نصیب فرمائے،اور ہم گنہگاروں اور کوتاہوں کی دعاقبول فرمائے.

قبولیت دعاکی بعض شرطیں:

1- دعا کرنے والا اپنے دل اور روح کو صاف کرے، اپنے رب کی جانب رجوع ہو، اور انبیاءاور رسول کے طریقے پر چلنے کی کوشش کرے.

2- اپنے مال کو حرام کی آمیزش سے پاک کرے،اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:(جو یہ چاہتا ہے کہ اس کی دعا قبول ہو وہ اپنے مال اور غذا کو پاک رکھے)، کیونکہ جب حرام کی آمیزش ہو جاتی ہے تو دعا قبول نہیں ہوتی، جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:(اللہ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول کرتا ہے،اور اللہ نے مومنین کواسی چیز کا حکم دیا ہے جس کا حکم اس نے رسولوں کو دیا تھا)،اس کے بعد آپ نے ایسے مسافر شخص کا تذکرہ کیا جس کی حالت پراگندہ ہے،اور وہ اپنے ہاتھ رب کی بارگاہ میں اٹھاکراس سے مانگ رہا ہے، لیکن اس کا کھانا، پینا، اوڑھنا بچھونا سب حرام کا ہے، بھلااس کی دعا کیسے قبول ہو گی؟!.

3- ہر قسم کے فتنہ وفساد کے خلاف اپنی کوشش ہمیشہ برقرار رکھے،لوگوں کو بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے، کیونکہ جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے بے اعتنائی برتی جاتی ہے تو دعا قبول نہیں ہوتی،اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:(تم بھلائی کا حکم دو اور برائیوں سے روکو، ورنہ برے لوگ تم پر مسلط کر دیئے جائیں گے اس کے بعد اچھے لوگوں کی دعا بھی قبول نہیں ہو گی).

قبولیت دعا کی صورتیں:

مذکورہ بالا شرطیں پوری ہونے کے باوجود بھی اگر دعا قبول نہ ہو تو یہ سمجھنا چاہیے کہ ہو سکتا ہے رب نے اس سے کسی پریشانی اور تکلیف کو دور کر دیا ہو گا یا اس کی دعا کو ذخیرۂ آخرت بنالیا ہو گا، اور قیامت کے دن اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے گا، اور دوہرا اجر عطا کرے گا، ایک اجر اس کی دعا کا اور دوسرا اجر اس کی اپنی مصیبت پر صبر کرنے کا.

اور چاہیے کہ دعا کرنے والا قبولیت کی جلدی نہ مچائے، کیونکہ اس سے دعا قبول نہیں ہوتی، جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: (''جب تک بندہ جلدی نہ مچائے دعا قبول ہوتی ہے'' صحابہ نے سوال کیا: جلدی مچانے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ یہ کہے کہ ''میں نے بار ہا دعا کی لیکن قبول نہیں ہوئی'').

فون پر بھیجے جانے والے شرعی دَم

عبداللہ کے علاج کے دوران میرے فون پر شرعی دم پر مشتمل یہ رسالہ (پیغام) آیا، میں قارئین کرام کے استفادہ کی غرض سے اس کو جوں کا توں یہاں نقل کر رہا ہوں، اللہ سے دعا ہے کہ جس نے بھی اس کو جمع کیا ہے، اور استفادہ کی غرض سے عام کیا ہے اس کو بہترین اجر عطا فرمائے، اور ان مشائخ پر بھی رحم فرمائے جن کی آواز کو اس میں جگہ دی گئی ہے. ان میں سے بعض دم کو میں نے خود سنا ہے اور بحمد اللہ قرآنی آیات، اور صحیح وثابت اذکار پر مشتمل پایا ہے.

تعلیمات:

ہیڈ فون لگالیں اور آرام کے ساتھ بیٹھ کر اس رقیہ شرعیہ (شرعی دم) کو ایک یا دو مرتبہ سنیں، اللہ نے چاہا تو ضرور طبیعت میں بہتری محسوس کریں گے.

http//:ia.600908us.archive.org/5/items/allrqe_h/allrqe_h.mp3

اس نیک کام کو عام کرنے میں بخیلی اور کوتاہی نہ کریں.

مختلف قراء اور مشائخ کی آواز میں شرعی دم، اللہ اسے میرے، میرے والد، میری والدہ، میرے گھر والے اور اس کو عام کرنے والوں کے حق میں صدقہ جاریہ بنادے.

ماہر معیقلی کی آواز میں شرعی دم

http//:v.ht27881/E-99gto

احمد العجمی کی آواز میں شرعی دم

http//:v.ht27881/E-99jNh

سعد الغامدی کی آواز میں شرعی دم

http//:v.ht27881/E-99erR

مشاری العفاسی کی آواز میں شرعی دم

http//:v.ht27881/E-99Lex

ابو العالیہ الجورانی کی آواز میں شرعی دم

http//:v.ht27881/E-99x0E

محمد المحیسنی کی آواز میں شرعی دم

http//:v.ht27881/E-99woj

ناصر القطامی کی آواز میں شرعی دم

http//:v.ht27881/E-99pzn

خالد الجلیل کی آواز میں شرعی دم

http//:v.ht27881/E-99Djg

فارس عباد کی آواز میں شرعی دم

http//:v.ht27881/E-99bk 4

یاسر الدوسری کی آواز میں شرعی دم

http//:v.ht27881/E-99qVq

احمد البلیہد کی آواز میں شرعی دم

http//:v.ht27881/E3-99Q1

خالد القحطانی کی آواز میں شرعی دم

http//:v.ht27881/E-99knS

نبیل العوضی کی آواز میں شرعی دم

http//:v.ht27881/E5-99JL

جن کے پاس بھی گروپ ہیں وہ ان میں اس دَم کو عام کرے. اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے.

الغرض کہنے کی یہ بات ہے کہ عبداللہ کے مرض اور اس کے علاج کے دوران ہمارے فون پر واٹس ایپ کے ذریعے دعاؤں کی بارش ہوا کرتی تھی، جس میں عبداللہ کی صحتیابی کی دعا اور ہمارے لئے تسلی شامل ہوتی تھی، ان تمام کو یہاں ذکر کرنا بھی مشکل ہے.

بہر حال دعا میں اخلاص اور خشوع و خضوع اہم ہے، تکلف کے ساتھ کی جانے والی لمبی لمبی اور ہم وزن دعاؤں کا کوئی فائدہ نہیں.

دعا کی درخواست کرتے ہوئے عبداللہ کی والدہ کا پیغام

اپنے اور عبداللہ کے چاہنے والوں کے نام

الحمدللہ

میرے اور صاف اور پاکیزہ دل رکھنے والے عبداللہ کے چاہنے والو، جس کی میں ماں ہوں اور چوبیس برس کی عمر تک میں نے اس کو نہیں دیکھا کہ وہ کسی سے ناراض ہوا ہو یا کسی کا دل دکھایا ہو، رب نے چاہا تو ضرور اس کو شفا عطا کرے گا.

میں آپ تمام سے اس کے حق میں خلوص دل سے دعا کی درخواست کرتی ہوں.

یہ میری دعا ہے اور پروردگار تو ہی اس کو قبول کرنے والا ہے

اے آسمان وزمین کو پیدا کرنے والے حی وقیوم اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والے عظیم وجبار یہ میرا بیٹا عبداللہ تیرے کمزور اور فقیر بندوں میں سے ہے، اسے بیماری نے آدبوچا مگر اس نے اور ہم نے بھی صبر کیا، تیری تعریف بیان کی اور تیرے فیصلے پر ہم راضی ہوگئے، اے پروردگار وہ تیری مرضی کے تحت تیری رحمت کا محتاج ہے، اے اللہ، تو نے ایوب کو شفا عطا کی، موسی کو ان کی ماں کے پاس لوٹایا، یونس کو مچھلی کے پیٹ سے بچایا اور تو نے آگ کو ابراہیم کے حق میں ٹھنڈی اور سلامتی والی بنادیا، اے پروردگار تو عبداللہ کو شفا عطا فرما، اے اللہ انہوں نے وقت دے دیا ہے، مگر فیصلہ تیرے ہاتھ میں ہے، اور تو عظیم طاقت کا مالک ہے، اس پر رحم کا معاملہ فرما، اور اس کی بیماری کا مکمل خاتمہ فرمادے کہ دوبارہ وہ لوٹ کر بھی اس تک نہ آئے.

غمزدہ کی پریشانی کو دور کرنے والے، بے کس و مجبور شخص کی پکار سننے والے اے اللہ تو میرے رنج والم اور غم کو مجھ سے دور کردے، میری حالت زار پر رحم فرما، میری دعا قبول فرمالے، اور میرے بیٹے کو غیب سے شفانصیب فرما، اور مجھ کو راحت نصیب فرما.

اے اللہ میں تیرے عظیم لطف و کرم اور رحمت و عطا کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ تو تیرے کمزور وناتواں اور تیرے محتاج بندے عبداللہ کو جو تیری کمزور وناتواں اور محتاج بندی کا بیٹا ہے اسے شفاعطا فرما، تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے، تو ہی ہماری امید اور تو ہی ہمارا سہارا ہے، ہم اپنا معاملہ تیرے حوالے کرتے ہیں، اے پروردگار تو ہم پر رحم فرما، اس کے علاج کو آسان فرما، اس کی بیماری کو ختم کردے اور دوا میں تاثیر پیدا فرما.

اے اللہ ہم تیرے نام العظیم اور الکریم کا اور (لَا إِلَـٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ) کا واسطہ دے کر سوال کرتے ہیں کہ تو اس کو جلد سے جلد شفاعطا فرما، اے اللہ تو اسے جلد شفاعطا فرما، اے اللہ تو اسے جلد شفاعطا فرما، کلمہ (کن) کے ذریعے تمام امور انجام دینے والے اور تمام امور کی تدبیر کرنے والے اللہ، تو اس کے ساتھ اچھا معاملہ فرما، اپنے نیک بندوں کو اس کیلئے مسخر فرما، اسے صبر کرنے والوں میں سے بنادے، اس کی تکلیف کو اس کیلئے رفع درجات اور قوت کا سبب بنادے، اسے صحت وعافیت کی دولت سے نواز اور اسے اس کی ہر تکلیف سے چھٹکارا نصیب فرما.

اے اللہ وہ تیرا محتاج بندہ ہے اور تو مہربان اور خوب عطا کرنے والا ہے، اے سمیع و قریب اور دعاؤں کو سننے والے پروردگار تو اسے صحت وعافیت عطا فرما.

اے اللہ تو اسے ثابت قدمی، اور سکون واطمینان نصیب فرما، اور اسے راضی ہونے والا بنادے، تیرے لطف و کرم کا واسطہ اے میرے پروردگار تو اس پر رحم فرما، تیری محبت کا واسطہ تو اس

کیلئے اپنا لشکر مسخر کر دے، تیری قدرت اور طاقت کا واسطہ تو اس کی کمزوری کو دور فرما، اور اسے ہر تکلیف سے نجات دے.

اے اللہ تیرے اسم اعظم کا واسطہ تو اس کے دل کو مضبوط بنادے، اس کے سینے کو وسیع کر دے، اور اس کو سلامتی اور صحت عطا کرتے ہوئے اسے خوش کر دے، اے بگڑی بنانے والا مولا تو ہر چیز پر قادر ہے.

اے اللہ تمام تعریف تیرے لئے ہے، تو حنان ہے اور منان ہے، تو ہی زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا ہے، تو ہی جاہ و جلال کا مالک ہے اور تو ہی حی اور قیوم ہے، اے پروردگار، عبداللہ تیری محتاج، تیری پناہ چاہنے والی ایک مسکین بندی کا بیٹا ہے، اے اللہ میں تجھ سے یہ سوال کرتی ہوں کہ تو ہماری تکلیف کو دور فرما، ہمارے بیٹے کو شفا عطا فرما اور ہمارے اور اس کے دل کو شادماں کر دے.

اے اللہ میں نے اپنے آپ کو، اپنے تمام معاملات کو اور اپنی تمام پریشانیوں کو تیرے سپرد کر دیا ہے، اے پروردگار تو میرا ساتھ دے اور میرے لئے کافی ہو جا، اور تو ہی اکیلا کارساز ہے، اے اللہ تو میری حاجت پوری فرما اور میری دعا کو قبول فرما، اے اللہ میری مدد فرما، اے اللہ میری مشکل میں میری مدد فرما، اے اللہ میری توقع سے زیادہ میری مدد فرما، اور جس بات کا مجھے خوف ہے اور جس سے میں بچنے کی کوشش کر رہی ہوں اس میں تو میرے لئے کافی ہو جا، تیرا ہی یہ فرمان ہے (کیا اللہ اپنے بندوں کیلئے کافی نہیں).

اے میرے پروردگار جس نے نوح کی پکار کی کو سنا اور اس کی مدد فرمائی.

جس نے ایوب کی تکلیف کو اس سے دور کیا، جس نے یعقوب کی پکار کو سنا اور یوسف اور ان کے بھائی کو ان سے ملادیا، اور اپنی رحمت سے آپ کی بینائی دوبارہ لوٹادی.

اے پروردگار عبداللہ کو شفاعطافرما، اس کی خواہش کو پوری فرما، ہر حال میں اس کی مدد فرما، اس کی پریشانی اور تکلیف کو دور فرمااور ہر مشکل سے نکلنے کا راستہ اسے فراہم کردے.

اے اللہ میں نے عبداللہ کو تیری امان میں دے دیا ہے، اے وہ ذات جس کے پاس رکھی ہوئی امانت ضائع نہیں ہوتی، اے پروردگار میں نے اس کے دماغ کو، اس کے دل کو، اس کی ہڈیوں کو ،اس کے کان، آنکھ، زبان، ہاتھ پیر اور تمام اعضاء کو اور اس کی قوت یادداشت اور اس کی جسمانی اور روحانی طاقتوں کو تیری امان میں دے دیا ہے.

اے اللہ تو اس کی اس کے آگے سے اس کے پیچھے سے اس کے دائیں سے اس کے بائیں سے اور اس کے اوپر سے اس کی حفاظت فرما، اور نیچے سے وہ اچک لیا جائے اس سے بھی میں تیری پناہ چاہتی ہوں.

اے اللہ آسمان کے فرشتوں کو اس کی حفاظت کے لئے مقرر فرمادے، اور ڈاکٹروں کے ہاتھ میں برکت اور دوا میں تاثیر عطافرما، اور اسے ہر بیماری اور خطرے سے محفوظ فرما، اے اللہ میں تجھ سے یہ سوال کرتی ہوں کہ تو اس کی بیماری کا مکمل خاتمہ کردے، جڑ سے اس کی بیماری نکال پھینک، اور شفا کا ہاتھ تو اس پر پھیر دے تاکہ وہ بیماری دوبارہ نہ آسکے، تو ہی اس پر قدرت رکھنے والا ہے.

اے اللہ تیری قدرت کا ایک نمونہ دکھلادے، جس سے ہمارا دل بھی خوش ہو جائے اور ڈاکٹر اچھنبے میں پڑ جائیں.

اے اللہ، عبداللہ کو شفا عطا کر کے مجھے خوش کردے، اور اسے اور اس کی اولاد کو میرے ساتھ حسن سلوک کا موقع عنایت فرما، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے، تو نے اپنی کتاب میں یہ فرمایا: ﴿فَمَا ظَنُّكُم بِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾[143] (آخر اللہ ربّ العالمین کے بارے میں تمہارا کیا گمان

---

[143] سورۃ الصافات: آیت/87.

ہے ؟). پروردگار تو ہی ہماری امید اور تو ہی ہمارا سہارا ہے، اور تجھ سے فقط ہمیں بھلائی کی امید ہے، پروردگار تو ہمیں عطا فرما اور محروم نہ رکھ، اور ہماری دعا قبول فرما خالی ہاتھ ہمیں نہ لوٹا، بس تو ہی اس پر قادر ہے.

اے ہم پر مہربان اللہ،

اے وسیع فضل ور حمت کے مالک،

خوب نوازنے اور عطا کرنے والے اے اللہ،

جس طرح تو نے اس کے والدین کو اس کی صحیح سلامت ولادت کے ذریعے خوش کیا،

اب تو ان کو اس کی سلامتی اور اس کی ذریت کے ذریعے ان کی خوشی مکمل فرما.

تیرے احسان کا بدلہ نہیں چکایا جا سکتا،

مگر تیری رحمت اور تیرے فضل سے بے نیازی بھی نہیں

بلند صفات اور اسماء حسنی کے مالک تیری رحمت اور تیرے فضل کے سایے میں ہمیں لے لے.

ان دلوں پر رحم کر جن کو غم والم نے تھکا دیا ہے،

اور ان نفوس پر رحم کر جن کو تکلیفوں نے بدحال کر دیا ہے،

اور ایسی شفا عطا کر کہ کوئی بیماری باقی نہ رہ پائے.

صدقہ وخیرات سے مریضوں کا علاج

کتاب اللہ اور صحیح سنت رسول ﷺ سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ صدقہ وخیرات کرنا رب سے قربت کا ایک اہم ذریعہ ہے، لہذا صدقہ وخیرات کرنے والے پر رب کی رحمت اور فضل کے بہت سارے دروازے کھل جاتے ہیں، یہ جنت میں دخول کا بھی ایک ذریعہ ہے، جیسا کہ بخاری اور مسلم کی ایک حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: (جو اللہ کے راستے میں دو چیزیں خرچ کرے گا اسے فرشتے جنت کے دروازوں سے بلائیں گے کہ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ اچھا ہے پھر جو شخص نمازی ہوگا اسے نماز کے دروازہ سے بلایا جائے گا جو مجاہد ہوگا اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے جو روزہ دار ہوگا اسے «باب الریان» سے بلایا جائے گا اور جو صدقہ کرنے والا ہوگا اسے صدقہ کے دروازہ سے بلایا جائے گا).

صدقہ وخیرات سے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: (آدمی کے لیے جو فتنہ اس کے اہل، مال، اولاد اور پڑوسی کے سلسلے میں ہوگا اسے نماز، روزہ، صدقہ (زکاۃ)، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مٹادیتے ہیں)[144].

اس سے رب کا غصہ ختم ہوجاتا ہے، جیسا کہ حدیث ہے: (صدقہ رب کے غصے کو بجھادیتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے)[145].

اس سے آگ کے عذاب اور قبر کے عذاب سے حفاظت ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: (اے عائشہ، آگ سے اپنا بچاؤ کرلو، اگرچہ کہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو)[146].

---

[144] جامع ترمذی، کتاب الزکاۃ.

[145] جامع ترمذی، حدیث نمبر (664).

اس سے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے، جیسا ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ﴿﴾ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ﴿﴾ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ﴿﴾ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ﴿﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ﴾[147] (اور اُس سے دور رکھا جائیگا وہ نہایت پرہیزگار، جو پاکیزہ ہونے کی خاطر اپنا مال دیتا ہے، اُس پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہے جس کا بدلہ اُسے دینا ہو، وہ تو صرف اپنے رب برتر کی رضاجوئی کے لیے یہ کام کرتا ہے، اور ضرور وہ (اُس سے) خوش ہو گا).

قرآن مجید کی بے شمار آیات اور صحیح سنت نبوی سے صدقہ وخیرات کے جو فضائل اور برکات ثابت ہیں وہ یہ ہیں کہ اس سے بلائیں دور ہو جاتی ہیں، جنت میں داخلہ نصیب ہوتا ہے، نفس کا تزکیہ ہوتا ہے، اور مال میں برکت نصیب ہوتی ہے، ہو سکتا ہے کہ ان برکات کی وجہ یہ ہو کہ اس سے صدقہ کرنے والے کے دل سے مال کی لالچ ختم ہوتی ہے، اس کا اپنے رب پر توکل بڑھ جاتا ہے، اور وہ انسان تو انسان ہیں پرندوں اور جانوروں پر بھی رحم کرنے والا بن جاتا ہے، اور اس کی بھی فضیلت اللہ کے نبی ﷺ سے ثابت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: (کوئی بھی مسلمان جو ایک درخت کا پودا لگائے یا کھیتی میں بیج بوئے، پھر اس میں سے پرند یا انسان یا جانور جو بھی کھاتے ہیں وہ اس کی طرف سے صدقہ ہے)[148].

صدقہ کرنے والے کا خیر اور اس کا رحم وکرم غیر مسلم تک بھی پہونچتا ہے، کیونکہ جمہور علماء کے بقول غیر مسلم پر بھی صدقہ جائز ہے، اور اس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے: ﴿لَّا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ

---

[146] مسند احمد، حدیث نمبر (24501).

[147] سورۃ لیل: آیات/17-21.

[148] صحیح بخاری، حدیث نمبر (2320)، صحیح مسلم، حدیث نمبر (1553).

يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴾[149](اللہ تمیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنہوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے). نیز یہ فرمان بھی: ﴿ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴾[150](اور اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں). اور اسی طرح اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: (ہر جاندار مخلوق کے سلسلے میں اجر ملتا ہے)[151]. خاص طور پر غیر مسلم پر صدقہ وخیرات کرنا ان کیلئے تالیف قلب کا ذریعہ ہے، اور یہ ان کو اسلام میں لانے کی عملی دعوت ہے، اس کے علاوہ صدقہ وخیرات کرنا اور مسکینوں کو کھانا کھلانا عمومی طور پر نیکی ہے، جس پر ہمیں ابھارا گیا ہے، اور جس طرح امن انسان کی ضرورت ہے، اسی طرح بھوک بھی انسان کی ایک اہم حاجت ہے جس کی جانب اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے: ﴿لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ ﴿﴾ إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ﴿﴾ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ ﴿﴾ الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ ﴾[152](چونکہ قریش مانوس ہوئے، (یعنی) جاڑے اور گرمی کے سفروں سے مانوس، لہٰذا اُن کو چاہیے کہ اِس گھر کے رب کی عبادت کریں، جس نے اُنہیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا).

کبھی صدقہ کرنے والا اس مال کا اس سے زیادہ ضرورت مند ہوتا ہے جس پر مال خرچ کیا جا رہا ہے، لیکن غالبا جس پر خرچ کیا جاتا ہے اس کا فائدہ اس کو دنیا میں ہوتا ہے، لیکن خرچ کرنے والے کی نیت اگر سچی ہو تو اس کا فائدہ اسے اس دنیا میں بھی ہوتا ہے اور آخرت میں بھی ہوتا ہے، اور جس

---

(149) سورۃ ممتحنہ: آیت/8.

(150) سورۃ دہر: آیت/8.

(151) صحیح بخاری، حدیث نمبر (2363)، صحیح مسلم، حدیث نمبر (2244).

(152) سورۃ قریش: آیات/1-4.

وقت اسے اس بات کا یقین ہو جاتا ہے وہ اپنی یا اپنے گھر والوں کی تکلیف یا بیماری کے وقت فوراً صدقہ وخیرات کی طرف بڑھ جاتا ہے، خصوصاً ایک صحیح حدیث بھی آتی ہے جس میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ہم اپنے مریضوں کی صحتیابی کیلئے صدقہ وخیرات کریں،اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: دَاوَوْا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ. (صدقہ کے ذریعہ اپنے مریضوں کا علاج کرو)[153].اسی کی تائید اس صحیح حدیث سے ہوتی ہے: صَنَائِعُ المَعْرُوفِ تَقِي مَصَارِعَ السُّوءِ. (تکالیف اور بری موت سے بھلائیاں محفوظ رکھتی ہیں)[154].

وہ مسلمان جو بلاؤں کو دور کرنے میں صدقات کی برکت پر یقین رکھتا ہے وہ ہر طریقے سے محتاج کی مدد کرنے میں پہل کرتا ہے،اور اس سلسلے میں نہ ہی وہ محتاج کا دین دیکھتا ہے اور نہ ہی اس کی قومیت.

لہذا میں نے بھی عبداللہ کیلئے ثواب کی غرض سے امریکہ کے جن بڑے بڑے شہروں میں اس کا علاج ہوا اس کے اطراف واکناف رہنے والے بے سہارا اور محتاج افراد کی مدد کرنے میں کوئی بخیلی نہیں کی،اور یہاں مجھے سرمایہ دارانہ نظام کی جھلک دیکھنے کو ملی کہ ایک ہی گلی میں ارب پتی اور کڑوڑ پتی لوگ بھی ہیں تو بے سہارا اور محتاج بھی،مالدار اپنے گھروں میں سو رہے ہیں تو وہیں فٹ پاتھ پر بے سہارا آرام کر رہے ہیں.

خیر کی تڑپ اور بھلائی کا جذبہ جو اس حدیث : (ہر جاندار مخلوق کے سلسلے میں اجر ملتا ہے) سے پیدا ہوتا ہے،وہی بس اس بات کیلئے کافی ہے کہ آدمی بچا ہوا کھانا اور روٹی کے ٹکڑے اکٹھا کرے اور اسے جانوروں اور پرندوں کے آگے ڈال دے تاکہ وہ بھی شکم سیر ہو جائیں.

---

(153) المعجم الکبیر از طبرانی، حدیث نمبر(10196)،البانی نے اس کو حسن قرار دیا ہے، دیکھیں: الصحیح الجامع، حدیث نمبر(3358).

(154) المعجم الکبیر از طبرانی،حدیث نمبر(8014)،البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے.

اس طرح صدقات وخیرات کی برکت اور فضیلت کے حصول کا جذبہ انسان تو انسان ،جانوروں اور پرندوں کے ساتھ بھی احسان کا ذریعہ بن جاتا ہے،اللہ کے نبی ﷺ نے اس جانب بھی توجہ دلاتے ہوئے فرمایا: (ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا تھا جسے اس نے قید کر رکھا تھا جس سے وہ بلی مر گئی تھی اور اس کی سزا میں وہ عورت دوزخ میں گئی۔ جب وہ عورت بلی کو باندھے ہوئے تھی تو اس نے اسے کھانے کے لیے کوئی چیز نہ دی، نہ پینے کے لیے اور نہ اس نے بلی کو چھوڑا ہی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا لیتی)[155]. جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں آتا ہے: (ایک فاحشہ عورت صرف اس وجہ سے بخشی گئی کہ وہ ایک کتے کے قریب سے گزر رہی تھی، جو ایک کنویں کے قریب کھڑا ایسا ساہانپ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پیاس کی شدت سے ابھی مر جائے گا۔ اس عورت نے اپنا موزہ نکالا اور اس میں اپنا دوپٹہ باندھ کر پانی نکالا اور اس کتے کو پلا دیا، تو اس کی بخشش اسی (نیکی) کی وجہ سے ہو گئی)[156].

واہ یہ کتنا عظیم دین ہے، اور واہ رب العالمین اپنی مخلوق پر کتنا مہربان اور کریم ہے، چاہے وہ انسان ہو یا دوسری کوئی اور مخلوق.

تمام تعریف اس اللہ کیلئے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے.

---

[155] صحیح بخاری، حدیث نمبر(3482)، صحیح مسلم، حدیث نمبر(904).

[156] صحیح بخاری، حدیث نمبر(3321).

اے پیارے عبداللہ تو مجھے معذور سمجھ

اے عبداللہ میں تم سے کتنا پیار کرتا ہوں یہ میں بتلا نہیں سکتا، یہ نہ سمجھو کہ میں تم سے اس طرح رخصت چاہ رہا ہوں.

اے عبداللہ کتنی ہی مرتبہ ان آیات سے میرا گزر ہوا، لیکن اس مرحلے کی شدت کا احساس مجھے اس وقت ہوا جب میں نے میری اور تمہاری کیفیت پر غور کیا، اے عبداللہ میرا، تمہارا اور سارے عالم کا رب یہ کہتا ہے: ﴿وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ﴿﴾ يُبَصَّرُونَهُمْ ۚ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ﴿﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ﴿﴾ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ﴿﴾ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنجِيهِ ﴿﴾﴾[157] (اور کوئی جگری دوست اپنے جگری دوست کو نہ پوچھے گا، حالانکہ وہ ایک دوسرے کو دکھائے جائیں گے مجرم چاہے گا کہ اس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنی اولاد کو، اپنی بیوی کو، اپنے بھائی کو، اپنے قریب ترین خاندان کو جو اسے پناہ دینے والا تھا، اور روئے زمین کے سب لوگوں کو فدیہ میں دیدے اور یہ تدبیر اُسے نجات دلادے).

وہاں کوئی جگری دوست کسی جگری دوست کو نہیں پوچھے گا، وہ اس سے بھی غافل ہو جائے گا، اور اللہ نے ان آیات میں بیوی، بھائی اور قریب ترین خاندان سے پہلے بچوں کا ذکر کیا کہ وہ بھی غافل ہو جائیں گے، اور کوئی بھی کسی کو قیامت کے دن نہیں بچائے گا.

اے عبداللہ میں تم سے معذرت چاہتا ہوں اس موقع پر میں میرے ماں باپ، اور تمہاری والدہ اور بہنوں سے بھی غافل ہو جاؤں گا، اور وہ بھی اپنے نفسی نفسی کے عالم میں ہوں گے، اگر چاہو تو اللہ رب العزت کے اس فرمان کو دیکھ لو: ﴿إِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ﴿﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿﴾

---

(157) سورۃ معارج: آیات/10-14.

﴿وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ﴿﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ﴾[158](آخر کار جب وہ کان بہرے کر دینے والی آواز بلند ہو گی (یعنی قیامت آئے گی)، اُس روز آدمی اپنے بھائی، اور اپنی ماں اور اپنے باپ، اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا، ان میں سے ہر شخص پر اس دن ایسا وقت آ پڑے گا کہ اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہو گا).

ہائے کتنا شدید ہو گا وہ موقعہ، اور کتنا کٹھن ہو گا وہ مرحلہ !... یہ ایسا مقام ہو گا کہ تم بھی مجھ سے، اپنی پیاری ماں سے اور اپنی مشفق بہنوں سے غافل ہو جاؤ گے.

لیکن مجھے تسلی اس بات کی ہے کہ یہ مرحلہ چاہے کتنا ہی ہولناک اور کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو حشر کے بعد یہ ختم ہو جائے گا، اور مجھے پوری امید ہے کہ ہم رب کے وعدے کے مطابق دوبارہ بیت الحمد میں ملاقات کریں گے.

اللہ رب العزت نے اس مرحلے کے بعد اپنوں سے ملاقات کا اور جنت میں ٹھکانے کا مومنوں سے جو وعدہ کیا ہے اس کو سن کر سکون واطمینان نصیب ہوتا ہے، یہ وہ ٹھکانا ہے جس کی نعمتوں کو نہ ہی کسی نے دیکھا ہے، نہ ہی کسی نے سنا ہے اور نہ ہی کسی کے دل میں اس کا خیال آیا ہے، جو اس میں داخل ہو جائے وہ یقیناً سعادت مند اور بڑی کامیابی پانے والا ہے.

اس جنت کی ایک خوشی جس کا اس نے اپنے نیک بندوں سے وعدہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہاں پر خاندان والے آپس میں ایک ہو جائیں گے، جب والدین اور بچے جنت میں داخل ہوں گے تو رب اپنی رحمت سے اور نبی اکرم ﷺ کی شفاعت سے ان کو آپس میں ملادے گا، جیسا کہ رب کا وعدہ ہے:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ﴾[159] (جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اُن کی اولاد بھی کسی درجہ ایمان میں ان کے نقش قدم پر چلی

---

[158] سورۃ عبس: آیات/33-37.

[159] سورۃ طور: آیت/21.

ہے ان کی اُس اولاد کو بھی ہم (جنت میں) اُن کے ساتھ ملا دیں گے اور اُن کے عمل میں کوئی کمی ہم نہیں کریں گے).

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: (اللہ رب العزت مومن کی اولاد کے درجات کو بلند کر کے ان کو آپس میں ملادے گا اگر چہ کہ اولاد نچلے درجے میں ہو، تاکہ ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچے، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی)[160].

امام طبری نے اللہ رب العزت کے اس وعدہ کی تفسیر میں توسع سے کام لیا ہے[161]: ﴿جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَن صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ ﴾[162](یعنی ایسے باغ جو اُن کی ابدی قیام گاہ ہوں گے وہ خود بھی ان میں داخل ہوں گے اور ان کے آباء واجداد اور اُن کی بیویوں اور اُن کی اولاد میں سے جو جو صالح ہیں وہ بھی اُن کے ساتھ وہاں جائیں گے).

اور فرمان باری تعالی: ﴿ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ﴾[163](داخل ہو جاؤ جنت میں تم اور تمہاری بیویاں، تمہیں خوش کر دیا جائے گا) کی تفسیر میں ابن کثیر نے لکھا ہے: (یعنی اللہ رب العزت ان کو ان کے چاہنے والوں کو ایک ساتھ جنت میں جمع کر دے گا، ان کے آباء واجداد، گھر والے اور بچے جو جنت میں داخلے کے حقدار ہوں گے، تاکہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ہو جائے، یہاں تک کہ ان میں نچلے درجے والے کے درجے کو بلند کر کے رب ذوالجلال اونچے

---

[160] ابن ابی حاتم نے تفسیر میں روایت کیا: (3316/10) نمبر (18683)، العیال از ابن ابی الدنیا: (357)، البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھیں: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: (2490).

[161] دیکھیں: تفسیر طبری: (510/13)، (641/20)، (579/21).

[162] سورۃ رعد: آیت/23.

[163] سورۃ زخرف: آیت/70.

درجے والے کے ساتھ کردے گا،اور اونچے درجے والے کے درجے میں کوئی کمی نہیں ہوگی)[164].

فتاوی کی مستقل کمیٹی نے بھی اپنے فتوی نمبر (409/2) میں اس کی تائید کی ہے، جو چاہے وہاں رجوع کر سکتا ہے.

اے عبداللہ اگر شروع میں تم سے میں نے معذرت چاہی ہے تو انجام میں مجھے اپنے رب کے وعدے کے مطابق پوری امید اور یقین ہے کہ ہماری ضرور ملاقات ہوگی، کیونکہ رب اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا ہے، رب کا یہی وعدہ اس کے فضل وکرم سے ہمیں تم سے ملاقات اور بیت الحمد میں ہماری محفلوں کا متمنی بنا دیتا ہے.

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمہیں چاہنے والا باپ

عبدالمحسن الجار اللہ الخرافی

---

[164] تفسیر القرآن العظیم از ابن کثیر: (451/4).

مریض کے ساتھ رہنے والوں اور اس کی عیادت کرنے والوں کیلئے تعلیمات

عمومی طور پر بیماری کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس سے دل اپنی بیماریوں سے پاک ہوتا ہے، کیونکہ صحتمندی اور قوت کی وجہ سے انسان غرور و تکبر اور انا کی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے، لیکن جب وہ بیماری میں مبتلا ہوتا ہے اور مصیبتیں اس کی کمر توڑ دیتی ہیں تو اس کا دل نرم پڑ جاتا ہے، اور اس کا دل برے اخلاق اور صفات سے پاک ہو جاتا ہے.

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: (اگر دنیا میں آزمائشیں اور مصیبتیں نہ ہوتیں تو بندہ غرور، تکبر، قسوت قلب اور فرعونیت جیسی بیماریوں کا شکار ہو جاتا، جس سے اس کی دنیا اور آخرت دونوں ہی تباہ ہو جاتے، مگر ارحم الراحمین اس کو مصائب سے دوچار کر کے اس کی ان بیماریوں کا علاج کرتا ہے)[165].

بیماری یہ انسان کا ایک خاصہ ہے جس میں مسلمان اور غیر مسلم دونوں ہی برابر ہیں، اور بیمار چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم ہر ایک کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ کوئی اس کے پاس آئے، اسے مطمئن کرے، اسے تسلی دے اور اسے ہمت دلائے، اسی لئے اللہ کے نبی ﷺ اپنے اصحاب کو جب مریض کی عیادت کا حکم دیتے تو عمومی الفاظ میں کہتے: (تم مریض کی عیادت کیا کرو)، اس میں مسلم اور غیر مسلم، ملکی اور غیر ملکی سب برابر ہیں، اور جو اللہ کے نبی ﷺ کی پیاری زندگی کا مطالعہ کرے گا وہ دیکھے گا کہ آپ نے مسلم اور غیر مسلم دونوں قسم کے مریضوں کی عیادت کی، جیسا کہ آپ کے چچا ابو طالب جو کہ مسلمان نہیں تھے جب بیمار ہوئے تو آپ ﷺ ان کے پاس تھے، اور جب ان کی

---

[165] زاد المعاد: (179/4).

وفات کا وقت آیا تو آپ نے ان سے کہا: (آپ ''لاالہ الااللہ'' کہہ دیں میں قیامت کے دن آپ کیلئے سفارش کروں گا)، ابوطالب نے اس کے جواب میں کہا: اے میرے بھتیجے، اگر قریش مجھے طعنہ نہ دیتے تو میں ضرور تمہاری بات کو مان لیتا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَـٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾[166] (اے نبی، تم جسے چاہو اسے ہدایت نہیں دے سکتے، مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں)[167].

اس کے علاوہ آپ ﷺ نے ایک یہودی بچے کے مرض الموت میں اس کی عیادت فرمائی، انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس واقعے کو یوں بیان کرتے ہیں: (ایک یہودی لڑکا نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، ایک دن وہ بیمار ہو گیا۔ آپ ﷺ اس کا مزاج معلوم کرنے کے لیے تشریف لائے اور اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ مسلمان ہو جا۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا، باپ وہیں موجود تھا۔ اس نے کہا کہ (کیا مضائقہ ہے) ابوالقاسم ﷺ جو کچھ کہتے ہیں مان لے۔ چنانچہ وہ بچہ اسلام لے آیا۔ جب نبی کریم ﷺ باہر نکلے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ شکر ہے اللہ پاک کا جس نے اس بچے کو جہنم سے بچا لیا)[168].

مریض کی عیادت کرنے کی شریعت میں ترغیب دی گئی ہے، اور یہ ایک مسلمان کا وہ حق ہے جو دوسرے مسلمان پر ہے، ترمذی اور ابن ماجہ میں اللہ کے نبی ﷺ کی یہ حدیث مذکور ہے، آپ نے فرمایا: (جس نے کسی مریض کی عیادت کی یا کسی دینی بھائی سے ملاقات کی تو اس کو ایک آواز

---

[166] سورۃ قصص: آیت/56.

[167] صحیح مسلم، حدیث نمبر (25).

[168] صحیح بخاری، حدیث نمبر (1356).

دینے والا آواز دیتا ہے: تمہاری دنیاوی واخروی زندگی مبارک ہو، تمہارا چلنا مبارک ہو، تم نے جنت میں ایک گھر حاصل کرلیا)[169].

صحیح مسلم میں ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: (''ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں''اور ان میں آپ نے فرمایا''جب وہ بیمار پڑ جائے تو اس کی عیادت کرو'')[170].

عیادت کے چند آداب یہ ہیں:

- عیادت کیلئے مناسب وقت کا انتخاب کرنا
- زیادہ دیر اس کے پاس نہ بیٹھنا
- نگاہوں کی حفاظت کرنا
- کم سے کم سوالات کرنا
- اس کے ساتھ اپنے لگاؤ کا اظہار کرنا
- اس کیلئے خلوص دل کے ساتھ دعا کرنا

مریض کیلئے جن دعاؤں کا تذکرہ احادیث میں آیا ہے ان میں سے یہ دعا ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: (جب کوئی شخص کسی ایسے شخص کی عیادت کرے جس کی موت کا وقت ابھی قریب نہ آیا ہو اور اس کے پاس سات مرتبہ یہ دعا پڑھے: «أَسْأَلُ اللهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ أَنْ يَّشْفِيَكَ »''میں عظمت والے اللہ جو عرش

(169) جامع ترمذی، حدیث نمبر (2008)، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر (1443).

(170) صحیح مسلم، حدیث نمبر (2162).

عظیم کا مالک ہے سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تم کو شفاء دے'' تو اللہ اسے اس مرض سے شفاء دے گا)[171].

اور اسے امید دلائے جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے مریض سے کہا: «لاَ بَأْسَ، طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللهُ» (کوئی حرج نہیں ہے، ان شاءاللہ یہ گناہوں کو دھودے گا)[172]. اور اسے تسلی کے اچھے کلمات کہے، بے صبری کا گناہ اسے بتلائے اور صبر کا اجر وثواب بتلاتے ہوئے اسے صبر کی تلقین کرے.

مریض کے ساتھ رہنا اللہ کے نزدیک ایک پسندیدہ عمل ہے، کیونکہ یہ اس کے ساتھ احسان کرنا ہے، اور اس کی ضرورتوں کو پوری کرنا ہے.

جب اللہ کے نبی ﷺ کی لخت جگر رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئیں تو آپ نے ان کے شوہر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ ان کے ہمراہ رہیں تاکہ وہ ان کا خیال رکھیں، لہذا آپ ان کی تیمارداری میں ان کے ساتھ رہ گئے اور غزوۂ بدر میں شامل نہ ہو سکے، جس پر آپ ﷺ نے فرمایا: (تمہیں بدر میں شریک ہونے والے کا ثواب ملے گا اور مال غنیمت میں حصہ بھی)[173].

ہاں یہ بتلانا بھی ضروری ہے کہ جو مریض کے ہمراہ رہے وہ صبر کا مظاہرہ کرے، کیونکہ ہو سکتا ہے اسے بھی مریض کے آرام کی خاطر راتوں کو جاگنے کی مشقت برداشت کرنا پڑے، اور اس کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مریض کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے اور اس کے آرام کا خیال رکھے، اور یہ یقین رکھے کہ اس پر اسے اجر وثواب سے نوازا جائے گا.

---

[171] مسند احمد، حدیث نمبر (2138)، سنن ابوداود، حدیث نمبر (3106). البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے.

[172] صحیح بخاری، حدیث نمبر (3616)، (5656).

[173] صحیح بخاری، حدیث نمبر (3130).

مریض کے ساتھ رہنے والے کا ثواب

اللہ کے نزدیک پسندیدہ اعمال میں سے ایک اہم عمل کمزور اور مریض کے ساتھ بھلائی کرنا، اور کی ضرورتوں کو پورا کرنا ہے.

مریض کے ہمراہ رہنے والے کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ صبر کرے، کیونکہ ہو سکتا ہے اسے مریض کے آرام کی خاطر راتوں کو جاگنے کی مشقت برداشت کرنا پڑے، اور اللہ رب العالمین کہتا ہے: ﴿ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾[174] (صبر کرنے والوں کو تو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا).

اور اس کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ رحم و کرم کا برتاؤ کرے، اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہے: (رحم کرنے والوں پر رحمن رحم فرماتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، تو آسمان والا تم پر رحم کرے گا)[175].

اور اسے یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ جس طرح مریض کو دوا کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اس کو اچھے بول کی ضرورت بھی ہوتی ہے، لہذا اسے چاہیے کہ وہ مریض کے ساتھ اچھی بات ہی کرے.

تاریخ میں ہمیں ملتا ہے کہ اسلامی وقف میں مریض کی اس نفسانی کیفیت کا بھی خیال رکھا گیا تھا، اور مسلمانوں نے (مؤنس الغرباء) کیلئے وقف بھی کیا تھا، جس میں مریض کی معنوی روح کو بہتر کرنے کا خیال رکھا جاتا تھا. ہم نے اسی کتاب میں دوسرے مقام پر اس کی تفصیل بیان کی ہے.

---

[174] سورۃ زمر: آیت/10.

[175] سنن ابو داود، حدیث نمبر (4941)، جامع ترمذی، حدیث نمبر (1924)، البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے.

مریض کے پاس دیر تک نہ بیٹھنا مستحب ہے

مریض کی عیادت کیلئے جانا اللہ کے نبی ﷺ کی سنت ہے، اس سے مریض کو سکون اور آرام نصیب ہوتا ہے، دلوں میں محبت اور بھائی چارگی بڑھتی ہے، اور معاشرے کے افراد کے درمیان تعلقات اور روابط مزید مستحکم ہوتے ہیں.

لیکن آج کل اس کے الٹے نتائج بھی دیکھنے میں آرہے ہیں، کیونکہ عیادت کیلئے آنے والے بعض لوگ بوجھ بن جاتے ہیں، وہ اچھی نیت کے ساتھ ہی مریض کے پاس دیر تک بیٹھ جاتے ہیں مگر اس سے مریض اور ساتھ میں رہنے والے دونوں کو تکلیف ہوتی ہے، اور یہ اسلامی شریعت اور مریض کی عیادت کے عام اصول کے خلاف ہے، جیسا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: (اے ابوذر، ایک دن ناغہ کے ساتھ جایا کرو محبت میں اضافہ ہوگا)[176].

بعض مریض ایسے ہوتے ہیں جن کی عیادت کیلئے ناغہ کے ساتھ جانا بہتر ہوتا ہے، تو بعض ایسے ہوتے ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ آپ روزانہ ان کے پاس آیا کریں اور دیر تک بیٹھا کریں، جبکہ بعض بار بار آنے اور دیر تک بیٹھنے سے بیزار ہو جاتے ہیں، لہذا مریض اور اس کے مرافقین کی معنویت کا لحاظ رکھنا بے حد ضروری ہے.

مریض کی صحتیابی میں اس کی عیادت کا بھی کافی دخل ہوتا ہے، کیونکہ اس سے مریض کو تسلی ملتی ہے اور راحت نصیب ہوتی ہے، اور لوگوں کی نظر میں اس کی قدر و منزلت کا اسے پتہ چلتا ہے، جس سے اس کی روحانی طاقت بڑھ جاتی ہے، اور قوت مدافعت قوی ہو جاتی ہے، اور یہ شفا کا پہلا مرحلہ ہے، کیونکہ مایوسی کے ساتھ کوئی علاج کارآمد نہیں ہوتا.

---

(176) شعب الایمان از بیہقی، حدیث نمبر (8007)، البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھیں: صحیح الجامع، حدیث نمبر (3568).

اس کے علاوہ عیادت کرنے والے کو بھی اس کا فائدہ ہوتا ہے، مریض کی حالت کو دیکھ کر اسے اپنے اوپر ہونے والی اللہ کی نعمتوں کا اندازہ ہوتا ہے، اور اپنی صحت اور تندرستی کی قدر و قیمت کا پتہ چلتا ہے، لہذا وہ رب کی بارگاہ میں اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگتا ہے اور رب کا شکر ادا کرتا ہے.

سنت یہ ہے کہ عیادت کرنے والا مریض سے ایسی بات کرے جس سے اس کو تسلی ملے اور اس کو افاقہ نصیب ہو، مریض کو صبر کی تلقین کرے، اور اچھی باتوں کے ذریعے اس کو خوش کرنے کی کوشش کرے، ساتھ ہی اس کو یہ بھی بتلائے کہ بیمار شخص جب تکلیف پر صبر کرتا ہے تو اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں.

بیت الحمد کے سفر نے مجھے سکھلایا[177]

عبداللہ کے ساتھ بیت الحمد کے سفر نے مجھے سکھلایا کہ:

''امید؛ بہترین ساتھی ہے، ہاں کبھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے،

مگر ہمیشہ کیلئے دور نہیں ہوتا.

کتنے اچھے ہیں وہ لوگ جو ہمیشہ اپنے رب سے امید لگائے رہتے ہیں

تاکہ اس کی محبت اور امان میں خوشگوار زندگی بسر کر سکیں

اور خیر ہی خیر اپنے لئے سمیٹ لیں''.

اسی طرح اس نے مجھ سے میرے کان میں یہ کہا:

''جب تم اللہ سے یہ امید رکھو کہ

مصیبت کے بعد آسانی آئے گی

اور آنسوؤں کے بعد مسکراہٹ اس کی جگہ لے گی

تو تم نے بہت اچھا کام کیا ہے، اسی کو

اللہ کے ساتھ حسن ظن (اچھا گمان) کہتے ہیں''.

---

(177) یہ چند وہ پیغامات ہیں جو عبداللہ کی بیماری کے ایام میں مجھے واٹس اپ پر موصول ہوئے.

اسی طرح اس نے مجھے علامہ محمد بن صالح العثیمین کی یہ بات بھی یاد دلایا:

''جو کشادگی کے انتظار میں رہتا ہے اسے اس انتظار پر بھی ثواب ملتا ہے

کیونکہ کشادگی کی امید پر اس کا انتظار بھی اللہ کے ساتھ حسن ظن ہے

اور اللہ کے ساتھ حسن ظن بھی ایک نیک عمل ہے جس پر انسان کو اجر ملتا ہے''.

اس آیت کا مفہوم بھی سمجھا گیا جو اکثر ہماری نظر سے گزرا کرتی تھی:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿فَلَمَّا أَن جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا﴾[178] (پھر جب خوش خبری لانے والا آیا تو اس نے یوسف کی قمیص یعقوب کے منہ پر ڈال دیا اور یکایک ان کی بینائی لوٹ کر آئی).

ابن کثیر نے اس کی تفسیر میں سدی کا یہ قول نقل کیا ہے: (یہ قمیص وہی بیٹا لے آیا جس نے پہلے یوسف کی قمیص کو خون میں ڈبا کر لایا تھا (اس سے مراد یہوذا بن یعقوب ہے)، اس نے یہ چاہا کہ اپنے سابقہ برے عمل کو اس خیر کے ذریعے دھو ڈالے، لہذا اس نے قمیص لا کر اپنے والد کے چہرے پر ڈالی اور آپ کی بینائی لوٹ آئی).

لہذا ایسا اوقات یہ ہو سکتا ہے کہ کسی چیز کو دیکھ کر تم رنج والم میں مبتلا ہو جاؤ

لیکن جلد ہی اسی چیز کی رؤیت تمہارے لئے خوشی کی نوید بن جائے، اور یہ اللہ کیلئے کوئی مشکل کام نہیں ہے.

جب تم پکاروگے ''یارب''

---

(178) سورۃ یوسف: آیت/96.

تو یاد رکھو تم ناکام نہیں رہو گے

یا تو وہ تمہاری حاجت پوری کرے گا

یا تم سے کسی مصیبت یا بلا کو ٹال دے گا

یا نامہ اعمال میں نیکی درج کر دے گا.

لہذا ہماری صبح و شام اس رب کی تعریف میں کٹنی چاہیے جو ایسا مہربان ہے کہ سب دروازے بند بھی ہو جائیں تو اس کا دروازہ بند نہیں ہوتا، سب جگہ سے اسباب منقطع ہو جائیں تب بھی اس کی مدد نہیں رکتی، اور دل سخت بھی ہو جائیں تب بھی اس کی بارانِ رحمت کا سلسلہ نہیں رکتا.

اور اس سفر نے مجھ سے یہ کہا:

"اپنے رنج و غم کے وقت بھی مطمئن رہو

آنسوؤں کے وقت بھی تعریف بیان کرو اور تکلیف میں بھی خوش رہو

جس طرح خوشی رب کا تحفہ ہے، رنج والم بھی رب کا تحفہ ہے، یہ کچھ عرصہ تمہارے ساتھ رہیں گے پھر اپنے رب کے پاس تمہارے صبر کی تفصیل لے کر پہونچ جائیں گے".

سفر نے تسلی کے یہ کلمات بھی مجھ سے کہے:

یہ بتلاؤ کہ تمہیں کسی ایسی جگہ کا وعدہ کیا گیا ہے جہاں تمہارے پسند کی ہر چیز موجود ہے،

لیکن اس جگہ داخل ہونے کا جو دروازہ ہے وہ تمہیں پسند نہیں ہے، تو کیا اس کا کوئی فرق پڑتا ہے؟

یہی اللہ کی بنائی ہوئی تقدیر کا معاملہ ہے، ہمارا دل کسی فیصلے کو ناپسند کرتا ہے مگر در حقیقت یہ اس خیر تک پہونچنے کا دروازہ ہے جس کی ہم امید کرتے ہیں..

لیکن بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ ہم اسی دروازے کے پاس ٹھہر کر اس کے ظاہر سے بدفالی لینے لگتے ہیں، اور یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ تو بس گزرگاہ ہے، من پسند اور وہم وگمان سے بالاتر نعمتیں تو اس کے بعد آنے والی ہیں..

جو اللہ کو اس کے نام (اللطیف) سے جانتا ہے اور جانتا ہے کہ رب بندے کیلئے اس چیز میں بھی خیر رکھا ہے جس کو بندہ ناپسند کرتا ہے تو بندہ مشکلات اور مصیبتوں پر بھی خوش رہتا ہے، کیونکہ اس کی نگاہ مشکلات اور مصائب پر نہیں ہوتی بلکہ اس کے پیچھے جو خیر اور بھلائی چھپی ہے اس پر اس کی نظر ہوتی ہے، اور اس کو دیکھنے کیلئے بصارت نہیں بلکہ بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے!.

اللہ کی بنائی ہوئی تقدیر میں رحمت چھپی ہوتی ہے، لیکن تم جلد باز ہو.

اسی طرح اس سفر نے مجھے ڈاکٹر عمر المقبل کے ان کلمات پر غور کرنے کا موقع دیا:

مصیبت اور پریشانی کے وقت ہمارا طرز تعامل کیا ہونا چاہیے اس کیلئے ڈاکٹر عمر المقبل نے چند اصول مرتب کئے، افادہ عامہ کیلئے پیش خدمت ہیں:

پہلا اصول: "تم اکیلے نہیں ہو".

دوسرا اصول: "اللہ نے جو مقدر کیا ہے اس میں کچھ نہ کچھ مصلحت ہے".

تیسرا اصول: "نفع پہونچانے والا نقصان کو دور کرنے والا صرف اللہ ہے، لہذا تم اسی سے اپنا تعلق رکھو".

چوتھا اصول: ''جو تمہیں لاحق ہوا ہے وہ کسی صورت تم سے چوک نہیں سکتا تھا، اور جو تمہیں لاحق نہیں ہوا وہ کسی صورت لاحق بھی نہیں ہو سکتا تھا''.

پانچواں اصول: ''دنیا کی حقیقت جان لو، سکون میں رہو گے''.

چھٹواں اصول: ''اپنے رب سے ہمیشہ حسن ظن رکھو''.

ساتواں اصول: ''اللہ نے تمہارے لئے جو پسند کیا ہے وہ تمہاری اپنی پسند سے بہتر ہے''.

آٹھواں اصول: ''آزمائش جتنی سخت ہو کشادگی اتنی قریب ہوتی ہے''.

نواں اصول: ''کشادگی کی کیفیت کے متعلق فکر مت کرو، کیونکہ اللہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کیلئے ایسے اسباب مہیا کر دیتا ہے جس کا خیال ہمارے دل میں نہیں آسکتا''.

دسواں اصول: ''اس ذات سے دعائیں مانگو جو ہر تنگی سے نجات دینے والا ہے''.

ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

(یہ نہ سمجھو کہ خیر کی توفیق تمہیں خود سے مل گئی ہے، بلکہ یہ یاد رکھو کہ تم اللہ کے بندے ہو اور اس نے تمہیں چاہا ہے، لہذا اس نے تمہیں خیر کی توفیق عطا کی ہے، اس محبت میں تم تفریط سے کام نہ لو، ورنہ وہ تمہیں بھول جائے گا).

اس سفر نے مجھے ابن تیمیہ کی زبانی یہ بات بھی بتلائی:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا اس شخص کا کیا علاج ہے جس میں بیماری نے گھر کر لیا، اس کیلئے کیا تدبیر ہو گی جس پر فساد اور جنون نے اپنا تسلط جما لیا، اس کا کیا علاج ہو گا جس پر سستی

غالب آگئی، توفیق کی کیا صورت ہوگی، وہ کیا کرے جو حیران وپریشان ہو، اگر اللہ کی طرف متوجہ ہونا چاہے تو اس کا نفس اسے روک دے، اور کسی کام میں لگنا چاہے تو ناکامی اس کی ہمت توڑ دے؟

آپ نے جواب دیا:

- اس کا علاج یہ ہے کہ وہ اللہ کی جانب رجوع ہو، اور مسلسل گڑ گڑا کر اس کی بارگاہ میں مانگے اور دعا کرے، ماثور دعائیں سیکھے اور قبولیت کے اوقات کو غنیمت جانے، مثلاارات کا آخری پہر، اذان اور اقامت کا وقت، سجدے میں اور نمازوں کے بعد.
- ساتھ ہی ساتھ کثرت سے استغفار کرے، کیونکہ جو اللہ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرتا ہے اللہ رب العزت اس کیلئے ایک مدت تک کیلئے آسانیاں اور بھلائیاں مقدر کردیتا ہے.
- صبح وشام اور سوتے وقت اذکار کا ورد کرتا رہے.
- جو بھی نامناسب حالات اور رکاوٹیں آئیں اس پر صبر کرے، جلد ہی اللہ اس کی مدد کرے گا اور اس کے دل میں ایمان کو راسخ کردے گا.
- پانچوں فرض نماز کو اچھی طرح پابندی کے ساتھ ادا کرے، کیونکہ یہی دین کا ستون ہے.
- ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَاِلَّا بِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیم'' پڑھتے رہنے کی عادت ڈال لے، اس کی وجہ سے بڑے بڑے اور مشکل کام بھی حل ہو جاتے ہیں، اور حالات سدھر جاتے ہیں.
- دعا کرنے اور رب سے مانگنے میں سستی نہ کرے، اور بیزار نہ ہو، کیونکہ جب تک بندہ جلدی نہیں مچاتا ہے، اس کی دعا قبول ہوتی ہے.

❖ اور یہ یاد رکھے کہ صبر کے ساتھ مدد ونصرت، تنگی کے ساتھ کشادگی اور مشکل کے ساتھ آسانی ہے،اور کسی کو بھی بغیر صبر کے بھلائی نہیں ملی ہے.

والحمدللہ رب العالمین[179].

اس سفر نے مجھے محمد متولی شعراوی رحمہ اللہ کا یہ قول بھی یاددلایا:

مجھے ان چار لوگوں پر تعجب ہے جو چار چیزوں سے غافل ہیں:

1- تعجب ہے اس پر جو غم میں مبتلا ہوا کیسے وہ اس فرمان باری تعالی سے غافل ہو جاتا ہے: ﴿لَّآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبۡحَٰنَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾[180] (الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے، بیشک میں ظالموں میں ہو گیا)، جبکہ اللہ تعالی اس کے بعد فرماتا ہے: ﴿فَٱسۡتَجَبۡنَا لَهُۥ وَنَجَّيۡنَٰهُ مِنَ ٱلۡغَمِّ﴾[181] (تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات دے دی).

2- تعجب ہے اس پر جو بیماری میں مبتلا ہوا کیسے وہ اس قول سے غافل ہو جاتا ہے: ربي إني مسني الضر وأنت أرحم الراحمين. (اے میرے پروردگار مجھے بیماری لگ گئی ہے، اور تو رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے)، جبکہ اللہ تعالی اس کے بعد فرماتا ہے: ﴿فَٱسۡتَجَبۡنَا لَهُۥ فَكَشَفۡنَا مَا بِهِۦ مِن ضُرٍّ﴾[182] (ہم نے اس کی دُعا قبول کی اور جو تکلیف اُسے تھی اس کو دُور کر دیا.

---

[179] مجموع فتاوی:(10/136-137).

[180] سورۃ الانبیاء: آیت/87.

[181] سورۃ الانبیاء: آیت/88.

[182] سورۃ الانبیاء: آیت/84.

3- تعجب ہے اس پر جو خوف میں مبتلا ہوا، کیسے وہ اس قول سے غافل ہو جاتا ہے: حَسْبِيَ اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ. (میرے لئے اللہ کافی ہے، اور وہی بہترین کارساز ہے)، جبکہ اللہ تعالی اس کے بعد فرماتا ہے: ﴿فَانقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ﴾[183] (آخر کار وہ اللہ تعالی کی نعمت اور فضل کے ساتھ پلٹ آئے، ان کو کسی قسم کا ضرر بھی نہ پہنچا).

4- تعجب ہے اس پر جو لوگوں کے مکر کا شکار ہوا، کیسے وہ اس قول سے غافل ہو جاتا ہے: ﴿وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ﴾[184] (اور اپنا معاملہ میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں، وہ اپنے بندوں کا نگہبان ہے)، جبکہ اللہ تعالی اس کے بعد یہ فرماتا ہے: ﴿فَوَقَاهُ اللَّهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوا﴾[185] (آخر کار اُن لوگوں نے جو بری سے بری چالیں اُس مومن کے خلاف چلیں، اللہ نے اُن سب سے اُس کو بچالیا).

یہ بھی یاد دلایا:

دعا ہی عبادت کی روح اور اس کی اساس ہے، مصیبت اور پریشانی کے وقت ہر مسلمان اسی کی جانب متوجہ ہوتا ہے، جبکہ بہتر یہ ہے کہ خوشحالی کے وقت بھی اس کی جانب وہ متوجہ ہو، لہذا اصرار کے ساتھ تم رب کی جناب میں دعا کرو، اللہ تمہاری دعا کو ضرور قبول کرے گا، اگر دعا کی قبولیت کے آثار نظر بھی نہ آئیں تب بھی دعا ترک مت کرو، کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: (بندہ جب تک جلدی نہیں مچاتا ہے، اس کی دعا قبول ہوتی ہے).

---

[183] سورۃ آل عمران: آیت/174.

[184] سورۃ مومن: آیت/44.

[185] سورۃ مومن: آیت/45.

اس سفر نے مجھے امام احمد بن حنبل کا یہ قول بھی یاد دلایا، ان سے ایک مرتبہ پوچھا گیا: ''ہمارے اور رحمان کے عرش کے درمیان کتنی مسافت ہے؟'' آپ نے اس کے جواب میں عرض کیا: '' اپنے بھائی کے لئے صدق دل سے دعا''، بس یہی مسافت ہے.

اسی طرح اس سفر نے مجھے یہ واقعہ سنا کر بھلائی کی ترغیب بھی دلائی:

قصہ ایک بوڑھے شخص کا ہے جو دواخانہ میں شریک ہے، ایک نوجوان روزانہ اس کے پاس آتا ہے، ایک گھنٹے سے زائد اس کے پاس بیٹھتا ہے، کھلاتا پلاتا اور نہلاتا ہے، دواخانے کے اطراف ہریالی میں اس کو چلاتا ہے، پھر اس کو بستر پر لٹا کر واپس چلا جاتا ہے.

ایک دن ایک نرس اس کو دیکھنے اور دوا دینے کیلئے آئی تو کہا: اللہ تمہارے بیٹے کو اچھا رکھے، وہ روز تمہارا خیال رکھنے کیلئے آتا ہے.

وہ آدمی اس نرس کی طرف دیکھتا ہے اور نظریں جھکا کر خاموش رہ جاتا ہے، اور دل ہی دل میں کہتا ہے کاش یہ میرا ہی بیٹا ہوتا. یہ ایک یتیم بچہ ہے جو میرے گاؤں کا رہنے والا ہے، اس کے والد کی وفات کے بعد میں نے اسے ایک دن مسجد کے دروازے کے پاس روتا ہوا دیکھا، میں نے اس کو دلاسہ دیا اور مٹھائی خرید کر اسے دی، اس کے بعد میری اور اس کی ملاقات نہیں ہوئی، مگر جب اسے پتہ چلا کہ میں اور میری بیوی بس اکیلے ہی رہتے ہیں تو وہ برابر ہمارا حال جاننے کیلئے ہمارے پاس آنے لگا، یہاں تک کہ جب میں کمزور پڑ گیا تو وہ میری بیوی کو اپنے گھر لے گیا اور مجھے علاج کیلئے اسپتال لے آیا، اور جب کبھی میں اس نوجوان سے کہتا ہوں کہ تم ہماری خاطر کیوں اتنی تکلیف اٹھا رہے ہو؟ تو وہ مسکرا کر یہ جواب دیتا:

چچا جان، اس مٹھائی کی مٹھاس اب تک میری زبان پر موجود ہے.

اپنی اولاد کی دوسری دنیا پر بھی نظر رکھیں

میں یہ مضمون سرپرستوں کیلیئے لکھ رہا ہوں کہ وہ خاص طور پر سوشل میڈیا کے اس دور میں اپنے بچوں کی دنیا پر ضرور نظر رکھیں، جس میں منہمک ہو کر بچے کہیں اور اپنا وقت صرف کر رہے ہوتے ہیں.

مجھے تعجب ہوتا تھا جب رات کو عبداللہ اپنے کمرے کا دروازہ بند کر لیتا اور دوستوں کے ساتھ بات کرنے میں مصروف ہو جاتا، میں یہ سمجھتا کہ ان کے درمیان عام سی گفتگو چل رہی ہے، لیکن عبداللہ کی وفات کے بعد جب میں اس کے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا تا کہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں، ان کے نزدیک عبداللہ کی حیثیت کو جانوں، اور اللہ کے نبی ﷺ کی اس سنت پر عمل کروں کہ والدین، یا بیوی یا بچوں میں کسی کا انتقال ہو جائے تو ان کے عزیزوں کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے، کیا بتاؤں کتنی پیاری تھی وہ محفل.

جب ہم بیٹھ کر عبداللہ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے تو اس کے ساتھیوں نے مجھے اس کے متعلق وہ باتیں بتلائیں جو مجھے نہیں معلوم تھیں، انہوں نے مجھے بتلایا کہ وہ سب ملکر ویڈیو گیمز کھیلتے تھے، اور ان ویڈیو گیمز کا تعلق (open world games) سے تھا، جو صرف وقت گزاری کا ذریعہ نہیں تھا، بلکہ اس سے غور و فکر کرنے اور پلاننگ کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی تھی، اس میں دس لوگوں کی ایک جماعت ہوتی جو کئی فریق میں تقسیم ہوتی اور ان کو الگ الگ مہمات دیئے جاتے، کسی کی ذمہ داری دفاع کی ہوتی تو کسی کی حملہ کرنے کی اور ان میں کوئی ساتھ دینے والا ہوتا، اور ان میں وہ فریق جس کی ذمہ داری حملہ کرنے کی ہوتی ان کا لیڈر عبداللہ تھا، دوستوں نے اس میں عبداللہ کی مہارت یہ بتلائی کہ سن 2012م میں ان گیمز میں حصہ لینے والے بارہ ملین (ایک کروڑ بیس لاکھ) مشارکین میں عبداللہ اور اس کی فریق کی تیسری پوزیشن تھی. اور اس کے دوستوں نے یہ بھی

بتلایا کہ بعض لوگ اس سے مادی منافع کی فکر میں رہتے ہیں مگر عبداللہ کا حال ان سے بالکل مختلف تھا، وہ اس سے حاصل ہونے والے مادی منافع کو اپنی بہتر کارکردگی کیلئے استعمال کرتا یا دوسرے فریق کو دے دیتا تاکہ وہ اچھی طرح اپنی کارکردگی ادا کر سکیں، وہ ایثار کا بہترین نمونہ تھا.

مجھے نہیں معلوم تھا کہ عبداللہ چاہے اپنے کمرے میں ہو یا مہمان خانے میں وہ اپنے لیپ ٹوپ پر اس قدر حسین ڈیجیٹل دنیا کا سفر کیا کرتا تھا، اور اس کی وجہ سے اس کی انگریزی بھی بہتر ہو گئی تھی، جس کی وجہ سے انٹر میڈیٹ میں اس کا فیصد بھی بڑھ گیا اور کویت یونیورسٹی میں داخلے کیلئے اس کی انگریزی کی یہ مہارت معاون ثابت ہوئی.

عبداللہ کے متعلق میری بات کا کیا اعتبار، لیکن میں غیر جانبدارانہ طور پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ڈیجیٹل دنیا کی جو بات میں نے اس کے متعلق ذکر کی ہے حقیقت میں یہی صفات اس کی زندگی میں بھی نمایاں تھے، اگر اللہ اس کو بقید حیات رکھتا تو حقیقت کی دنیا میں بھی ہمیں اس کا نمونہ دیکھنے کو مل جاتا.

میری سرپرستوں سے یہ اپیل ہے کہ وہ اپنے بچوں سے قریب رہیں اور ان کی ڈیجیٹل دنیا پر بھی نظر رکھیں تاکہ وہ ان کی ہمت افزائی کر سکیں، یا ان کی صحیح رہنمائی کر سکیں.

کونساڈرامہ ہمارے بچوں کو پسند ہے؟

عبداللہ کی زندگی کے آخری مراحل میں جب میں اسے دیکھتا کہ وہ جاپانی سیریل بڑے شوق سے دیکھ رہا ہے، اور ان سیریل اور ڈراموں سے وہ کافی دور ہے جن پر کویت کی حکومت ہزاروں دینار خرچ کرتی ہے تو مجھے کافی تعجب ہوتا تھا، مگر جب اس کے انتقال کے بعد اس کے ساتھیوں کے ساتھ میں ملکر بیٹھا[186] تو مجھے ان لوگوں نے اس کی حقیقت سے آگاہ کیا، اور (One Piece) نامی جاپانی سیریل کے بارے میں بتلایا کہ اس میں وہ انسانی قدریں نمایاں کی جاتی ہیں جو ہر دین اور تہذیب میں پسندیدہ ہیں، جس سے دیکھنے والوں کی زندگی پر اچھا اثر پڑتا تھا، ان کا حال ان کویتی ڈراموں کا سا نہیں ہے جس میں اچھائیوں کی بجائے برائیاں زیادہ نمایاں ہوتی ہیں، یہاں تک کہ افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ عرب اور خلیج نے کویت کے متعلق یہ سمجھ لیا کہ کویت کا معاشرہ ہی ایسا ہے.

یہ جاپانی ڈرامے بھی دوسرے اچھے کارٹونی ڈراموں کے مثل تھے، ان میں دوستی اور فاداری جیسے اچھے مضامین پیش کئے جاتے تھے، اور وفادار دوست واحباب، اور آپسی محبت واحترام کا صحیح مفہوم بتلایا جاتا تھا. جس کی ایک مثال (NAKAMA) نامی ڈرامہ ہے. اگر دیکھا جائے تو یہی اوصاف ہمارے دین کی خصوصیات ہیں، لیکن صدافسوس کہ ہمارا معاشرہ اس سے کوسوں دور ہے.

---

(186) مناسب ہے کہ میں اس کے چند ساتھیوں کے نام دو گروپ میں تقسیم کرتے ہوئے یہاں ذکر کردوں.

پہلا گروپ: محمد شحاتہ، فہد قطامی، خالد دوسری، ابراہیم ہاجری، سعود الغریر، سالم سنعوسی، مشاری حسینان، فہد الفہد، عبدالرحمن العصفور، ضاری الرشید، سعود الرومی، سعود المسلم، عبداللہ المہنا، محمد سنعوسی، عبدالعزیز الجری، فہد الجری، عبدالہادی الجری، احمد الجری، عمر الغنیم، فہد السیف، ولید الرشید، مبارک الصباح، براک الغانم، طارق الغیص، محمد السلطان، صالح التنیب، یوسف الغنام، محمد الغنام، ابراہیم مال اللہ، حامد الہران، عبدالرحمان الشملان.

دوسرا گروپ: فہد سعود السعد، عبدالرحمن سعود السعد، سلطان منصور السعد، عبدالمحسن مسلم الزامل، عبداللہ السعد، عبداللہ بدر الوزان، حمد الطاحوس، عبدالعزیز الرفاعی، فہد القاضی، احمد الرمیح، بدر الطاحوس، احمد الترکیت، عبدالرحمن الطاحوس، سعود ناصر الصالح.

ان سیریل اور ڈراموں کا ایک ڈائیلاگ جو عبداللہ کو زبانی یاد تھا اور وہ اس کو بار بار دہرایا کرتا تھا یہ ہے:

کیا سمجھتے ہو تم، لوگ کب مرتے ہیں؟

کیا اس وقت جب ان پر گولیاں چلائی جائیں؟ نہیں،

کیا اس وقت جب وہ کسی سخت بیماری میں مبتلا ہو جائیں؟ نہیں،

کیا اس وقت جب وہ زہر پی لیں؟ نہیں،

ان کی موت اس وقت واقع ہوتی ہے جب وہ بھلا دیئے جائیں.

اے عبداللہ میں گواہ ہوں کہ تم ہمارے دلوں میں زندہ ہو، اللہ کا شکر ہے جو اس نے والدین میں وفاداری رکھی، اسی طرح گھر والوں اور احباب کو بھی وفادار بنایا کہ ان سے رخصت ہونے والا بھی ان کے درمیان اپنے ذکر خیر کے ساتھ زندہ ہوتا ہے.

علاج کی اہمیت اور اس کا توکل کے منافی نہ ہونا

بعض لوگ اس عنوان پر تعجب کررہے ہوں گے کہ آخر اس کی کیا ضرورت ہے، لیکن ہمارا مقصد اس موضوع پر مزید معلومات فراہم کرنا ہے، تاکہ قارئین اس سے فائدہ اٹھا سکیں.

اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: (مومن کا معاملہ بھی عجب ہے، اس کا ہر کام اس کے حق میں بہتر ہی ہوتا ہے، اور یہ خصوصیت صرف ایک مومن کو حاصل ہے، جب اسے خوشحالی لاحق ہوتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے جو اس کے حق میں بہتر ہے، اور جب تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے، اور یہ بھی اس کے حق میں بہتر ہے)[187].

بیماری انسان کے ان تمام گناہوں کا کفارہ ہے جس کا ارتکاب اس کے ہاتھ، پیر، آنکھ، کان اور دوسرے اعضاء نے کیا. اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ﴾[188] (تم پر جو مصیبت بھی آتی ہے، تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آتی ہے، اور بہت سے قصوروں سے وہ ویسے ہی درگزر کر جاتا ہے).

ہوسکتا ہے کبھی کسی بندے کی قدر ومنزلت اللہ کی نظر میں بلند ہو، لیکن اس کے اعمال اس قدر نہیں ہیں جو اسے اس مقام تک پہونچا سکیں، لہذا اللہ رب العزت اس کو بیماریوں میں مبتلا کرتا ہے تاکہ وہ اللہ کے رحم وکرم سے اس بلند مقام کا مستحق ہوجائے.

---

[187] صحیح مسلم، حدیث نمبر (2999).

[188] سورۃ شوریٰ: آیت/30.

شفاء کے حصول کیلیئے دوائی کے ذریعہ علاج کرنا شریعت اسلامیہ میں جائز ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: (اللہ کے بندو! دوا علاج کرو، اس لیے کہ اللہ تعالی نے کوئی ایسا مرض نہیں بنایا جس کی شفاء اس کے ساتھ نہ بنائی ہو سوائے بڑھاپے کے)[189].

اس حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے اپنی امت کو علاج کرنے کا حکم دیا، بس حرام کے ذریعے علاج کرنے سے منع کیا، فقہائے کرام کے مابین حکمِ علاج میں اختلاف پایا جاتا ہے:

جمہور علماء (احناف اور مالکیہ) کا ماننا ہے کہ علاج کرنا جائز ہے، ہاں مالکیہ کی عبارت یہ ہے: علاج کروانے میں کوئی حرج نہیں ہے.

شوافع، اور حنابلہ سے تعلق رکھنے والے قاضی، ابن عقیل، اور ابن الجوزی اس کے مستحب ہونے کے قائل ہیں، اور انہوں نے اللہ کے نبی ﷺ کی اس حدیث سے استدلال کیا: (اللہ نے بیماری اور دوا (علاج) دونوں اتارا ہے اور ہر بیماری کی ایک دوا پیدا کی ہے، للہٰذا تم دوا کرو لیکن حرام سے دوا نہ کرو)[190].

اس کے علاوہ دوسری اور بھی احادیث ہیں جن میں علاج کروانے کا حکم دیا گیا ہے، ساتھ ہی انہوں نے اللہ کے نبی ﷺ کے فعل سے بھی استدلال کیا کہ آپ نے حجامہ کروایا اور دوائی کے ذریعے اپنا علاج بھی کروایا، شوافع کے پاس علاج کروانا اس وقت مستحب ہے جب اس کی افادیت واضح نہ ہو، البتہ جب علاج کی افادیت واضح ہو تو علاج کروانا واجب ہے.

جمہور حنابلہ کے پاس علاج نہ کروانا افضل ہے، اور یہی امام احمد بن حنبل کا قول ہے، حنابلہ کا کہنا ہے کہ یہ توکل کے زیادہ قریب ہے.

---

[189] سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر (3436).

[190] سنن ابو داود، حدیث نمبر (3874).

امام احمد بن حنبل سے ایک شخص کے علاج کروانے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: علاج کروانا رخصت ہے، اور نہ کروانا اس سے بہتر ہے.

امام حموی ان پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (توکل کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسباب اختیار نہ کئے جائیں، بلکہ توکل نام ہے دل سے اللہ پر بھروسہ کرنے کا، اور یہ اسباب اختیار کرنے کے منافی نہیں ہے، بلکہ توکل کے ساتھ ہی اسباب اختیار کئے جاتے ہیں، جیسا کہ ایک معالج (علاج کرنے والا/طبیب) جب کسی مریض کا علاج کرتا ہے تو وہ اپنے علم کے مطابق جو کر سکتا ہے وہ کرتا ہے اور نتیجہ اور کامیابی اللہ پر چھوڑ دیتا ہے، اگر صرف توکل کرنا ہی کافی ہوتا تو اللہ رب العزت یہ نہیں کہتا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ﴾[191] (اے مسلمانو! اپنے بچاؤ کا سامان لے لو). اور اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: (اپنے اونٹ کو باندھ دو اور اللہ پر توکل کرو)[192]. نیز آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: (اپنے دروازے بند کر دو)[193]. جو یہ سمجھتا ہے کہ توکل کا مطلب یہ ہے کہ اسباب اختیار نہ کئے جائیں تو اس نے توکل کا معنی جانا ہی نہیں، اور اگر بات ویسی ہی ہوتی جیسا کہ وہ سمجھ رہا ہے تو اللہ کے نبی ﷺ غار میں نہ چھپتے).

(اور رہا وہ شخص جو بعض اسلاف کے فعل سے دلیل لے کہ انہوں نے علاج کروانا ترک کر دیا تھا، جیسا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، تو اس کا جواب یہ ہے:

پہلا جواب: انہوں نے علاج کروایا پھر ترک کیا.

---

(191) سورۃ النساء: آیت/71.

(192) جامع ترمذی، حدیث نمبر (2517).

(193) مسند احمد، حدیث نمبر (15057)، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر (1271).

دوسرا جواب: ان کے قول سے علاج کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی، بلکہ ان کا قول تقدیر پر رضامندی کی خاطر کہا گیا ہے.

تیسرا جواب: انھیں یہ پتہ چل گیا ہو کہ ان کی موت کا وقت قریب ہے.

چوتھا جواب: وہ اپنی موجودہ حالت کی بجائے اپنی عاقبت کی یاد میں مشغول رہے ہوں.

پانچواں جواب: بیماری بہت پرانی ہو، اور اس کیلئے جو دوا دی جارہی ہو اس سے نفع کی امید بالکل ختم ہو چکی ہو.

یہ ہیں وہ چند امور جن پر علاج ترک کرنے کی بات کو محمول کیا جائے گا، اور امام احمد بن حنبل کا کلام بھی اسی پر محمول ہے، چاہے مقصد حاصل ہو یا نہ ہو، انسان کو اپنی جانب سے کوشش ضرور کرنی چاہیے)[194].

علاج واجب ہے اور توکل کے خلاف نہیں ہے:

بھروسہ مند ڈاکٹروں کے بقول اگر علاج ترک کرنے سے ہلاک ہونے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں علاج کروانا واجب ہو گا.

اس پر فقہاء نے ان آیات اور احادیث سے استدلال کیا: ﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾[195](اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو). نیز فرمان باری ہے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾[196](اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نہایت مہربان ہے).

---

[194] الاحکام النبویۃ فی الصناعہ الطبیہ.

[195] سورۃ بقرہ: آیت/195.

[196] سورۃ نساء: آیت/29.

اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا آپ کے اصحاب اس طرح (بیٹھے) تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں، تو میں نے سلام کیا پھر میں بیٹھ گیا، اتنے میں ادھر ادھر سے کچھ دیہاتی آئے اور انہوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا ہم دوا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''دوا کرو اس لیے کہ اللہ نے کوئی بیماری ایسی نہیں پیدا کی ہے جس کی دوا نہ پیدا کی ہو، سوائے ایک بیماری کے اور وہ بڑھاپا ہے''(197).

طاعون عمواس کا یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ علاج کا ترک کرنا توکل کی شرط نہیں ہے:
(ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام تشریف لے جا رہے تھے جب آپ مقام سرغ پر پہنچے تو آپ کی ملاقات فوجوں کے امراء ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں سے ہوئی. ان لوگوں نے امیر المؤمنین کو بتایا کہ طاعون کی وبا شام میں پھوٹ پڑی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے پاس مہاجرین اولین کو بلا لاؤ۔ آپ انہیں بلا لائے تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ کیا اور انہیں بتایا کہ شام میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ہے، مہاجرین اولین کی رائیں مختلف ہو گئیں۔ بعض لوگوں نے کہا کہ صحابہؓ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں کی باقی ماندہ جماعت آپ کے ساتھ ہے اور یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ انہیں اس وبا میں ڈال دیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اچھا اب آپ لوگ تشریف لے جائیں پھر فرمایا کہ انصار کو بلاؤ۔ میں انصار کو بلا کر لایا آپ نے ان سے بھی مشورہ کیا اور انہوں نے بھی مہاجرین کی طرح اختلاف کیا کوئی کہنے لگا چلو، کوئی کہنے لگا لوٹ جاؤ۔ امیر المؤمنین نے فرمایا کہ اب آپ لوگ بھی تشریف لے جائیں پھر فرمایا کہ یہاں پر جو قریش کے بڑے بوڑھے ہیں جو فتح مکہ کے وقت اسلام قبول کر کے مدینہ آئے تھے انہیں بلا لاؤ، میں انہیں بلا کر لایا۔ ان لوگوں میں کوئی اختلاف رائے پیدا نہیں ہوا سب نے کہا کہ ہمارا خیال ہے کہ آپ لوگوں کو ساتھ لے کر واپس لوٹ چلیں اور وبائی ملک میں لوگوں کو نہ لے کر جائیں۔ یہ

---

(197) سنن ابو داود، حدیث نمبر (3855).

سنتے ہی عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اعلان کرادیا کہ میں صبح کو اونٹ پر سوار ہو کر واپس مدینہ منورہ لوٹ جاؤں گا تم لوگ بھی واپس چلو۔ صبح کو ایسا ہی ہوا ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا اللہ کی تقدیر سے فرار اختیار کیا جائے گا؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش! یہ بات کسی اور نے کہی ہوتی! ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے فرار اختیار کر رہے ہیں لیکن اللہ ہی کی تقدیر کی طرف۔ کیا تمہارے پاس اونٹ ہوں اور تم انہیں لے کر کسی ایسی وادی میں جاؤ جس کے دو کنارے ہوں ایک سرسبز شاداب اور دوسرا خشک۔ کیا یہ واقعہ نہیں کہ اگر تم سرسبز کنارے پر چراؤ گے تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہو گا۔ اور خشک کنارے پر چراؤ گے تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہی ہو گا۔ بیان کیا کہ پھر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آ گئے وہ اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے اس وقت موجود نہیں تھے انہوں نے بتایا کہ میرے پاس مسئلہ سے متعلق ایک علم ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ جب تم کسی سرزمین میں (وبا کے متعلق) سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب ایسی جگہ وبا آ جائے جہاں تم خود موجود ہو تو وہاں سے مت نکلو۔ راوی نے بیان کیا کہ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالٰی کی حمد بیان کی اور پھر واپس ہو گئے)[198].

[198] صحیح بخاری، حدیث نمبر (5729)، صحیح مسلم، حدیث نمبر (2219).

کینسر کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے

اللہ کے نبی ﷺ کی ایک پیاری بشارت ہے لیکن عام طور پر لوگ اس کی جانب توجہ نہیں دیتے، حالانکہ اس سے تکلیف وپریشانی اور مرض میں مبتلا شخص اور اس کے عزیز واقارب کو سکون وراحت اور امید ملتی ہے، ساتھ ہی اس کو اپنی عاقبت کے تصور سے صبر کی توفیق بھی ملتی ہے، اور کوئی گھر ان مصائب سے خالی نہیں ہے، آخر وہ بشارت کیا ہے؟

اختصار کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس سے مراد وہ امور ہیں جن پر صحیح احادیث میں شہید ہونے کی بشارت وارد ہوئی ہے، ابن حجر رحمہ اللہ نے صحیح احادیث کی روشنی میں ایسے ستائیس (27) امور کا تذکرہ کیا ہے، اور امام شوکانی نے دلائل کے روشنی میں شہداء کے جب اصناف بیان کئے تو ان کی تعداد پچاس تک پہونچ گئی[199].

اسلام میں ''شہید'' کے مفہوم کی وسعت پر دلالت کرنی والی چند احادیث یہ ہیں:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: (شہید پانچ قسم کے ہوتے ہیں۔ طاعون میں ہلاک ہونے والا، پیٹ کی بیماری میں ہلاک ہونے والا، ڈوب کر مرنے والا، دب کر مر جانے والا اور اللہ کے راستے میں شہادت پانے والا)[200].

جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ کے راستے میں مارے جانے کے علاوہ شہادت (کی) سات (قسمیں) ہیں، طاعون سے مرنے والا شہید ہے، پیٹ کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے، ڈوب کر مرنے والا شہید ہے، عمارت سے دب کر

---

[199] الفتح الربانی من فتاوی الامام الشوکانی: (4947/10).

[200] صحیح بخاری، حدیث نمبر (2829).

مرنے والا شہید ہے، نمونیہ میں مرنے والا شہید ہے، جل کر مرنے والا شہید ہے، اور جو عورت جننے کے وقت یا جننے کے بعد مر جائے وہ شہید ہے)[201].

ابو ہریرہ ﷛ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: (تم لوگ شہید کسے سمجھتے ہو؟ صحابہ نے کہا: جو اللہ کے راستے میں مارا جائے وہ شہید ہوتا ہے، اس پر آپ ﷺ نے عرض کیا: تب تو شہداء کی تعداد بہت کم ہو گی، تو صحابہ نے پوچھا: تو شہید کون ہیں؟ اس پر آپ نے جواب دیا: جو اللہ کی راہ میں مارا جائے وہ شہید ہے، جو اللہ کی راہ میں وفات پائے وہ شہید ہے، جو طاعون میں مر جائے وہ شہید ہے، جو پیٹ کی بیماری میں مر جائے وہ شہید ہے، اور جو ڈوب کر مر جائے وہ شہید ہے)[202].

اس موضوع کی احادیث بکثرت موجود ہیں، جس سے اس امت پر اللہ کے فضل و کرم کا ثبوت ملتا ہے کہ اس نے شہادت کے مفہوم میں توسع رکھا ہے. یہاں تک کہ امام ابن حجر نے اپنی کتاب میں علی بن ابو طالب کا یہ قول نقل کیا ہے: ''مسلمان کسی بھی طریقے سے مرتا ہے وہ شہید ہوتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ شہادت کے درجات ہیں''[203].

بعض اہل علم نے ایک ضابطہ بتلایا ہے جو تمام شہداء میں مشترک ہے، اور وہ یہ ہے: (ہر وہ شخص جو کسی تکلیف دہ بیماری میں مبتلا ہو کر، یا بڑی بیماری میں مبتلا ہو کر یا اچانک آنے والی مصیبت سے دوچار ہو کر وفات پائے)[204].

---

[201] موطأ مالک، حدیث نمبر (996)، مسند احمد، حدیث نمبر (23753)، سنن ابو داود، حدیث نمبر (3111)، سنن نسائی، حدیث نمبر (1846).

[202] صحیح ابن حبان، حدیث نمبر (3186).

[203] فتح الباری: (44/6).

[204] فیض الباری شرح صحیح البخاری، از کشمیری: (248/2).

اور رہا خاص طور پر کینسر کی بیماری میں مبتلا ہو کر وفات پانے والے شخص کو شہید کا درجہ ملنے پر کئی فتاوے موجود ہیں، جس میں اہل علم نے اس کی وجہ یہ بتلائی کہ یہ ایک نہایت ہی تکلیف دہ بیماری ہے، اور مریض ایک عرصے تک اس تکلیف میں مبتلا رہتا ہے. لہذا اس بیماری میں وفات پانے والا یا تو نص شرعی کی رو سے اس بشارت کا مستحق ہو گا، یا نص شرعی میں وارد حالات کی علت میں اشتراک کی وجہ سے اس بشارت کا مستحق ہو گا.

بطور مثال چند فتاوے میں یہاں پیش کرتا ہوں جن میں یہ بشارت سنائی گئی ہے:

1-فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبداللہ بن محمد المطلق (رکن مجلسِ شوری دیوان ملکی، رکن علماء کبار کمیٹی، رکن لجنۃ دائمہ للبحوث العلمیۃ) کا فتوی. آپ نے اس مرض میں مبتلا ہو کر وفات پانے والے کو شہید کا درجہ دیا ہے، اور اس کی وضاحت میں آپ نے بیان کیا کہ کینسر کی بیماری میں مرنے والا بھی طاعون، پیٹ کی تکلیف یا تپ دق میں مرنے والے کی طرح ہے، کیونکہ سب کی علت ایک ہی ہے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (تم لوگ شہید کسے سمجھتے ہو؟ صحابہ نے کہا: جو اللہ کے راستے میں مارا جائے وہ شہید ہوتا ہے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا: تب تو شہداء کی تعداد بہت کم ہو گی، تو صحابہ نے پوچھا: تو شہید کون ہیں؟ اس پر آپ نے جواب دیا: جو اللہ کی راہ میں مارا جائے وہ شہید ہے، جو اللہ کی راہ میں وفات پائے وہ شہید ہے، جو طاعون میں مر جائے وہ شہید ہے، جو پیٹ کی بیماری میں مر جائے وہ شہید ہے)[205].

2- اردن کی دار الافتاء کا فتوی:

فتوی کا مضمون یہ ہے: الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علی سیدنا رسول اللہ، شرعی نصوص میں شہید کی قسمیں بیان کی گئی ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے

---

[205] صحیح مسلم، حدیث نمبر (1915).

رسول ﷺ نے فرمایا: (شہید پانچ قسم کے ہوتے ہیں۔ طاعون میں ہلاک ہونے والا، پیٹ کی بیماری میں ہلاک ہونے والا، ڈوب کر مرنے والا، دب کر مر جانے والا اور اللہ کے راستے میں شہادت پانے والا)[206].

اور بعض علماء نے شہید کیلئے ایک ضابطہ مقرر کیا ہے، اور کہا: (ہر وہ شخص جو کسی تکلیف دہ بیماری میں مبتلا ہو کر، یا بڑی بیماری میں مبتلا ہو کر یا اچانک آنے والی مصیبت سے دوچار ہو کر وفات پائے اسے شہید کا ثواب ملتا ہے)[207].

احادیث میں جس قسم کی موت پر شہادت کا درجہ سنایا گیا ہے ان میں باہم مشترک چیز ہے تکلیف کی شدت، مرنے والا اپنی بیماری کی وجہ سے شدید کرب والم میں مبتلا ہوتا ہے، جس کی وجہ سے قیامت کے دن وہ شہید کا درجہ پائے گا، اور یہ اس کے گناہوں کی معافی اور رفع درجات کا سبب ہے جس کی وجہ سے وہ شہادت کا درجہ پائے گا.

شہادت کا اجر پانے کیلئے شرط یہ ہے کہ مریض اپنی تکلیف میں صبر سے کام لے، اور اس پر اللہ سے ثواب کی امید رکھے، جیسا کہ امام سبکی نے اپنے فتاوی میں ذکر کیا جبکہ ان سے شہادت کی بابت دریافت کیا گیا، آپ نے کہا: (''شہادت ایک اونچا مقام ہے جو موت کے وقت نصیب ہوتا ہے، جس کیلئے سبب، شرط اور نتیجہ ہے'' اس کے بعد آپ نے شروط میں کئی امور ذکر کئے، جن میں ان امور کا بھی تذکرہ کیا: صبر، ثواب کی امید...)[208].

لہذا جو کینسر کے مرض میں مبتلا ہو اور اس پر اللہ کی تعریف بیان کرے، اور صبر کرے پھر اسی مرض میں ان کی وفات ہو جائے تو ان شاء اللہ وہ شہادت کا درجہ پائے گا، کیونکہ یہ ایک سنگین

---

(206) صحیح بخاری، حدیث نمبر (2829).

(207) فیض الباری شرح صحیح البخاری، از کشمیری: (248/2).

(208) دیکھیں: فتاوی السبکی: (339/2).

بیماری ہے جس سے اکثر اوقات انسان کی وفات ہو جاتی ہے، اور آج تک اس کا کوئی علاج دریافت نہیں ہو سکا ہے، لہذا اس مرض میں مبتلا شخص کو چاہیے کہ وہ کبیدہ خاطر نہ ہو اور بے صبری کا مظاہرہ نہ کرے، بلکہ حتی المقدور علاج کروائے، اور اللہ کے فیصلے پر راضی رہے، اور یہ یقین رکھے کہ اس کے ساتھ وہی ہو گا جو رب نے اس کیلئے مقدر کر رکھا ہے، اور رب نے اس کیلئے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ اگر وہ صبر کرے اور ثواب کی امید رکھے تو اسے شہید کا اجر دیا جائے.

حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب (فتح الباری) میں علی بن ابو طالب کے حوالے سے جو بات نقل کی ہے اس کو سن کر تمام مسلمانوں کو خوش ہو جانا چاہیے، علی بن ابو طالب نے کہا: '' مسلمان کسی بھی طریقے سے مرتا ہے وہ شہید ہوتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ شہادت کے درجات ہیں''. واللہ تعالیٰ اعلم.

3-جامعہ ازہر کے پروفیسر ڈاکٹر احمد طہ ریان کا فتوی:

''الحمد للہ، والصلاۃ علی المبعوث رحمۃ للعالمین وبعد، موطأ مالک، سنن نسائی اور سنن ابو داود میں مروی حدیث جس کو نووی نے باتفاق صحیح قرار دیا ہے اس سے ثابت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ کے راستے میں مارے جانے کے علاوہ شہادت (کی) سات (قسمیں) ہیں، طاعون سے مرنے والا شہید ہے، پیٹ کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے، ڈوب کر مرنے والا شہید ہے، عمارت سے دب کر مرنے والا شہید ہے، نمونیہ میں مرنے والا شہید ہے، جل کر مرنے والا شہید ہے، اور جو عورت جننے کے وقت یا جننے کے بعد مر جائے وہ شہید ہے)[209].

---

[209] موطأ مالک، حدیث نمبر(996)، مسند احمد، حدیث نمبر(23753)، سنن ابو داود، حدیث نمبر(3111)، سنن نسائی، حدیث نمبر(1846).

ابن حجر نے صحیح احادیث کی روشنی میں ستائیس (27)ان حالات کا تذکرہ کیا ہے جن پر شہادت کی نوید سنائی گئی ہے،اوراس کے بعد یہ کہا: اس کے علاوہ اور حالات کا ذکر بھی احادیث میں آیا ہے لیکن ان کے ضعف کی وجہ سے میں نے ان کو ذکر نہیں کیا ہے[210].

معتبر احادیث میں مروی بعض وہ حالات جن پر شہادت کا درجہ نصیب ہوتا ہے اس میں ایک وہ شخص بھی ہے جس کی سل (تپ دق) کی بیماری میں وفات ہو جائے،اسی طرح دیلمی میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ بخار کی وجہ سے مرنے والا بھی شہادت کا درجہ پاتا ہے، حافظ ابن علی نے حسن سند کے ساتھ اپنی کتاب (المعرفہ) میں علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے: مسلمان کسی بھی طریقے سے مرتا ہے وہ شہید ہوتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ شہادت کے درجات ہیں.

امام باجی اور ابن التین کے بقول ان حالات میں مرنے والے کیلئے شہادت کا درجہ اس کی شدید تکلیف کی وجہ سے دیا گیا، اللہ رب العزت اس امت محمدیہ پر یہ احسان کرتا ہے کہ وہ اس کی وجہ سے ان کے گناہ معاف کرتا ہے اور ان کے درجات بلند کرتا ہے، یہاں تک کہ ان کو شہید کے درجے تک پہونچا دیتا ہے.

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کینسر کی بیماری میں مبتلا ہو کر وفات پانے والے شخص کو شہید کا درجہ ملنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک نہایت ہی تکلیف دہ بیماری ہے، اور مریض ایک عرصے تک اس تکلیف میں مبتلا رہتا ہے. لہذا اس بیماری میں وفات پانے والا یا تو نص شرعی کی رو سے اس بشارت کا مستحق ہوگا، یا نص شرعی میں وارد حالات کی علت میں اشتراک کی وجہ سے اس بشارت کا مستحق ہوگا. اللہ کا فضل وسیع ہے اور اس کی رحمت کشادہ ہے".

4- فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سفر بن عبدالرحمن الحوالی کا فتوی:

---

(210) دیکھیں: فتح الباری: (44/6).

آپ سے یہ سوال پوچھا گیا کہ اگر کوئی کینسر کی بیماری میں مبتلا ہو کر وفات پائے تو کیا وہ شہید ہے؟

آپ نے جواب دیا: ہم امید کرتے ہیں کہ ان شاءاللہ ایسے ہی ہو گا، کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ بھی شہید صرف اسے سمجھتے تھے جو میدان جنگ میں مارا جائے اسی لئے آپ نے کہا: اس صورت میں تو میری امت کے شہداء کی تعداد بہت کم ہو گی، پھر آپ نے اللہ رب العزت سے درخواست کی، اور اللہ نے آپ کو دوسرے شہداء بھی نصیب فرمائے، ان کو امام سیوطی نے جب جمع کیا تو ان کی تعداد چوبیس سے زائد تھی.

جن میں طاعون سے مرنے والے، پیٹ کی تکلیف سے مرنے والے، نفاس کی حالت میں بچے کی ولادت کے وقت مر جانے والی خواتین بھی شامل ہیں، پیٹ کی تکلیف سے مرنے والوں میں ہم امید کرتے ہیں کہ وہ تمام اس میں داخل ہیں جن کو ہم الگ الگ نام سے یاد کرتے ہیں، مثلاً کینسر وغیرہ.

5-علامہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کا فتوی:

کینسر جیسی بیماری میں مبتلا ہونے والے کے حق میں ہمیں خیر ہی کی امید ہے، کیونکہ کسی بھی انسان کو جب کوئی مرض لاحق ہوتا ہے یا کوئی تکلیف پہونچتی ہے چاہے کانٹا ہی کیوں نہ چبھے، وہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں.

6-کویت کی وزارت الاوقاف والشؤن الاسلامیۃ کی فتوی کمیٹی کے رکن، اور موسوعہ فقہیہ کے ماہر فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر احمد الحجی الکردی کا فتوی:

دماغ کے کینسر کی وجہ سے جب میرے بیٹے عبداللہ کی وفات ہوئی تو میرے ایک چاہنے والے نے آپ سے یہ سوال کیا: میرے جاننے والوں میں سے ایک کے بیٹے کی وفات دماغی کینسر کی

وجہ سے ہو گئی ہے، تو کیا اس کا شمار بھی آخرت میں شہداء میں ہو گا؟ میں نے اس سلسلے میں کئی متضاد فتاوی دیکھے ہیں، بعض فتاوی کی رو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف پیٹ کے کینسر میں مبتلا ہو کر مرنے والا ہی شہید ہے، جبکہ بعض فتاوی کی رو سے ہر وہ شخص شہید کا درجہ پاتا ہے جس کا انتقال تکلیف دہ بیماری کی وجہ سے ہوا ہو،اس مفہوم کے اعتبار سے کسی بھی قسم کے کینسر یا اس جیسے مرض میں مبتلا ہو کر وفات پانے والا بھی اس میں داخل ہے.

اس کے جواب میں آپ نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: (شہید پانچ قسم کے ہوتے ہیں۔ طاعون میں ہلاک ہونے والا، پیٹ کی بیماری میں ہلاک ہونے والا، ڈوب کر مرنے والا، دب کر مر جانے والا اور اللہ کے راستے میں شہادت پانے والا)[211].

میرے اجتہاد کے مطابق کینسر جیسے شدید اور المناک بیماری کی وجہ سے وفات پانے والوں کو بھی اس پر قیاس کیا جائے گا، لہذا مجھے امید ہے کہ جس کے متعلق سوال کیا جا رہا ہے وہ قیامت کے دن شہداء میں سے ہو گا.

اللہ کی رحمت وسیع ہے، اور اس کے خزانے بھرے ہوئے ہیں،اس کی بیحد اور بے شمار نوازشوں کے باوجود اس کے خزانے میں کمی آنے والی نہیں ہے،اے اللہ تو میرے بیٹے عبداللہ اور کینسر کی بیماری میں مرنے والے ہر شخص کو تیرے پاس شہید کا درجہ عطا فرما،اور تمام کو تیرے نیک اور صالح بندوں میں شمار فرما، تو سننے والا اور قبول کرنے والا ہے.

---

[211] صحیح بخاری، حدیث نمبر (2829)، صحیح مسلم، حدیث نمبر (1914).

دماغی طور پر فوت شدہ سے آلۂ تنفس (وینٹلیٹر) کو ہٹانے کا حکم

یہ نہایت ہی نازک وقت ہوتا ہے جب ڈاکٹر مریض کے متعلق یہ کہہ دیں کہ وہ دماغی طور پر فوت ہو چکا ہے، اب صرف مرنے کیلئے آلۂ تنفس کو اس سے ہٹانے کی دیر ہے!

اور اس کی نزاکت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب ڈاکٹر مریض کے گھر والوں کو اختیار دیں کہ وہ چاہیں تو مریض کو اسی حالت میں رہنے دیا جائے کہ وہ موت اور حیات کے درمیان پڑا رہے، اور اگر وہ چاہیں تو اس سے آلۂ تنفس کو ہٹا دیا جائے تاکہ مریض اطمینان کے ساتھ مالک حقیقی سے جا ملے!

یا اللہ، کتنا نازک ہوتا ہے وہ مرحلہ، دونوں میں سے کسی بھی چیز کو اختیار کریں نتیجہ تو تکلیف دہ ہی ہے، اگر آلۂ تنفس کو اسی طرح برقرار رکھا جائے تو مریض تکلیف میں مبتلا رہے، اور اگر نکالنے کا فیصلہ کرلے تو اس کا حسین خواب جس کا پورا ہونا بھی ناممکن ہے وہ چکنا چور ہو جائے گا.

آدمی پریشان ہو جاتا ہے کہ کیا فیصلہ کرے، خاص طور پر ہمارے دواخانوں میں جہاں مریض کے گھر والوں کے ہاتھ میں فیصلے کا اختیار ہوتا ہے، جبکہ امریکہ وغیرہ میں مریض کے گھر والوں کو تھوڑی مہلت دی جاتی ہے، اس کے بعد امریکی قانون کے مطابق دماغی طور پر فوت شدہ مریض کے حق میں ڈاکٹر جو مناسب سمجھتے ہیں وہ فیصلہ کرتے ہیں.

اللہ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے ہم کو اسلام کی دولت سے نوازا، یہ وہ دین ہے جس میں انسان کو نہ ہی تکلیف دی جاتی ہے اور نہ ہی اس کی طاقت سے بڑھکر کسی چیز کا اس کو مکلف بنایا جاتا ہے، بلکہ ہر حال میں اس کی حالت اور کیفیت کا لحاظ رکھا جاتا ہے، اسی وجہ سے شریعت میں یہ جائز نہیں ہے کہ قریب الموت مریض جس کے متعلق ماہرین اور بھروسہ مند ڈاکٹر یہ کہہ دیں کہ اب اس کے

علاج کا کوئی فائدہ نہیں اس کو کسی صورت تکلیف دی جائے، چاہے وہ دوا کے ذریعہ ہو یا کسی آلہ کے ذریعے[212].

کئی علماء اور فقہی کمیٹیوں نے اس کی اجازت دی ہے، میں یہاں صرف ایک فتوی نقل کرتا ہوں، اور یہ اردن کے پایہ تخت عمان میں (3/7/1986) کو منعقد اسلامی کانفرنس میں مجمع الفقہ الاسلامی کی جانب سے لیا گیا فیصلہ ہے: (وہ مریض جس کو آلۂ تنفس (وینٹلیٹر) پر رکھا گیا ہے، اس سے یہ آلہ تنفس ہٹانا جائز ہے، اور یہ اس صورت میں جبکہ اس کا دماغ کام کرنا بند کردے، اور تین ماہرین ڈاکٹر یہ کہہ دیں کہ اب اس کا دماغ دوبارہ کام نہیں کرسکتا، بھلے ہی اس کا دل اور اس کی سانس آلہ تنفس کی وجہ سے باقی ہوں، لیکن شرعی اعتبار سے اس کی وفات کا حکم اس وقت تک نہیں لگایا جاسکتا جب تک کہ اس کی سانس اور اس کا دل مکمل طور پر نہ رک جائیں).

غریب ممالک میں اور غریبوں کیلئے یہ مسئلہ الگ نوعیت اختیار کرلیتا ہے، کیونکہ ان کے حق میں آلہ تنفس کو برقرار رکھنا گراں ہوتا ہے خاص طور پر جبکہ مریض کے گھر والے مالی طور پر اس کی استطاعت نہیں رکھتے.

اللہ کا شکر ہے جس نے اسلام کی دولت سے نوازا، اے پروردگار تو اس مرض میں مبتلا ہر مریض اور اس کے گھر والوں کو صبر کی توفیق نصیب فرما.

---

[212] سابق شیخ الازہر فضیلہ الشیخ جاد الحق علی جاد الحق کا فتوی، دیکھیں: بحوث وفتاوی اسلامیۃ فی قضایا معاصرۃ: (ص/508) اور آگے.

مریض اور اس کے گھر والوں کو طبّی نصیحتوں کی بھرمار

دوست اور احباب کی تعداد بہت ہے، اور ہر ایک مریض سے محبت کرتا ہے، لہذا ہر شخص مریض کی خاطر یا تو اپنا ذاتی تجربہ پیش کرتا ہے یا کسی سے سنا ہوا نسخہ، اور سوشل میڈیا بھی اس میں اپنا اہم کردار نبھا رہا ہے، لیکن پریشانی تو مریض اور اس کے گھر والوں کو ہوتی ہے کہ ان میں سے کس تجربے کو آزمائیں؟!

جہاں تک اذکار، دعاؤں اور شرعی دَم کا مسئلہ ہے تو یہ ممکن ہے، حالانکہ اس میں بھی ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ ان میں سے احادیث کی روشنی میں صحیح اور ثابت دعاؤں اور دم پر اعتماد کیا جائے، ہاں مطلق طور پر عام دعائیں اور اذکار جائز ہیں اور اس میں بھی خیر ہے، لیکن جو ان کی برکت سے شفا کی امید لگائے ہوئے ہے اس کو چاہیے کہ وہ مسنون دعاؤں کا اہتمام کرے.

اور جہاں تک علاج کے ذاتی تجربے اور دیسی نسخوں کا تعلق ہے تو اس کی کئی صورتیں ہیں:

1-اس کا تعلق محض ذاتی تجربے سے ہے، اور اس کا فائدہ مند ہونا ضروری نہیں.

2-ضروری نہیں کہ یہ مریض کی حالت کے مناسب ہو، لہذا بہتر یہی ہے کہ ماہرین کی نگرانی میں جہاں مریض کا علاج چل رہا ہو وہاں چلنے دیا جائے، خاص طور پر مغربی ممالک کے دواخانوں میں.

3-مغربی ممالک میں ان دیسی نسخوں کو آزمانا بھی مشکل ہے، کیونکہ وہاں ان جڑی بوٹیوں کا ملنا دشوار ہے.

4-مادہ پرست یا مصلحت پسند حضرات اس موقع کا غلط فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اور ہماری نظر میں کتنے ہی لوگ ہیں جو اپنے مریض کی محبت میں اس کی شفا کی خاطر ان لوگوں کی بھینٹ چڑھ گئے، اسی لئے یہ ضروری ہے کہ صحیح وغلط، اور مکار وہمدرد میں تمیز کی جائے.

5-مریض اور اس کے گھر والے ایک طرف علاج میں مصروف ہوتے ہیں تو دوسری طرف ڈاکٹرس سے مشورے کرنے میں، اور ان کو ان نصیحتوں کی بھرمار جن سے اس صورت میں استفادہ ناممکن ہے مایوسی اور بے چینی میں مبتلا کر سکتی ہے.

6-ان طبّی نصیحتوں کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی، لہذا ان پر عمل کرنے سے مریض کی حالت اور بگڑ سکتی ہے.

7-دیسی نسخوں کی افادیت سے کسی کو انکار نہیں، لیکن ہر حال میں اور ہر شخص کیلئے اس کا فائدہ مند ہونا بھی ضروری نہیں، اس لئے ضروری ہے کہ ڈاکٹر سے مشورہ کیا جائے اور بغیر علم مشورے نہ دیئے جائیں.

8-ہو سکتا ہے ان طبّی نصیحتوں اور دیسی نسخوں کا مشورہ دینے میں مریض سے محبت اور ہمدردی کا اظہار ہو، لیکن ضروری نہیں کہ یہی بہتر اور صحیح طریقہ ہو، بلکہ دعا کے متعلق آتا ہے کہ اس میں برکت ہے اور وہ بہر صورت قبول ہوتی ہے، جس کا ہم نے اسی کتاب میں پہلے ذکر کیا ہے.

خوش آمدید، بیت الحمد میں ہمارے پڑوسی: خالد عبد اللطیف الشایع

خوش آمدید، بیت الحمد کے ہمارے پڑوسی!

ہمارے بیت الحمد کے پڑوسی کی شخصیت ایک اچھی مثال اور نمونہ ہے

پہلے میں آپ کا مختصر تعارف پیش کروں گا اور اس کے بعد یہ بتلاؤں گا کہ وہ کیوں وہاں ہمارے پڑوسی ہیں

خالد عبد اللطیف علی الشایع کی شخصیت بڑے اور چھوٹے سب کے ساتھ حسن تعامل اور تواضع کی ایک بہترین مثال ہے، اور آپ کی صلہ رحمی صرف اپنے گھر والوں اور اپنے لوگوں تک محدود نہیں ہے، بلکہ اپنے والد (رحمہ اللہ) کے تمام ساتھیوں کے ساتھ بھی آپ کی صلہ رحمی کا یہی معاملہ ہے، اور آپ اس حدیث کی روشنی میں دوسروں کو بھی اس پر ابھارا کرتے تھے: (بہترین صلہ رحمی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے ساتھیوں کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرے)[213]. آپ کی شخصیت حسن اخلاق اور جود وسخا کا بہترین نمونہ تھی.

آپ کا تعلق ایک ایسے شریف خاندان سے تھا جس کی کویت میں اجتماعی اور اقتصادی دونوں لحاظ سے اپنی الگ پہچان تھی، عالم اسلام پر آپ کی جود وسخا محتاج تعارف نہیں، میں نے اس کا ذکر اپنی کتاب ''اللجنۃ الشعبیہ لجمع التبرعات-2007'' میں کیا ہے، اسی طرح اس گھرانے اور اس سے تعلق

---

(213) صحیح مسلم، حدیث نمبر (2552).

رکھنے والی اہم شخصیات کا ذکر بھی میں نے اپنی کتاب ''الوصول الی الأصول-اوراق کویتیۃ فی سیاق السیرۃ العائلیہ: عائلۃ الجار اللہ الخرافی'' میں کیا ہے.

مختصر یہ ہے کہ یہ خاندان محتاج تعارف نہیں، اپنے خاندان کے ساتھ حسن تعلق اور ان کی حسن تربیت میں یہ اپنی مثال آپ ہے، اس کے متعلق کبھی ایسی بات سننے میں نہیں آئی جس سے ان پر داغ آتا ہو، اور وہ بھی اس دور میں جبکہ مادیت کے نشے میں لوگ حدوں کو پھلانگ جاتے ہیں.

پچھلے جمعہ میں نے بیت الحمد کے اپنے نئے پڑوسی خالد عبد اللطیف الشایع کی خاطر تین سنتیں ادا کیں، میں نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی، آپ کے جنازے کے ساتھ گیا یہاں تک کہ آپ کو دفن کیا گیا، پھر میں آپ کی قبر پر آپ کیلئے مغفرت اور ثابت قدمی کی دعا کرتے ہوئے ٹھہرا رہا، اس کے بعد آپ کے گھر والوں کو تعزیت پیش کرنے سے پہلے میں پیارے عبد اللہ کی قبر پر آیا، اس کی طرف رخ کرکے اس کو سلام کیا، پھر قبلہ رخ ہو کر اس کیلئے دعا کیا، اس کے بعد میں اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھتے ہوئے اس سے یوں گویا ہوا: ''بیت الحمد میں نئے پڑوسی تمہیں مبارک ہوں''، کیونکہ مرحوم خالد عبد اللطیف الشایع کا اکلوتا بیٹا جولائی 1999م کو اپنی جوانی کے عالم میں کار کے حادثے میں فوت ہو چکا تھا.

جس پر آپ نے اللہ کی تعریف بیان کی، صبر کیا، ثواب کی امید رکھی، اور ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ'' پڑھا، اسی لئے آپ بھی نبی ﷺ کی زبانی رب کے وعدے کے مستحق ہو گئے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کی اولاد وفات پاجائے اور وہ صبر کرے، ثواب کی امید رکھے، رب کی تعریف بیان کرے اور (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ) پڑھے، فرشتے اس کیلئے جنت میں ایک گھر بناتے ہیں اور اس کا نام ''بیت الحمد'' رکھتے ہیں.

رب پر حسن ظن رکھتے ہوئے میں اسطرح یقین کے ساتھ پیارے عبد اللہ سے خطاب کیا، اور مجھے ایسا لگ رہا تھا گویا میں بیت الحمد کا مشاہدہ کر رہا ہوں، مجھے اچھی طرح یاد ہے اور میں اس پر گواہ

ہوں کہ جب خالد عبداللطیف الشایع کے بیٹے کی وفات پر تعزیت پیش کرنے کیلئے میں آیا تو میں نے ان کو تسلی دیتے ہوئے کہا: ''صبر کریں اور ثواب کی امید رکھیں'' تو انہوں نے فورا اللہ کا شکر ادا کیا اور (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) کہا.

خالد الشایع کی یہ خصوصیت ہے کہ میرے جاننے والوں میں وفات پانے والے سب سے پہلے آپ ہی ہیں جن کا میری طرح اکلوتا بیٹا اس دنیا سے رخصت ہوا، اور آپ کا بس اکلوتا بیٹا ہی نہیں بلکہ اکلوتا پوتا بھی آپ کو داغ مفارقت دے گیا.

اللہ آپ پر رحمتوں کی بارش کرے، اور آپ کو جنت الفردوس میں جگہ نصیب کرے.

مریض کی خاطر اسلامی تہذیب کی ایک جھلک

وقف برائے صحت:

وقف ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعہ لوگ اپنی مادی قربانی کا ثبوت پیش کرتے ہیں، اور ان لوگوں کی سہولت کا انتظام کرتے ہیں جو موجود ہیں یا بعد میں آنے والے ہیں، صحت کے میدان میں بھی امت مسلمہ نے وقف کے ذریعہ نہایت ہی عمدہ کارنامے انجام دیئے، اس کی وجہ سے دواخانے (بیمارستان)[214] وجود میں آئے جس میں ہر قسم کے مریضوں کا مفت علاج ہوتا تھا، اور ان کو مفت دوائیں فراہم کی جاتی تھیں، یہاں تک کہ دواخانوں کے لئے وقف کردہ جائیداد کی آمدنی سے مریضوں کے لئے کپڑوں، مناسب کھانوں، روشنی اور میٹھے پانی کا انتظام بھی کیا جاتا تھا.

اسلامی وقف اور جسمانی ونفسانی علاج میں اس کا کردار

وقف کی وجہ سے طبّی علوم میں ترقی ہوئی، اور طب سے متعلق بہت سارے علوم وجود میں آئے، مثلاً: بیماری کی تشخیص، بیماری کے اسباب، بیماری کا علاج اور دوائیں، لہذا دواخانوں میں شعبۂ تدریس کا بھی اضافہ ہوا، جہاں طلبہ طب کی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے.

وقف کی وجہ سے سوسائٹی کے ہر طبقہ کے مریضوں کے علاج کا انتظام ہوا، وہ غریب اور محتاج مریض جو دواخانہ نہیں آسکتے تھے ان کا ان کے گھر پر علاج کیا جاتا تھا، اور ان کو دوائیں فراہم کی جاتی تھیں، اسی طرح اس وقف کی آمدنی سے طبیب (ڈاکٹر) اور ان کے پاس پڑھنے والوں کی تنخواہ کا انتظام بھی ہوتا تھا.

---

(214) بیمارستان یہ فارسی لفظ ہے اور یہ دو کلمے (بیمار) اور (ستان) کا مرکب ہے، بیمار کے معنی ہوتے ہیں مریض، اور ستان کا معنی ہوتا ہے رہنے کی جگہ، یعنی بیمارستان کا معنی ہوا مریضوں کے رہنے کی جگہ، اور یہ لفظ ہر قسم کے دواخانوں کیلئے بولا جاتا تھا، لیکن بعد میں لوگوں نے اس کو دماغی مریضوں کے دواخانے کیلئے خاص کرلیا.

صحت کی خاطر وقف کردہ جائیداد کی آمدنی سے صرف جسمانی مریضوں کا علاج ہی نہیں ہوتا تھا بلکہ نفسیانی امراض کا بھی علاج کیا جاتا تھا، لہذا نفسیاتی مرض میں مبتلا مریض کو تسلی دینے اور خوش کرنے کیلئے بھی مسلمانوں نے اپنا مال وقف کیا، تاکہ مریض کی معنوی قوت میں اضافہ ہو اور یہ اس کی صحت کا سامان ہو جائے.

اس کے تحت کچھ خاص ایسے لوگوں کا انتظام بھی ہوا جن کی ذمہ داری تھی کہ وہ ان والدین کو تسلی دیں جن کی اولاد فوت ہو چکی، اور نفسیاتی طور پر ان کا بہترین علاج کریں، ان کو صبر کی تلقین کریں، اور وہ اعمال بتلائیں جن کے ذریعہ وہ اپنے مرنے والے کو فائدہ پہونچا سکتے ہیں.

اس وقف کی وجہ سے اجتماعی طور پر مریض کی دیکھ بھال کا بندوبست ہوا، لہذا مریض کو مرض کے ایام میں کچھ خاص رقم بھی دی جاتی تھی جس کے ذریعہ وہ اپنے گھر والوں کے کھانے کا انتظام کر سکے، بلکہ اس کی شفایابی کے بعد بھی جب تک کہ اس کی کمزوری باقی رہتی اس کو وقف کی آمدنی سے وظیفہ دیا جاتا تھا خاص طور پر وہ مریض جن کا آپریشن ہوا ہو.

مریض چاہے زندہ ہو یا اس کی وفات ہو جائے بہر صورت اس وقف کی آمدنی سے دونوں کا خیال رکھا جاتا تھا، اس آمدنی کا ایک حصہ مرنے والے کی تجہیز و تکفین اور تدفین کیلئے وقف تھا، چاہے مرنے والا دواخانے میں وفات پائے یا اپنے گھر میں.

اسلامی دور میں سب سے پہلے دواخانے کی بنیاد ولید بن عبدالملک کے دور میں پڑی، اور یہ دواخانہ جذام کے مریضوں کے لئے خاص تھا، جس میں خاص اطباء (ڈاکٹر) مقرر تھے، اور ان کی تنخواہیں بھی مقرر تھیں، اس کے بعد دیگر اسپتال (دواخانے) وجود میں آئے، اور یہ دواخانے ''بیمارستان'' کے نام سے جانے جاتے تھے، یعنی مریضوں کا گھر.

ذیل میں اختصار کے ساتھ چند ایسے ہی وقف کردہ دواخانوں کا ذکر کیا جارہا ہے، جن کا ثبوت ہمیں تاریخ میں ملتا ہے، اور جن دواخانوں نے جسمانی اور نفسیاتی مریض کے علاج میں نمایاں کردار ادا کیا ہے.

بغداد کا (البیمارستان العضدی):

بغداد کے "بیمارستان عضدی" (366ھ-976م) میں سب کا مفت علاج کیا جاتا تھا، اس دواخانے میں ہر ممکن حد تک مریض کا خیال رکھا جاتا تھا، اسے صاف ستھرے کپڑے، مختلف قسم کے کھانے اور علاج کیلئے دوائیں فراہم کی جاتی تھیں، اور جب مریض شفایاب ہو جاتا تو اسے اپنے گھر تک پہونچنے کیلئے رقم بھی دی جاتی تھی[215].

ابن جبیر نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے: جب وہ بغداد آئے تو انہوں نے ایک محلہ دیکھا جس کو (سوق المارستان) کہا جاتا تھا، جہاں وہ تمام چیزیں اور عمارتیں موجود تھیں جو مریض کے علاج کیلئے وقف تھیں، گویا یہ ایک طبّی محلہ تھا جو ہر مریض کی آماجگاہ تھا، یہاں طب کی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ، اطباء اور دوافروش بکثرت موجود تھے، جو ان کو وقف کی آمدنی سے حاصل ہونے والے وظائف کی بدولت مریض کی حتی المقدور خدمت کیا کرتے تھے[216].

وقف مؤنس المرضی والغرباء:

یہ وقف کا وہ حصہ ہے جس کی آمدنی ان مؤذنوں پر خرچ ہوتی تھی جو اچھی آواز والے ہوتے تھے جن کی یہ ذمہ داری ہوتی تھی کہ وہ رات بھر دینی قصیدے پڑھتے رہیں، ہر مؤذن

[215] روائع الاوقاف از راغب سرجانی: (ص/95) منقول از عیون الابناء فی طبقات الاطباء از ابن ابی اصیبعہ: (67/1).

[216] دیکھیں: ابن جبیر: رحلۃ ابن جبیر: (ص/285).

ایک گھنٹہ قصیدے پڑھتااور یہ سلسلہ فجر تک جاری رہتا،تاکہ اس سے مریض کی تکلیف میں کچھ افاقہ ہواور اسے کچھ تسلی ملے.

مریض کو شفاکی امید دلانے کیلئے وقف:

دواخانوں میں یہ بھی ایک طریقہ علاج تھااس کیلئے لوگ مقرر تھےاور اس کے لئے بھی خاص وقف تھا،طریقہ علاج یہ تھا کہ اطباء کی زیر نگرانی کام کرنے والے دو خدمت گزار مریض کے قریب اس طرح ٹھہرتے کہ مریض صرف ان کی آواز سن سکتا مگران کو دیکھ نہیں سکتا،اس کے بعد ان میں ایک شخص دوسرے سے سوال کرتا کہ ڈاکٹر نے اس مریض کے تعلق سے کیا کہا ہے؟،تو دوسرا کہتا کہ ڈاکٹر کا یہ کہنا ہے کہ اس مریض کی حالت اچھی ہے،اور یہ جلد ہی شفایاب ہو جائے گا،اس کی بیماری پریشان کن نہیں ہے،اور ہو سکتا ہے کہ یہ دو یا تین دن میں اپنے بستر سے اٹھ جائے!.

دمشق کا(البیمارستان النوری الکبیر):

اس دواخانے کو عادل بادشاہ نور الدین الشہید نے (459ھ-1154م) میں ایک انگریز بادشاہ سے ملے فدیہ کے مال سے تعمیر کیا،اور یہ نہایت ہی شاندار دواخانہ تھا، جسے اس نے فقراءاور مساکین کیلئے وقف کیا تھا.

یہ دواخانہ ''بیمارستان النوری الکبیر'' عالم اسلامی کی ایک عظیم تاریخی یادگار ہے،اس کی عمارت، نقش ونگار اور کتبے اب بھی عرب مسلمانوں کے قدیم تہذیب وتمدن کی منہ بولتی تصویر ہیں،یہ دواخانہ قدیم دمشق شہر کے بیچوں بیچ واقع تھا، یہ دواخانہ (بیمارستان النوری الکبیر)سن 1317ھ تک آباد تھا،اور یہ بلاد مشرق کی سب سے پہلی میڈیکل یونیورسٹی شمار کیا جاتا ہے.

البیمارستان الصلاحی:

صلیبیوں کے ہاتھ سے بیت المقدس اور مسجد اقصی کو آزاد کرنے کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی نے اس دواخانے کی تعمیر کی،اور اس کو (البیمارستان الصلاحی) کا نام دیا، سلطان نے اس دواخانے کی خاطر بہت ساری جائیدادیں وقف کیں،اور دواؤں اور جڑی بوٹیوں کا انتظام کیا، اس دواخانے میں طب کی تعلیم بھی دی جاتی تھی.

بیمارستان قلاوون "المستشفی المنصوری":

المنصوری دواخانہ بڑاہی وسیع اور معروف دواخانہ تھاجو کہ "مارستان قلاوون" کے نام سے مشہور تھا،یہ کسی حاکم کا گھر تھا جسے بادشاہ المنصور سیف الدین قلاوون نے سن (683ھ-1284م) میں دواخانے کی شکل دے دی، سالانہ ہزار درہم سے زائد اس پر وقف کرنے کا اعلان کیا، اس دواخانے کے ساتھ مسجد، مدرسہ اور دارالایتام بھی تعمیر کئے گئے، یہ دواخانہ اپنے بہترین نظم ونسق کی ایک مثال تھا، ہر ایک کیلئے اس دواخانے کے دروازے کھلے تھے، جو صحتیاب ہو جاتے انھیں دواخانے کی جانب سے کپڑے دیئے جاتے،اور جو انتقال کر جاتے ان کی تجہیز وتکفین اور تدفین کا بندوبست بھی کیا جاتا، مریض کی خدمت کیلئے لوگ مقرر تھے، ہر مریض کے پاس دو لوگ خدمت کیلئے مقرر ہوتے،اور ہر مریض کو الگ چارپائی اور بستر دیا جاتا تھا،اس دواخانے میں کام کرنے والے بعض اطباء نے کہا کہ روزانہ تقریبا چار ہزار مریضوں کا علاج کیا جاتا تھا،اور جو شفایاب ہو جاتا اسے کپڑے دیئے جاتے اور کچھ رقم بھی دی جاتی تاکہ اسے بیماری کے فورا بعد مشکل کام نہ کرنا پڑے.

دواخانے سب کیلئے عام تھے، مالدار اور غریب کا کوئی فرق نہیں تھا، بلکہ ہر ایک کا مفت علاج کیا جاتا تھا، مرد اور خواتین دونوں کے علاج کیلئے الگ الگ شعبے تھے، اور ڈاکٹر اپنی باری کے مطابق خدمت انجام دیتے تھے، ہر ایک کا وقت مقرر تھا اور اسے اپنے مقررہ وقت پر اس کے وارڈ (مریضوں کا ہال) میں ہونا لازمی ہوتا تھا، ہر دواخانے میں صفائی کرنے والے اور مریض کی خدمت کرنے

والے مرد و خواتین کا عملہ مقرر تھا، جن کی تنخواہیں مقرر تھیں، ہر دواخانے میں میڈیکل بھی ہوا کرتی تھی جسے (خزانۃ الشراب) کا نام دیا جاتا تھا، اور وہاں سے مریض کو ڈاکٹر کے مشورے کے مطابق مفت دوا فراہم کی جاتی تھی، یہ دواخانے محض دواخانے نہ تھے بلکہ میڈیکل کالج بھی تھے جہاں طب کی تعلیم بھی دی جاتی تھی، دس صدیوں سے زائد عرصے تک عالم اسلام کے مشرق و مغرب میں پائے جانے والے دواخانوں کا یہی نظام تھا، چاہے وہ دواخانے بغداد میں ہوں یا دمشق میں، قاہرہ میں ہوں یا فلسطین میں، مکہ میں ہوں یا مدینہ میں، اور مغرب میں ہوں یا اسپین میں.

مراکش کا دواخانہ:

یہ مغرب کا مشہور دواخانہ تھا، جس کو المنصور ابو یوسف نے تعمیر کیا تھا، اس دواخانے کی خاطر اس نے ایک بہترین جگہ کا انتخاب کیا اور حکم دیا کہ اس کے اطراف اچھے پیڑ پودے اور باغات لگائے جائیں، اور عمارت ایسی بنائی جائے کہ مریض کے کمرے کی کھڑکیاں ان پھلدار درختوں کی طرف کھلیں، اور ان باغات میں سفید سنگ مرمر سے حوض بنائے جائیں، اس دواخانے میں زیر علاج ہر مریض کو دن میں ایک کپڑا پہنایا جاتا تو رات میں دوسرا کپڑا، اور یہ مراعات صرف مالداروں کیلئے نہیں تھیں بلکہ مالدار اور غریب سب اس میں شامل تھے.

اب ہمارا یہ سوال ہے کہ جس وقت عالم اسلام کی ترقی کا یہ حال تھا اور دواخانوں کی یہ کیفیت تھی تو یورپ کا اس وقت کیا حال تھا؟ کیا وہ اندھیروں میں نہیں بھٹک رہے تھے؟ طب کی تعلیم تو دور کی بات ہے وہ صفائی اور ستھرائی سے بھی نابلد تھے.

یورپ کے دواخانوں کا اس وقت کیا حال تھا:

عالم اسلام میں جب دواخانوں کا یہ حال تھا جو کہ اوپر بیان ہوا ہے اس وقت یورپ کے دواخانوں کی کیا کیفیت تھی اس کو بیان کرتے ہوئے جرمنی مستشرق (ماکس مایرہوف) کہتا

ہے: عرب کے دواخانوں اور اسلامی ممالک کے شعبہ صحت کا جب ہم مشاہدہ کرتے ہیں تو ہمیں کڑوا گھونٹ پینا پڑتا ہے، اس وقت یورپ کی جو حالت تھی اس کو سامنے رکھنے پر اس کا اندازہ بآسانی ہو جاتا ہے.

ڈاکٹر مصطفی سباعی نے بھی اپنی کتاب (من روائع حضارتنا) میں یہی بات کہی ہے اور لکھا ہے کہ دواخانے بنانے اور بہترین طریقے سے ان کا نظام چلانے میں ہم اہل یورپ سے نو صدی آگے ہیں.

مریض اور اس کے گھر والوں کا بہترین ساتھی: تسبیح

مریض اور اس کے گھر والوں کو چاہیے کہ وہ شفا کی خاطر اللہ کا دروازہ کھٹکھٹائیں، اور خاص طور پر رات کے آخری پہر میں، اللہ کے آگے عاجزی وانکساری کے ساتھ اپنی کمزوری اور فقر کا اظہار کرتے ہوئے اور رب کی قوت وطاقت کا اعتراف کرتے ہوئے قبلہ رخ ہو کر خلوص دل کے ساتھ اصرار کے ساتھ ہاتھ پھیلادیں، اور پہلے رب کی حمد وثنا بیان کریں پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجیں اور دعا مانگیں، لیکن قبولیت کی جلدی نہ مچائیں، اللہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے.

تسبیح وغیرہ کے استعمال کا حکم:

''مسلمان کیلئے کوئی حرج کی بات نہیں ہے کہ وہ ذکر کو شمار کرنے کیلئے کنکر، بیج یا تسبیح وغیرہ کا استعمال کرے، اسی میں نمبر والی ڈیجیٹل تسبیح بھی داخل ہے، کیونکہ ذکر کو شمار کرنے میں وہ بھی کنکر، بیج اور تسبیح کے قائم مقام ہے''[217].

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہتے ہیں: انگلیوں پر تسبیح گننا سنت ہے... اور رہا کنکریوں اور بیجوں وغیرہ پر گننا تو وہ بھی ٹھیک ہے، کیونکہ بعض صحابہ کا یہ طرز عمل تھا، بلکہ اللہ کے نبی ﷺ نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو کنکریوں پر تسبیح گنتے ہوئے دیکھا اور کچھ نہیں کہا، اسی طرح روایت میں آتا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح تسبیح گنا کرتے تھے، اور رہا لڑی کی مانند تسبیح کا استعمال تو بعض نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے تو بعض نے اس میں کسی قسم کی قباحت نہیں سمجھی ہے، ہاں اگر نیت صحیح ہو تو یہ مکروہ نہیں ہے بلکہ درست ہے، لیکن اگر یہ بلاضرورت یا لوگوں کو دکھلانے کیلئے ہو جیسا کہ اس کو

---

[217] فتوی نمبر (18408)، قطر کی وزات او قاف کے مرکز الفتوی سے صادر فتوی.

گلے میں لٹکالیا جائے یا کنگن کی طرح ہاتھ میں باندھ لیا جائے تب تو اس میں یا تو ریاکاری ہے یا ریاکاری کا شبہ، اگر ریاکاری کیلئے ہو تو یہ حرام ہے، اور ریاکاری کا شبہ ہو تو مکروہ[218].

تسبیح کے استعمال کا دوسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے اذکار کو شمار کرنے میں آسانی ہوتی ہے، اور ہر ذکر اور دعا کو مناسب اور کثیر عدد میں آسانی کے ساتھ شمار کیا جاسکتا ہے.

استغفار کی فضیلت:

ہم میں اکثر لوگ استغفار کی فضیلت اور استغفار کرنے والوں کے ثواب سے باخبر ہیں، ہم سب اور خاص طور پر مریض جو کرب والم میں مبتلا ہوتا ہے، اس کیلئے استغفار کی اشد ضرورت ہے تاکہ رب اس کے دکھ درد اور پریشانی کو دور کرے اور اسے راحت نصیب کرے، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ﴾[219] (اپنے رب سے معافی چاہو، پھر اس کی طرف پلٹو، وہ تم پر آسمان کے دہانے کھول دے گا اور تمہاری موجودہ قوت پر مزید قوت کا اضافہ کرے گا).

اللہ کے نبی ﷺ نے ہمیشہ توبہ واستغفار کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: (اے لوگو، اللہ سے توبہ واستغفار کرو، میں اللہ کی جناب میں دن میں سو مرتبہ توبہ واستغفار کرتا ہوں).

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: (مبارکبادی ہے اس شخص کیلئے جو اپنے صحیفہ (نامہ اعمال) میں کثرت سے استغفار پائے)[220].

---

[218] مجموع فتاوی: (506/22).

[219] سورۃ ہود: آیت/52.

[220] سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر (3818).

علی بن ابو طالب ﷜ کہا کرتے تھے: (تعجب ہے اس پر جو اپنے پاس نجات کا سامان رکھتے ہوئے ہلاک ہو جاتا ہے، آپ سے پوچھا گیا: وہ کیا ہے؟ آپ نے عرض کیا: استغفار).

اور ہم میں سے ہر ایک یہ جانتا ہے کہ شیطان کبھی بھی نہ ہی مریض کیلئے اور نہ ہی دوسرے کیلئے خیر چاہے گا، بلکہ اس کی تو یہ خواہش ہوگی کہ کسی بھی طریقے سے اس کو اپنی جانب مائل کرے، اور اس کے دل ودماغ پر حاوی ہو کر اسے دین ودنیا کی ہر بھلائی سے دور رکھے، لہذا شیطان پوری کوشش کرتا ہے کہ وہ ذکر واذکار، دعا اور شرعی رقیہ (شرعی دم) سے مریض اور اس کے گھر والوں کو دور رکھے تاکہ وہ اس کے اجر عظیم سے محروم رہیں.

مریض کی حالت اور اس کی نفسانی کیفیت ایک حالت پر نہیں رہتی، کبھی اسے افاقہ محسوس ہوتا ہے تو کبھی شدید کرب والم کا احساس، لہذا جب وہ اللہ کی جانب رجوع کرتا ہے، (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) پڑھتا ہے، ہر حال میں اس کا ذکر کرتا ہے اور اس سے معافی اور صحت وعافیت کا طلبگار ہوتا ہے تو اسے راحت، سکون اور اطمینان نصیب ہوتا ہے، اسی لئے اس حالت میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ڈیجیٹل تسبیح جو کہ اب عام ہو چکی ہے، اللہ کا ذکر کرنے میں اور وقت کو غنیمت جاننے میں مریض اور اس کے گھر والوں کیلئے بہترین چیز ہے، اس سے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اور درجات بھی بلند ہوتے ہیں، اس کی وجہ سے انسان کا تعلق اللہ کے ساتھ ہمیشہ بنا رہتا ہے، اور وہ اس کے فیصلے پر راضی رہتا ہے، ساتھ ہی ساتھ جب یہ تسبیح مریض کے ہاتھ میں ہوتی ہے تو اسے بھی رب کا ذکر یاد آتا ہے اور اس کا تعلق بھی اپنے رب کے ساتھ جڑ جاتا ہے، پھر یا تو اسے مرض سے شفا مل جاتی ہے یا وہ قیامت کے دن اجر عظیم کا مستحق ہو جاتا ہے.

یہی کیفیت عبداللہ ﷫ کی تھی، وہ صابر اور رب کے فیصلے پر راضی تھا، اسے اپنی بیماری پر صبر کی بدولت اللہ سے معافی اور جنت کی امید تھی.

اپنے بندوں پر مہربان رب کی جانب وہ سفر کر گیا...ان شاءاللہ رب کی رحمت سے بیت الحمد

میں ہماری اس سے ملاقات ہو گی.

بار بار آنے والے وسوسہ سے چھٹکارا

یہ وقت نہایت ہی آزمائش کا ہوتا ہے جب کوئی انسان یا کسی کا عزیز کسی خطرناک اور شدید مرض میں مبتلا ہوتا ہے اور اس کے پاس شیطان آکر دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے اور اسے رب کے فیصلے پر راضی رہنے سے روکتا ہے اور اس میں اللہ کی رحمت اور اس کے کرم سے ناامیدی اور مایوسی کا احساس پیدا کرتا ہے.

جب انسان اللہ سے غافل ہو جاتا ہے تو شیطان اس کے دل میں وسوسے پیدا کرتا ہے اور جب وہ اللہ کی جانب لوٹ آتا ہے تو شیطان بھاگ کھڑا ہوتا ہے، اسی لئے اللہ رب العزت نے ہمیں شیطان کے وسوسوں اور ان کے حاضر ہونے سے پناہ چاہنے کا حکم دیا، فرمایا: ﴿ وَقُل رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ ﴿٩٧﴾ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ ﴾[221](اور دعا کریں کہ اے میرے پروردگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور اے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آجائیں).

کبھی شیطان آتا ہے اور آپ کے دل میں نعوذ باللہ یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ دوسروں کو تو نہیں بس صرف تمہیں کیوں اس مصیبت میں مبتلا کیا گیا؟! کیوں تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک اور تمہارے بڑھاپے کا سہارا تمہارا بیٹا ہی اس مصیبت سے دوچار ہے؟! کیا تمہاری اور تمہارے بیٹے کی حیثیت اللہ کی نظر میں اس قدر ہیچ ہے؟!.

اس موقعہ پر تمہارے لئے یہ ضروری ہے کہ تم شیطان کے اس دروازے کو بند کرو، اور کثرت سے قرآن کی تلاوت کرو، اور تمہارے نبی محمد ﷺ کے نقش قدم پر چلو کہ جب ان کے اکلوتے بیٹے ابراہیم کی وفات ہوئی انہوں نے بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا، بلکہ آنکھوں سے آپ

---

(221) سورۃ المومنون: آیات/97-98.

نے آنسو بہائے، دل آپ کا غمگیں ہوا مگر زبان سے وہی کلمات نکالے جو رب کو راضی کرنے والے تھے، اور اس سلسلے کی حدیث مشہور ہے.

اور یہ یاد رکھو کہ ابوالانبیاء سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کو تم سے زیادہ آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا تھا، انھیں تو اللہ نے بڑھاپے میں بیٹے کی شکل میں حاصل ہونے والی نعمت کو اس کی راہ میں قربان کرنے کا حکم دیا، جس پر وہ اور ان کا بیٹا دونوں خوشی خوشی راضی ہو گئے، واقعی بیٹا اللہ کی نعمت ہے اور اللہ کو یہ حق ہے کہ وہ اس نعمت کو جب چاہے اپنے پاس بلالے، کیونکہ یہ نہ ہی تمہاری ملکیت ہے اور نہ ہی کسی اور کی، بلکہ اس پر صرف اللہ کا اختیار ہے.

لہذا یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ تم اس کو ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھو اور اس کے ذریعے بار بار آنے والے شیطانی وسوسوں کا مقابلہ کرو، اور حتی المقدور یہ کوشش کرو کہ شیطان کی مرضی کے خلاف تمہارا کام ہو، وہ چاہتا ہے کہ تمہارا ٹھکانا جہنم ہو، لیکن تم یہ کوشش کرو کہ صبر اور ذکر کثیر کے ذریعے رب کو راضی کرلو اور جنت میں محل کے حقدار بن جاؤ.

اے اللہ تو ہمیں شیطان اور شیطانی وسوسوں سے بچا اور تیری مرضی کے کاموں پر ثابت قدمی نصیب فرما، اور کلمہ توحید پر ہمیں موت دے.

علمِ شرعی اور فتنوں اور وسوسوں سے بچاؤ میں اس کا کردار

اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ﴾[222] (جہاں انہیں کوئی خبر امن کی یا خوف کی ملی انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کر دیا، حالانکہ اگر یہ لوگ اسے رسول (ﷺ) کے اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے، تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں، اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو معدودے چند کے علاوہ تم سب شیطان کے پیروکار بن جاتے).

فتنے اور آزمائشوں کے دور میں اللہ رب العزت یہ حکم دیتا ہے کہ اہل علم کی جانب رجوع کیا جائے، جبکہ شیطان نفس کی پیروی کرنے والوں، اور حد سے گزرنے والوں کو ان کا عمل مزین کر کے دکھلاتا ہے، اور اہل علم سے ان کو دور رکھنے کی کوشش کرتا ہے، تاکہ وہ ہمیشہ اپنی گمراہی میں پڑے رہیں، اللہ رب العزت کہتا ہے: ﴿وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ﴾[223] (اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو، ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی).

شیطانی وسوسوں سے مریض کا اللہ سے تعلق اور اس پر ایمان بڑھتا ہے:

مومن کو شیطانی اور کفریہ وسوسوں کے ذریعے آزمایا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کا دل تنگی محسوس کرنے لگتا ہے، جیسا کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ ہمارے دل میں

---

[222] سورۃ النساء: آیت/83.

[223] سورۃ ص: آیت/26.

ایسے خیالات آتے ہیں کہ ان کو زبان پر لانا تک ہم گوارا نہیں کرتے بلکہ اس کے مقابلے میں آسمان سے زمین پر پٹک دیا جانا ہمیں عزیز ہے، آپ ﷺ نے عرض کیا: ''یہی صریح ایمان ہے''، جیسا کہ ایک مجاہد اپنے دشمن کا مقابلہ کرتا ہے اور ان پر غلبہ پاتا ہے اسی طرح یہ بھی شیطانی وسوسوں کو برا مانتے ہوئے اس کا مقابلہ کرتے ہیں اور اس پر غلبہ پاتے ہیں، یہی صریح ایمان ہے[(224)].

جس قدر انسان اپنے علم اور اپنی عبادت میں قوی ہوتا ہے اسی قدر اس میں شیطانی وسوسوں پر قابو پانے کی طاقت ہوتی ہے.

اور مریض جس کی حالت جسمانی اور روحانی طور پر نازک ہوتی ہے اس پر شیطان کے غالب آجانے اور اس کے شیطانی وسوسوں کا شکار ہو جانے کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے، لہذا شیطان اسے مرض سے چھٹکارا پانے اور علاج کئے جانے کے نئے نئے طریقے سکھلاتا ہے، جن میں اسلامی تعلیمات سے پرے غیر شرعی طریقۂ علاج بھی بتلاتا ہے، اور اس کو اس کی نظر میں مزین کرکے دکھلاتا ہے، ساتھ ہی مریض کو رب کے فیصلے سے ناراض کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے، یہ شیطان کے وہ ہتھکنڈے ہیں جن کے ذریعے وہ انسان کو مایوسی کا شکار بنانا چاہتا ہے اور رنج وغم کا مزید احساس اسے دلاتا ہے، کیونکہ شیطان انسان کا پرانا دشمن ہے، اور اس کی دشمنی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، اس نے قسم کھائی ہے کہ وہ آدم اور اس کی ذریت کو گمراہ کرے گا، لہذا وہ سیدھے راستے سے روکنے کیلئے نت نئے طریقے آزماتا ہے، کیا وہ اسی پر اکتفا کرلیتا ہے، ہرگز نہیں، بلکہ اس کی دشمنی حسد اور کینے پر مبنی ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے ابلیس کا یہ قول نقل فرمایا: ﴿قَالَ ءَأَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا﴾[(225)] (کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تونے مٹی سے پیدا کیا ہے). الغرض شیطان کی دشمنی بہت پرانی ہے اور اس کا مقصد واضح ہے، جس کیلئے وہ طرح طرح کے ہتھکنڈے اپناتا ہے.

---

(224) مجموع فتاوی ابن تیمیہ: (282/7).

(225) سورۃ بنی اسرائیل: آیت/61.

وہ طریقے جن کی وجہ سے شیطان انسانی ارادے کو کمزور کر دیتا ہے:

- نماز کو ترک کر دینا یا اس سے غفلت برتنا، اور اللہ کے ذکر سے دور ہو جانا.
- وسوسوں کا شکار ہونا.
- راتوں کو جاگنا اور بے چینی کا احساس دل میں رکھنا.
- مریض کا ان چیزوں سے اجتناب کرنا جن میں شفا ہے.
- نفسانی اور جسمانی تھکن کا شکار ہونا.
- گناہ پر گناہ کرنا.
- رب کی رحمت سے مایوس ہو جانا.
- جادو گروں اور غیر شرعی علاج کرنے والوں کے پیچھے بھاگنا.
- برائیوں کو مزین کرنا اور گمراہی کے راستوں کو مریض کیلئے آسان کر دینا، تاکہ رب سے اس کا تعلق کمزور پڑ جائے.

مریض کے پاس شیاطین نت نئے طریقوں سے آتے ہیں اور اس کو بہکانے کی کوشش کرتے ہیں، یہاں تک کہ اس کی جسمانی، روحانی اور ایمانی قوت کمزور پڑ جاتی ہے اور شیطان اس پر اپنا تسلط جما لیتا ہے، پھر جو وہ چاہتا ہے اس سے کروانے کی کوشش کرتا ہے اور بعض مریض اس کے بہکاوے میں آجاتے ہیں، محفوظ وہی رہتا ہے جس کو اللہ بچالے، اللہ ہم کو اور آپ کو ہر ظاہری اور باطنی فتنوں کے شر سے محفوظ رکھے.

ایک پکے مسلمان کی ارادی قوت مضبوط ہوتی ہے کیونکہ وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ کی قدرت اور ارادے کے آگے جنوں، شیاطین اور جادو گروں کی کوئی حیثیت نہیں، اللہ تبارک وتعالی کہتا ہے: ﴿وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾[226] (اور تمہارے چاہنے

[226] سورۃ الدہر (الانسان): آیت/30.

سے کچھ نہیں ہوتا جب تک اللہ نہ چاہے یقیناً اللہ بڑا علیم و حکیم ہے). لہذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ ان وسائل کو تلاش کرے جن سے شیطانی وسوسوں سے بچا جا سکتا ہو، مریض بھی مندرجہ ذیل طریقوں کو اپنا کر اپنی ارادی قوت مضبوط کر سکتا ہے، مریض کے گھر والوں کو چاہیے کہ وہ اس کی مدد کریں اور اس کی رہنمائی کریں:

اللہ کا ذکر، اس کی تسبیح اور تہلیل کرتا رہے، اور استغفار کرتا رہے یہاں تک کہ وسوسے دور ہو جائیں.

اللہ کا تقوی اختیار کرے، کثرت سے اس کی اطاعت کرے، اور گناہوں سے اجتناب کرے، رب العزت فرماتا ہے: ﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ﴾[227](جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اللہ اُس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا). نیز فرماتا ہے: ﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ﴾[228](جو شخص اللہ سے ڈرے اُس کے معاملہ میں وہ سہولت پیدا کر دیتا ہے).

ابن قیم اپنی کتاب (طب نبوی) میں کہتے ہیں: (بیماری کا سب سے بہترین علاج یہ ہے کہ خیر کے کام کئے جائیں، احسان کیا جائے، رب کے آگے گڑگڑایا جائے، اس کے آگے عاجزی کا اظہار کیا جائے، اس کا ذکر کیا جائے، اس سے دعا مانگی جائے اور اس کی بارگاہ میں گناہوں سے توبہ واستغفار کیا جائے، بیماری کو دور کرنے اور شفا کے حصول میں دواؤں سے زیادہ یہ کارآمد ہیں، لیکن اس کا اثر انسان کی طبیعت اور اس کے عقیدے کے اعتبار سے ہوتا ہے).

اس ضمن میں مریضوں کیلئے یہ چند نصیحتیں کرتا ہوں:

---

[227] سورۃ طلاق: آیت/2.

[228] سورۃ طلاق: آیت/4.

- شیطان کی نافرمانی کریں اور اس کے ہتھکنڈوں کو ناکام بنائیں.
- جنوں اور جادو گری کے معاملے کو حد سے زیادہ نہ بڑھائیں، بلکہ اپنے آپ کو ان امور میں مشغول رکھیں جس سے بیماری سے آپ کی توجہ ہٹے، مثلا: قرآن کی تلاوت، دینی دروس میں شرکت، مفید کتابوں کا مطالعہ، اور صلہ رحمی وغیرہ...
- شیطان سے ڈرنے کے بجائے اس کا مقابلہ کریں اور اس کے چیلنج کے آگے پہاڑ بن کر کھڑے ہو جائیں، اور یہ بغیر صبر اور کوشش کے ناممکن ہے.

بعض مریض یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو شفا فلاں شیخ کے دم کرنے سے ہی ملے گی، بس اس کے بعد مریض کا دل اس کمزور اور ناتواں انسان سے جڑ جاتا ہے، ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کریں اور اللہ کی ذات سے حسن ظن رکھیں، کیونکہ شفا دینے والی اکیلی اللہ کی ذات ہے، وہی مصیبت سے دوچار بھی کرتا ہے اور جب چاہتا ہے اسے دور بھی کرتا ہے، کوئی ڈاکٹر کسی کو شفا نہیں دے سکتا کیونکہ یہ طاقت اس کے ہاتھ میں نہیں ہے، مریض کو چاہیے کہ وہ اللہ رب العزت کے اس کلام کی سچائی پر یقین رکھتے ہوئے قرآن مجید کی تلاوت کرتا رہے: ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾[229] (یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے).

کئی مرتبہ ہم یہ سنتے ہیں کہ فلاں شیخ جو کل تک مریضوں کا علاج کیا کرتے تھے وہ آج دواخانے میں بستر پر پڑے زیر علاج ہیں! اگر شفا ان ہی کے ہاتھ میں تھی تو انہوں نے اپنے آپ کو اس بیماری سے کیوں نہیں بچایا؟ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم کسی سے شرعی دم کا مطالبہ نہ کریں، ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الموت میں آپ پر دم کیا کرتی تھیں، ہاں بعض حالات میں اللہ سے مدد چاہنے کے بعد نیک اور باعلم حضرات سے سوال کئے بغیر کوئی چارا ہی نہیں ہے.

---

[229] سورۃ بنی اسرائیل: آیت/82.

معاذ بن جبل ﷜ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: (جس طرح بکریوں کا بھیڑ یا ریوڑ سے الگ اور دور ہو جانے والی بکری کو اپنا نوالہ بناتا ہے اسی طرح انسان کا بھیڑ یا شیطان بھی ایسے ہی لوگوں کو اپنا نوالہ بناتا ہے، لہذا تم جماعت اور مسجد کے ساتھ مل جاؤ)[230].

اس موضوع کی اگر شرح کی جائے تو یہ چند اوراق اس کیلئے کافی نہیں ہیں، بس خلاصہ کے طور پر یہ عرض ہے کہ جس کے پاس شرعی علم ہے وہ اپنے مرض پر قابو پانے کیلئے ان طریقوں کو اپنائے جو رب کو راضی کرنے والے ہوں، اور اپنی تکلیف پر صبر کرتے ہوئے رب کے فیصلے پر راضی رہے، اس سے نہ ہی اس کا دین برباد ہوگا اور نہ ہی وہ شیطانی جال میں پھنسے گا، بلکہ اللہ رب العزت نے جس اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے وہ اس کا مستحق بن جائے گا.

میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسا بیٹا دیا جو اس کے حکم اور اس کے فیصلے پر راضی رہنے والا تھا، اللہ کی رحمت سے ناراض یا مایوس ہوئے بغیر وہ ہر شرعی طریقے سے علاج کی کوشش کیا کرتا تھا، اور وہ یہ یقین رکھتا تھا کہ زندگی اللہ کے ہاتھ میں ہے، لہذا شیطان کو یہ موقعہ نصیب ہی نہیں ہوا کہ وہ میرے بیٹے کو رب کے فیصلے سے ناراض کر سکے، اور اسے گمراہ کر سکے.

اللہ سے دعا ہے اے پروردگار تو اسے قبول فرمالے، جنت الفردوس کا اسے وارث بنادے، اور اپنے پیارے حبیب محمد مصطفی ﷺ کے ہاتھ سے اسے کوثر کا جام نصیب فرما جس کے بعد وہ کبھی پیاسا نہ ہو، اور ہماری مصیبت پر ہمارے صبر کا یہ بدلہ دے کہ بیت الحمد میں ہماری اس سے ملاقات کروادے.

---

(230) مسند احمد، حدیث نمبر (22107).

فون پر حقیقی ولادت کا پیغام

اس پیغام کی میرے نزدیک ایک الگ خصوصیت ہے، کیونکہ اس میں عبداللہ کے وفات کی خبر ہے مگر میں اس کو حقیقی نئی ولادت سے تعبیر کرتا ہوں کیونکہ اللہ کے فضل، اس کی رحمت اور اس کے سچے وعدے کے مطابق اس کی انتہاء (بیت الحمد) پر ہوتی ہے.

یہ واقعہ 27 سپٹمبر 2014م کی صبح کا ہے جب پیارے عبداللہ کی پاکیزہ روح اس جہاں سے پرواز کر گئی. جب عبداللہ کی زندگی کا آخری وقت تھا اس وقت ہم تمام گھر والے رات بھر اس کے پاس جاگتے رہے، رنج والم کا یہ عالم تھا کہ ایسا لگتا تھا جیسے ہماری روح ہی پرواز کر جائے گی، ہر حال میں اللہ کا شکر ہے.

جب اللہ کا فیصلہ مکمل ہو گیا، جسے کوئی روک بھی نہیں سکتا، میں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ وہ کسی کو اس کی وفات کی خبر نہ دیں، بلکہ ہمارے نزدیک عبداللہ کا جو مقام ہے اس کے مناسب میں اس کی وفات کی خبر دیتے ہوئے ایک پیغام لکھوں گا، کیونکہ عبداللہ ایک عام بچہ نہیں ہے، لہذا میں چند منٹ کیلئے پیغام لکھتے ہوئے وٹینگ ہال میں بیٹھا، اور اس کے بعد یہ پیغام میں نے اپنے بڑے بھائی (ناصر) کی خدمت میں ارسال کر دیا اور ان سے کہا کہ وہ تمام دوست واحباب کو اس کی خبر کر دیں، میں نے تو یہ پیغام اپنے گھر والوں کو خبر کرنے کیلئے لکھا تھا اور مجھے مطلقا اس کی توقع نہیں تھی کہ سوشل میڈیا کے ذریعہ چند گھنٹے میں یہ خبر سارے عالم میں پھیل جائے گی، شاید اس کو یہ انتشار پیارے عبداللہ کی بدولت ملا.

ذیل میں اس پیغام کی عبارت درج ہے جس کو میں حقیقی ولادت سے تعبیر کرتا ہوں:

(اس اللہ کی تعریف ہے جس نے عبداللہ کیلئے یہ پسند کیا کہ وہ اپنے والدین کیلئے جنت میں ایک گھر بنائے جس کا نام ''بیت الحمد'' ہو، جیسا کہ رب العزت نے اپنے نبی محمد ﷺ کی زبانی اس کا وعدہ کیا ہے:

ابو سنان کہتے ہیں: میں نے اپنے بیٹے سنان کو دفن کیا، اس وقت ابو طلحہ خولانی قبر کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے، جب میں وہاں سے نکلنا چاہا تو انہوں نے میرا ہاتھ تھام لیا اور کہا: کیا میں تمہیں خوشخبری نہ سناؤں؟

میں نے کہا: کیوں نہیں، آپ نے فرمایا: مجھ سے ضحاک بن عبدالرحمن نے روایت کیا ہے اور وہ ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے کہا: اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

جب کسی شخص کا بچہ [231] فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے: کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی؟

تو وہ کہتے ہیں: ہاں،

پھر فرماتا ہے: کیا تم نے اس کے دل کے ٹکڑے کو لے لیا؟

وہ کہتے ہیں: ہاں،

تو اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: میرے بندے نے کیا کہا؟

وہ کہتے ہیں: اس نے تیری حمد بیان کی اور ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ'' پڑھا

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس کا نام ''بیت الحمد'' رکھو [232].

---

[231] بچہ سے مراد اولاد ہے، خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔ (یعنی بیٹا ہو یا بیٹی)

مجھے اپنے رب پر حسن ظن کی وجہ سے پورا یقین ہے کہ اللہ کے وعدے کے مطابق اس کی رحمت اور اسکے فضل کی بدولت وہ بیت الحمد میں میرا اور اپنی چہیتی ماں ام عبداللہ کا استقبال کرے گا، اور اس وقت ہم وہاں پر اپنے اور عبداللہ کے ان تمام دوست واحباب کا استقبال کریں گے جنہوں نے اس کے لئے دعا کی اور سچی محبت کا اظہار کیا، ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں کہ جنت کے اس مبارک گھر میں ان کو ہم نہیں بھولیں گے.

تھوڑی دیر پہلے اللہ کا یہ فضل اس پر اور اس کے ساتھ ہم پر بھی ہوا ہے، اور تمہارے پاس کویت کے وقت کے مطابق 3 ذوالحجہ ہفتہ کی شام پانچ بجے کا یہ واقعہ ہے.

ساتھ ہی بغیر تفصیل میں یہ بتلاتا چلوں کہ مرض اور علاج کے تمام مراحل عبداللہ کیلئے بڑی آسانی سے گزر گئے، صرف اسی قدر تکلیف کا اسے سامنا کرنا پڑا جتنا رب نے اپنے فضل و کرم سے اس کے گناہوں کے کفارہ اور رفع درجات کیلئے ضروری سمجھا. اور وہ ارحم الراحمین ہے.

تمام تعریف اس اللہ کیلئے ہے جو سارے عالم کا پالنہار ہے.

ہر حال میں اللہ کی تعریف ہے.

اس اللہ کی تعریف میں بیان کرتا ہوں جس کی تکلیف پر بھی تعریف بیان کی جاتی ہے.

اِنَّا للہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ).

---

(232) جامع ترمذی، حدیث نمبر (1021)، البانی نے اس کو حسن قرار دیا ہے.

یا" نیک والد" جو اس کیلئے دعا کرے!

قارئین کرام یہ سمجھ رہے ہوں گے کہ عنوان میں لفظی غلطی ہو گئی ہے، اور مؤلف نے "بچے" کے بجائے "والد" لکھ ڈالا ہے، لیکن بات ویسی نہیں ہے جیسی آپ سمجھ رہے ہیں، بلکہ میں نے جان بوجھ کر یہ لکھا ہے، اور اس کی تفصیل یہ ہے:

جب میرے بیٹے عبداللہ کی وفات ہوئی تو اس کی محبت اور اس کی وفاداری مجھ کو اس بات پر مجبور کرتی رہی کہ میں اس کے ساتھ حسن سلوک کروں، لیکن جب بھی میں اس پر غور کرتا میرے سامنے اللہ کے نبی ﷺ کی یہ حدیث آجاتی: (جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے: ایک صدقہ جاریہ ہے، دوسرا ایسا علم ہے جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں اور تیسرا نیک وصالح اولاد ہے جو اس کے لیے دعا کرے)[233].

تو میں اپنے دل میں سوچتا کہ وہ کیا کرے جس کا کوئی بچہ فوت ہو جائے؟ کیا اسلام میں والد کو بھی کوئی ایسا موقعہ دیا گیا ہے جس کے ذریعہ والد اپنے بچے کی وفات کے بعد اس کے ساتھ حسن سلوک کر سکے جیسا کہ والد کی وفات کے بعد اولاد کو یہ موقع نصیب کیا گیا ہے؟

بے شک اللہ رب العالمین رحمن ورحیم ہے اور وہ انصاف کرنے والا ہے، لہذا یہ بات غیر معقول ہے کہ وہ اس والد کے حق میں کمی کرے گا جس کا بیٹا وفات پا جائے، اور اسے اپنے بیٹے کے ساتھ بھلائی اور اس کیلئے صدقہ جاریہ کا کوئی موقع فراہم نہیں کرے گا، جیسا کہ اس نے والد کے حق میں اس کی اولاد کو یہ موقع فراہم کیا ہے.

---

(233) صحیح مسلم، حدیث نمبر (1631).

اللہ کا ایک نام (العدل) ہے اور وہ عدل کرنے والا ہے، اس نے انبیاء اور رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ اس لئے بھیجا کہ وہ عدل کی تکمیل کرے، جیسا کہ فرمایا: ﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾[234](یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (ترازو) نازل فرمایا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں).

اور یہ عدل کا تقاضہ نہیں ہے کہ اس باپ کے درمیان جس کا بیٹا اس کی زندگی میں فوت ہو جائے اور اس بیٹے کے درمیان جس کا باپ اس کی زندگی میں فوت ہو جائے فرق کیا جائے، بلکہ ضرور اللہ رب العزت نے جس طرح نیک بچے کے لئے اس کا دروازہ کھلا رکھا ہے اسی طرح نیک باپ کیلئے بھی دروازہ کھلا رکھا ہوگا، کیونکہ اللہ رب العالمین تھوڑا بھی ظلم نہیں کرتا.

میرے ذہن میں اس کا شوق اس وقت مزید بڑھ گیا جب عبداللہ کے ساتھی مجھے فون کرتے اور مجھ سے ملنے آتے، میں اپنی یہ ذمہ داری سمجھتا تھا کہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کروں اور میری بھی یہ خواہش ہوتی کہ میں ان کے ساتھ بیٹھوں، کیونکہ اس سے مجھے عبداللہ کی قربت کا احساس ہوتا تھا، اور اس سے مجھے اللہ کے نبی ﷺ کی یہ حدیث یاد آجاتی: (بہترین صلہ رحمی یہ ہے کہ جب کسی کے والد کا انتقال ہو جائے تو وہ اپنے والد کے ساتھیوں کے ساتھ صلہ رحمی کرے)[235]. اسی طرح صحابی رسول مالک بن ربیعہ الساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں: (ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی دوران بنو سلمہ کا ایک شخص آپ کے پاس آیا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ کے مر جانے کے بعد بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کی کوئی صورت ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں ہے، ان کے لیے دعا اور استغفار کرنا، ان کے بعد ان کی وصیت واقرار کو نافذ کرنا،

---

[234] سورۃ حدید: آیت/25.

[235] صحیح مسلم، حدیث نمبر (2552). الادب المفرد از بخاری، حدیث نمبر (3664).

جو رشتے انہیں کی وجہ سے جڑتے ہیں، انہیں جوڑے رکھنا، ان کے دوستوں کی خاطر مدارات کرنا)[236].

لہذا اگر کوئی باپ اپنے وفات شدہ بیٹے کے دوست واحباب کے ساتھ حسن سلوک کرے تو اس کا کیا فائدہ ہوگا؟!

میں نے اس مسئلے پر بہت چھان بین کی تاکہ مجھے کوئی ایسی بات مل جائے جس سے مجھے اور مجھ جیسوں کو جو رب کی رحمت کے طلبگار ہیں کچھ سکون نصیب ہو، لہذا مجھے اس ضمن میں چند خوش آئند باتیں ملیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

1- باپ کی دعا بیٹے کے حق میں قبول ہوتی ہے، چاہے بیٹا زندہ ہو یا وفات پا گیا ہو، جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: (تین دعائیں ہیں جن کی قبولیت میں کوئی شک نہیں: مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا، والد (اور والدہ) کی دعا اپنی اولاد کے حق میں)[237]. اس حدیث میں بیٹے کے حق میں والد کی دعا کا ذکر بغیر کسی قید کے آیا ہے، چاہے بیٹا زندہ ہو یا نہیں، بلکہ زندہ بیٹے سے زیادہ وفات شدہ بیٹے کے حق میں والد کی دعا قبول ہوتی ہو گی، کیونکہ اس میں باپ کے آنسو، رنج والم سے گڑ گڑاتا ہوا دل اور مکمل خشوع شامل ہوتے ہیں، اور وہ رب سے پوری امید کے ساتھ اپنے بیٹے کے حق میں دعا کرتا ہے کہ پروردگار اس کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اسے جگہ نصیب فرمائے، اور حوروں سے اس کی شادی کروادے.

---

[236] سنن ابوداود، حدیث نمبر (5142)، مسند احمد، حدیث نمبر (3664).

[237] البانی نے اس کو اپنی کتاب صحیح وضعیف سنن ابن ماجہ میں صحیح قرار دیا ہے، اس معنی کی دوسری صحیح احادیث بھی مروی ہیں، مثلا: ''تین دعائیں رد نہیں ہوتیں: والد کی دعا، روزہ دار کی دعا اور مسافر کی دعا''، (بیہقی: 345/3، الضیاء المختارہ: 108/1، البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھیں: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: (1797)، نیز فرمایا: ''تین لوگوں کی دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں: والد، مظلوم اور مسافر'' (سنن ابوداود، حدیث نمبر (1536)، مسند احمد: 154/3، البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھیں: سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: (596).

2-دعا جس سے میت کو نفع پہونچتا ہے وہ صرف نیک بیٹے کی دعا ہی نہیں ہے، بلکہ تمام مسلمانوں کی دعا اس میں شامل ہے، اس کی دلیل وہ آیت ہے جس میں مومنوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ان کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنے گزر جانے والے بھائیوں کیلئے دعا کرتے ہیں: ﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾[238] ((اور وہ اُن لوگوں کے لیے بھی ہے) جو اِن اگلوں کے بعد آئے ہیں، جو کہتے ہیں کہ "اے ہمارے رب، ہمیں اور ہمارے اُن سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کوئی بغض نہ رکھ، اے ہمارے رب، تو بڑا مہربان اور رحیم ہے").

اس کے علاوہ نیک بیٹے کے مفہوم میں مرنے والے کا بیٹا، بیٹی اور ہر چاہنے والا داخل ہے، چاہے وفات پانے والے والدین میں سے ہوں یا کوئی اور قریبی، علامہ شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ کا ماننا ہے کہ جس طرح والد کے انتقال کے بعد اس کی نیک اولاد کی دعا سے اس کو فائدہ ہوتا ہے اسی طرح عام مسلمان کی دعا سے بھی اسے فائدہ ہوتا ہے، اور جب اس کے بھائی اس کے لئے دعا کرتے ہیں یا اس کی خاطر صدقہ کرتے ہیں تو اس سے بھی اس کو فائدہ ہوتا ہے[239].

جب مرنے والے کو ہر نیک مسلمان کی دعا سے فائدہ ہوتا ہے تو حدیث میں خصوصی طور پر بیٹے کا ذکر کیوں کیا گیا؟ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام سبکی کہتے ہیں: دوسروں کی دعا سے بھی مرنے والے کو فائدہ پہونچتا ہے لیکن اس کے باوجود بیٹے کا خصوصی ذکر اس کو والد کے حق میں دعا پر

---

(238) سورۃ حشر: آیت/10.

(239) آپ کی آفیشیل ویب سائٹ کی اس لنک پر آپ کا یہ فتوی ملاحظہ کریں:

http://www.binbaz.org.sa/mat/113832

ابھارنے کیلئے کیا گیا ہے، کہ وہ اپنی دنیوی زندگی میں مصروف ہو کر والد کے حق میں دعا کرنے سے غافل نہ ہو جائے، کیونکہ وہی دوسروں کے مقابلے میں والد کے حق میں دعا کا زیادہ حقدار ہے(240).

3-ایک مسلمان جب بھی اپنے کسی مسلمان بھائی کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے تو اس پر وہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے، ہاں یہ بات ذہن میں رکھیں کہ ہم کسی ایک روایت کے ظاہر کو لے کر کوئی نتیجہ نہیں نکال سکتے، بلکہ اس مضمون کی تمام روایات کو ایک ساتھ نظر میں رکھنا ہو گا، جیسا کہ مثال کے طور پر جب ہم یہ حدیث پڑھتے ہیں: (بہترین صلہ رحمی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے ساتھیوں کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرے)، تو ہم یہ نہ سمجھیں کہ یہاں حسن سلوک کا تعلق صرف بیٹے سے ہے، اور اگر ایسی ہی بات ہے تو شوہر کا اپنی بیوی کے گھر والوں کے ساتھ حسن سلوک کا کیا حکم ہو گا، ذرا دیکھیں کہ اللہ کے نبی ﷺ اپنی بیوی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کی سہیلیوں کی کس قدر عزت کیا کرتے اور ان کا خیال رکھا کرتے، جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ہے وہ کہتی ہیں: (رسول اللہ ﷺ کی تمام بیویوں میں جتنی غیرت مجھے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آتی تھی اتنی کسی اور سے نہیں آتی تھی حالانکہ انہیں میں نے دیکھا بھی نہیں تھا، لیکن نبی کریم ﷺ ان کا ذکر بکثرت فرمایا کرتے تھے اور اگر کوئی بکری ذبح کرتے تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ملنے والیوں کو بھیجتے تھے۔ میں نے کئی مرتبہ نبی کریم ﷺ سے کہا: ایسا لگتا ہے جیسے دنیا میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی عورت ہے ہی نہیں! اس پر آپ ﷺ فرماتے کہ وہ ایسی تھیں اور ایسی تھیں اور ان سے میری اولاد ہے)(241).

اگر اس کا تعلق بیوی کے ساتھ شوہر کے حسن سلوک سے ہے تو بیٹے کے ساتھ والد کے حسن سلوک کا کیا ہو گا! باپ کیلئے بھی اپنے بیٹے کے دوست واحباب کے ساتھ حسن سلوک کا دروازہ

---

(240) التنویر شرح الجامع الصغیر: (208/2)

(241) صحیح بخاری، حدیث نمبر (3818)، جامع ترمذی، حدیث نمبر (3875)، مسند احمد، حدیث نمبر (26379).

مکمل کھلا ہوا ہے، بھلے ہی والد اور بیٹے کے دوستوں کی عمر میں کافی فرق ہے، لیکن کم سے کم اس کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ مرنے والے کا ذکر خیر ہو جاتا ہے، اور انہوں نے اس کی خاطر بطور صدقہ جاریہ جو کچھ جمع کیا اس کو خیر کے کاموں میں لگانے کا منصوبہ تیار ہو جاتا ہے.

4-والد کے حق میں اس کے بیٹے کی دعا اس کی موت کے بعد بھی محفوظ ہے، لہذا جس کا بیٹا اس کی اپنی زندگی میں وفات پا جاتا ہے، اور وہ اپنی موت کے بعد اپنے بیٹے کی دعا سے محروم رہ جاتا ہے اس کو اللہ نے پہلے ہی یہ خوشخبری سنادی کہ اگر وہ رب کی تعریف بیان کرے، صبر سے کام لے اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہے تو اس کو جنت میں ایک گھر ملے گا جس کا نام (بیت الحمد) ہو گا.

نعمتِ اسلام پر اللہ کا شکر ہے: الحمد للہ بیٹے کو شہادت کا درجہ تو والدین کو جنت میں بیت الحمد کی بشارت.

دولت کاانکشاف: میں ارب پتی ہوں!

مادی حالت اور بینکوں میں جمع شدہ رقم کے اعتبار سے لوگوں کو مالدار اور غریب میں تقسیم کرنے کارواج قدیم ہے، یہاں تک کہ ہر سال امریکہ سے ایک جریدہ نکلتا ہے جس میں دنیا کے سب سے زیادہ مالدار لوگوں کے نام اور ان کی دولت کا تذکرہ موجود ہوتا ہے، جس کو دیکھ کر لوگوں کے دل میں بھی اس کا شوق پیدا ہو جاتا ہے.

مادی طور پر مالداری کا خواب ہر انسان دیکھتا ہے، ہر ایک کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ جب اس کی آنکھ کھلے تو یہ دیکھے کہ وہ سونے چاندی اور خوب خزانوں کا مالک بن چکا ہے، انسان کی اسی کمزوری کا بعض کمپنیوں نے فائدہ اٹھایا اور انعامات مقرر کئے لیکن اس کا فیصلہ ''لاٹری'' کے ذریعے ہوتا ہے.

یہ انسان کی طبیعت اور اس کی کمزوری ہے، اس کا ذکر اللہ کے نبی ﷺ نے ان الفاظ میں کیا: (اگر انسان کے پاس سونے کی ایک وادی ہو تو وہ چاہے گا کہ دو ہو جائیں اور اس کا منہ قبر کی مٹی کے سوا اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے جو توبہ کرے)[242].

لوگوں کے درمیان اکثر وبیشتر اختلافات اور جھگڑوں کی بنیاد یہی مال ودولت ہے، یہاں تک کہ اکثر لڑائیاں جو ماضی میں پیش آئیں یا اب بھی جاری ہیں ان کی اصل وجہ یہی دنیوی مال ہے، ہر قوم یہ چاہتی ہے کہ وہ اس پر قابض ہو جائے.

میرے بیٹے عبداللہ کی بیماری اور اس کی وفات سے یہ سامنے آیا کہ واقعی میرے نام ''لاٹری'' اٹھی ہے، اور میں مالدار ہوں، لیکن میری یہ مالداری ختم ہو جانے والے مال کی بدولت نہیں ہے بلکہ عالم اسلام کے ہزاروں لوگوں کی مجھ سے محبت کی بدولت ہے، ان میں سے کچھ میرے

---

[242] صحیح بخاری، حدیث نمبر (6436)، صحیح مسلم، حدیث نمبر (1048).

بیٹے کیلئے شفااور رحمت کی دعا کرنے والے ہیں، تو کچھ عبداللہ کی جانب سے اپنے مال سے صدقہ کرکے اپنی محبت کا اظہار کرنے والے ہیں، ان میں سے کچھ حضرات نے میرے بیٹے کی جانب سے حج کیا، تو کچھ احباب نے فون پر پیغام بھیجے جن میں سے بعض پیغام مجھے صبر وشکر کرنے اور اللہ کی جانب رجوع کرنے کی ترغیب میں تھے تو بعض پیغام مریض پر پڑھی جانے والی آیات اور احادیث پر مشتمل تھے، اور بعض پیغام چند خاص آیات کی تلاوت پر مبنی تھے، جن کے متعلق بھیجنے والوں کی یہ رائے تھی کہ اس سے کینسر کے مریض کو شفانصیب ہوتی ہے، وہ مرض جس کی وجہ سے میرا بیٹا وفات پایا.

ان میں سے بعض نے خاص طور پر میرے، میرے بیٹے اور میرے گھر والوں کے حق میں نیک دعائیں کی، حالانکہ ان کو میں پہلے سے جانتا ہی نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ ہوا کہ انہوں نے اپنی اولاد یا اپنے رشتے داروں سے میرے متعلق سنا، لہذا انہوں نے اللہ کی رضا کی خاطر میرے لئے دعا کی.

محبت کا یہ سلسلہ صرف فون پر پیغامات ہی تک محدود نہیں رہتا، بلکہ بعض میڈیا والوں نے بھی اس خبر کو شائع کیا اور سوشل میڈیا پر میرے بیٹے عبداللہ کی بیماری اور اس کی سنگینی کو عام کرتے ہوئے اس کیلئے شفا کی اپیل کی گئی، اور اس کی وفات کے بعد اس کیلئے رحمت ومغفرت کی اپیل عام ہوئی، یہ سب کچھ نہ ہی میری طلب پر ہوا اور نہ ہی اکثر اوقات اس کا علم ہی مجھے ہوا.

یہی حقیقی سعادت اور خوش نصیبی ہے کہ لوگ تم سے بلا کسی لالچ اور طمع سچی محبت کریں، اور تمہارے ساتھ احسان بھی کریں تو انھیں بدلے اور شکریہ کی کوئی خواہش تک نہ ہو، اللہ کی ذات سے مجھے یہ امید ہے کہ یہ سب کچھ جو ہوا اس کا تعلق ان کے ساتھ میرے حسن سلوک اور رضائے الہی کی خاطر محبت سے ہے، ایک مشہور مقولہ ہے ''دین معاملات کا نام ہے''، اس مقولے میں بہت ساری آیات اور احادیث کا معنی موجود ہے جن میں حسن سلوک اور حسن معاملہ کی تعلیم دی گئی ہے، مثال کے طور پر فرمان باری تعالی: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ

الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴾[243](اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتاہے اور بدی وبے حیائی اور ظلم وزیادتی سے منع کرتاہے وہ تمہیں نصیحت کرتاہے تاکہ تم سبق لو)،اور فرمان نبوی ﷺ ہے: (لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ)[244].

اس کے علاوہ رب سے مجھے یہ امید ہے کہ ان کی یہ محبت میرے حق میں گواہی بن جائے اور میرے نامہ اعمال میں شامل کردی جائے،اور اس کی جنت میں میرے لئے محل تعمیر کردیاجائے، ابوالاسود الدؤلی کہتے ہیں: (میں مدینہ حاضر ہوا،ان دنوں وہاں ایک بیماری پھیل رہی تھی، میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھا کہ ایک جنازہ سامنے سے گزرا، لوگ اس میت کی تعریف کرنے لگے تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی پھر ایک اور جنازہ گزرا، لوگ اس کی بھی تعریف کرنے لگے۔ اس مرتبہ بھی آپ نے ایسا ہی فرمایا کہ واجب ہوگئی. پھر تیسرا جنازہ نکلا، لوگ اس کی برائی کرنے لگے،اور اس مرتبہ بھی آپ نے یہی فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ابوالاسود الدؤلی نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا کہ امیر المؤمنین کیا چیز واجب ہوگئی؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس وقت وہی کہا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس مسلمان کی اچھائی پر چار شخص گواہی دے دیں اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا، ہم نے کہا اور اگر تین گواہی دیں؟ آپ نے فرمایا کہ تین پر بھی، پھر ہم نے پوچھا اور اگر دو مسلمان گواہی دیں؟ آپ نے فرمایا کہ دو پر بھی. پھر ہم نے یہ نہیں پوچھا کہ اگر ایک مسلمان گواہی دے تو کیا؟)[245].

اس مصیبت اور آزمائش میں جس نے بھی میرا ساتھ دیا میں ان کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں، یہاں تک کہ یہ آزمائش میرے لئے رب کی رحمت اور اس کا کرم ثابت ہوئی،اس سے یہ پتہ چلا

---

[243] سورۃ نحل: آیت/90.

[244] صحیح بخاری، حدیث نمبر(1368).

[245] صحیح بخاری، حدیث نمبر(1368).

کہ میں کس قدر مالدار ہوں، وہ مالداری جس کی قیمت چکائی نہیں جاسکتی، اور یہ مالداری لوگوں کی محبت ہے، رب سے مجھے امید ہے کہ لوگوں کی مجھ سے یہ محبت رب کی محبت کا پیش خیمہ ہوگی، کیونکہ جب اللہ رب العزت اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے، جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

(جب اللہ تعالی کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اللہ تعالی فلاں شخص سے محبت کرتا ہے، تم بھی اس سے محبت رکھو، چنانچہ جبرائیل علیہ السلام بھی اس سے محبت رکھنے لگتے ہیں. پھر جبرائیل علیہ السلام تمام اہل آسمان کو پکار دیتے ہیں کہ اللہ تعالی فلاں شخص سے محبت رکھتا ہے، اس لیے تم سب لوگ اس سے محبت رکھو، چنانچہ تمام آسمان والے اس سے محبت رکھنے لگتے ہیں. اس کے بعد روئے زمین والے بھی اس کو مقبول سمجھتے ہیں)[246].

لوگوں کی دلی محبت ہو سکتا ہے کہ یہ رب العالمین کی محبت کی نوید ہو، اور یہی سب سے بڑی محبت اور باقی رہنے والی دولت ہے، جس دولت کا مقابلہ دنیا کی کوئی دولت نہیں کر سکتی.

اسی لئے بحمد اللہ میں دنیا میں ارب پتی ہوں اور امید ہے کہ یہ اس بات کا اشارہ ہو کہ میں قیامت کے دن بھی مالدار رہوں گا.

والحمد للہ رب العالمین.

---

[246] صحیح بخاری، حدیث نمبر (3209)، صحیح مسلم، حدیث نمبر (2637).

قبولیت کی چند علامتیں

رحمت؛اللہ کے ہاتھ میں ہے.

اس کی بشارت اس نے اپنے بندوں کو سنائی ہے.

اور تمام مخلوقات میں رحمت اس نے رکھی ہے... چاہے انسان ہوں یا حیوان.

لیکن تمام مخلوقات میں جو رحمت ہے وہ رب کی رحمت کے سو حصوں میں سے بس ایک حصہ ہے.

اپنے کسی بندے کو قبول کر لینا بھی رب کی اس رحمت کا ایک حصہ ہے جو رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے.

اور ہر چیز میں انسان، جنات، حیوانات اور جمادات سب داخل ہیں.

اللہ رب العزت نے اس کے پاس اپنے بندوں کی قبولیت کی چند علامتیں بتلائی ہیں، اور یہ اس کی رضا کی دلیل ہے.

ذیل میں چند علامات درج ہیں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ کی رحمت اور اس کے فضل کی وجہ سے عبداللہ کو یہ چیزیں عطا ہوئی ہیں:

1-دوست واحباب اور لوگوں کا کثرت سے اس کیلئے دعائیں کرنا

میری توجہ کا مرکز وہ کثیر دعائیں تھیں جو اللہ کے اپنے فضل وکرم سے عبداللہ کو نصیب ہوئی تھیں.

یہ عام سی بات ہے کہ دوست واحباب اور گھر والے تو مرنے والے کیلئے دعا کرتے ہیں... لیکن میری توجہ کا مرکز وہ لوگ اور وہ دعائیں تھیں جو ان لوگوں کی جانب سے بھیجی گئی تھیں جن کو میں پہچانتا ہی نہیں، بس اس کی وجہ ان کی دلی محبت، اور خیر کی تمنا تھی، اور وہ اس غم والم میں شریک ہو کر ہمارا غم کم کرنا چاہتے تھے، حالانکہ وہ تو معذور تھے کیونکہ وہ تو ہمیں جانتے ہی نہیں تھے، لیکن نیک نیتی اور خیر کی طلب نے ان کو اس بات پر آمادہ کیا تھا، لہذا ان کی جانب سے سوشل میڈیا کے ذریعہ میرے فون پر، عبداللہ کی والدہ کے فون پر اور عزیز ورشتے دار میں سے جس کو بھی وہ جانتے ان کے فون پر دعاؤں کا اس قدر سلسلہ چلا کہ میں ان کا جواب تک نہ دے سکا، کیونکہ رسائل (فون کے ذریعے بھیجے گئے خطوط) کی بھرمار تھی، اور دوسری جانب میں علاج کے دوران عبداللہ کی دیکھ بھال میں مصروف تھا، اور جب پیارے عبداللہ کی وفات ہوگئی تو اس کی تجہیز وتکفین وغیرہ میں مصروف ہوگیا، لہذا میں ان حضرات سے معذرت چاہتا ہوں.

اس رب کی تعریف ہے جو سارے جہانوں کا پالنہار ہے... اللہ رب العالمین کی وسیع رحمت اور اس کی نوازشوں سے مجھے امید ہے کہ وہ ان سب کو ناامید اور خالی ہاتھ نہیں لوٹائے گا، بلکہ کسی نہ کسی مخلص بندے یا بندی کی دعا ضرور قبول کرے گا، اور یہ ان شاءاللہ کافی ہے.

2-اس کی خاطر صدقہ وخیرات کی فراہمی کا انتظام

اللہ کے فضل وکرم اور اس کی رحمت کی بدولت عبداللہ کے علاج کے دوران اور اس کی وفات کے بعد بھی ایسے اسباب آسانی کے ساتھ فراہم ہوگئے جس سے رب کی رحمت اور شفا طلب کی جاتی ہے، حدیث میں آتا ہے: (صدقات کے ذریعہ اپنے مریض کا علاج کرو)[247]، اسی کتاب میں اس سے پہلے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ بلاؤں اور مصیبتوں کو رفع کرنے میں صدقات کا کیا کردار ہے.

---

[247] المعجم الکبیر، حدیث نمبر (10196).

صدقہ کرنے والوں کی نیک نیتی اور اجر وثواب کے حصول کی خاطر صدقہ کرنے والوں کے نام ذکر کرنا مناسب نہیں ہے، بس مختصرا یہ عرض ہے کہ عبداللہ کی جانب سے صدقہ وخیرات کرنے والوں نے اس کی بارش کردی، مگر اللہ کا جو فیصلہ ہوتا ہے وہی پورا ہوتا ہے، ہمارے اور صدقہ کرنے والوں کے اختیار میں توبس اسباب کو اپنانا اور رب کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرنا ہے.

ان صدقات کا ثواب تو عبداللہ کے حق میں اللہ کے پاس محفوظ ہے کیونکہ یہ عبداللہ کی خاطر ثواب کی نیت سے ادا کئے گئے، اور ہم جانتے ہیں کہ نیک نیت پر بھی ثواب لکھا جاتا ہے، کیونکہ نیت بھی دعا کی طرح عبادت ہے جب دل سے نکلتی ہے یا تو قبول ہو جاتی ہے، یا بلندئ درجات کا سبب بن جاتی ہے، یا بلاؤں کو ٹال دیتی ہے، یا آخرت کیلئے ذخیرہ ہو جاتی ہے.

3-اس کی جانب سے آٹھ حج

عبداللہ پر اللہ کا یہ فضل وکرم تھا کہ اس نے اس کی وفات کیلئے ذوالحجہ کا محترم مہینہ مقرر کیا، اس کی وفات ذوالحجہ کی تین تاریخ کو ہوئی، اور اس کی تدفین سات ذوالحجہ کو ہوئی، تمام کاروائی کے بعد نعش کو امریکہ سے لانے میں تاریخ کی وجہ سے تدفین میں تاخیر ہوئی، یہ وہ وقت تھا جب حجاج کرام حج کیلئے روانہ ہو چکے تھے، پس انھیں یہ موقع مل گیا کہ وہ عبداللہ کی خدمت میں سب سے افضل تحفہ پیش کرسکیں، لہذا ہماری طلب کے بغیر ہی آٹھ حجاج کرام نے عبداللہ کی جانب سے حج کیا، ہمیں اس کی خبر ان کے حج سے لوٹنے کے بعد ہوئی، ہو سکتا ہے ان کے علاوہ دوسروں نے بھی اس کی جانب سے حج کیا ہو لیکن ہمیں اس کی خبر نہیں ہوئی.

لیکن انوکھی بات یہ تھی کہ اکثر حجاج واپس آنے کے بعد یہ معذرت پیش کرتے رہے کہ انھیں حج کی وجہ سے عبداللہ کی تدفین اور اس کیلئے پیش کی جانے والی تعزیت میں شریک ہونے کا موقع نہ مل سکا، لہذا میں انھیں تسلی دیتا اور بلا جھجک یہ کہتا: اللہ آپ کو خوش رکھے، یہ بتلائیں کہ عبداللہ کے حق میں کیا بہتر ہے، 7/ذوالحجہ کو صلیبخات کے قبرستان میں اس کی قبر پر دعا کرنا، یا

9/ذوالحجہ کو عرفہ کے میدان میں اس کیلیئے دعا کرنا؟دونوں کے درمیان کوئی موازنہ ہی نہیں ہوسکتا،بعض حجاج کرام نے مجھے یہ بتلایا کہ مکمل قافلہ ہی میرے بیٹے کے حق میں دعا کررہا تھا.اللہ ان کی دعاوں کو قبول فرمائے اوران کواس کا اجر نصیب فرمائے.

4-اللہ کی تقدیر اوراس کے فیصلے پر رضامندی

اپنی بیماری پر پیارے عبداللہ کا صبر وضبط قابل توجہ تھا،اللہ نے چاہا تو یہ ان شاءاللہ اس کی قبولیت کی علامت ہو گی،جب اسے اپنی بیماری کی حقیقت کا پتہ چل گیا کہ اسے یہ خطرناک بیماری اس کے دماغ کو لاحق ہوئی ہے،اوراس مرض میں بچنے کی امید بہت کم ہی ہوتی ہے تب بھی اس نے اپنی بیماری اور تکلیف پر صبر سے کام لیا،اور اللہ کے فیصلے کو برضا ورغبت قبول کیا،بے چینی کا مظاہرہ اس نے بالکل بھی نہیں کیا،اگراللہ نے چاہا تو یہ اس کی قبولیت کی علامت ہو گی،(والحمد للہ علی کل حال).

5-اس کے علاج اوراس کی وفات کے مراحل کا آسان ہونا

مجھے اب بھی یاد ہے کہ اس کے علاج کے مراحل کس قدر آسانی سے طئے ہوتے رہے،پہلی مرتبہ اس کی بیماری کا پتہ چلنے اورامریکہ میں سان فرانسسکو یونیورسٹی ہاسپٹل کے ماہر ڈاکٹر سے ملاقات میں صرف ایک ہفتہ کا وقت لگا،جو نسبتاً بہت جلد ہو گیا،اور یہ بھی آسانی ہوئی کہ کویت میں اس کا علاج کرنے والے ماہرین نے امریکہ کے ہزاروں دواخانوں میں سے خاص طور پر اس اسپتال کا انتخاب کیا جو کہ دماغی اعصاب کے علاج اور آپریشن میں مشہور ہے.

ان ڈاکٹروں نے جب اس دواخانے کا انتخاب کیا تو انھیں یہ پتہ نہیں تھا کہ وہ اس جگہ کا انتخاب کررہے ہیں جہاں عبداللہ کی بہن اور بہنوئی دونوں ڈنٹل کیر میں فیلوشپ کررہے ہیں،دونوں پہلے ہی سے وہاں مقیم تھے،اور شہر سے اچھی طرح واقف بھی تھے،جس کی وجہ سے ہمیں وہاں رہائش کے انتظام اور وہاں سے ہاسپٹل کو آنے جانے میں آسانی ہو گئی،اس سے اہم بات یہ ہے کہ

دونوں کا تعلق میڈیکل فیلڈ سے ہے جس کی وجہ سے ڈاکٹروں سے رابطہ کرنے اور مشورہ کرنے میں بہت آسانی ہو گئی، اللہ کی قسم یہ بہت بڑی آسانی ہمارے حق میں ہو گئی، اس کے علاوہ عبداللہ کا علاج کرنے والے طبّی عملہ نے بھی بہت تعاون کیا.

آسانی کا معاملہ یہ بھی ہوا کہ عبداللہ نے اپنے چاہنے والوں میں سے نہ ہی کسی کو ستایا اور نہ ہی اس کو لمبے عرصے تک تکلیف اٹھانی پڑی، کیونکہ عموما ہوتا یہ ہے کہ اس قسم کے مریض برسہا برس موت وحیات کی کشمکش سے دوچار رہتے ہیں، جبکہ عبداللہ کے مرض، اس کے علاج اور اس کی وفات تک کی مدت پانچ ہفتے بھی نہ رہی، حالانکہ ہم ڈاکٹروں کے تجربہ کے مطابق مزید مدت کیلئے بھی ذہنی طور پر تیار تھے.

اسی طرح اس کے علاوہ بھی عبداللہ کے اور اسکے ساتھ رہنے والوں کے تمام معاملات بآسانی مکمل ہوتے چلے گئے، جس پر غور کرنے والا اسی نتیجے پر پہونچتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کی مہربانی اور اس کے فضل سے ہوا ہے.

اچھے خواب حسن خاتمہ کی نوید

اللہ کے فضل و کرم سے بہت سارے لوگوں نے لگاتار عبداللہ کی وفات کے بعد خواب میں اسے دیکھا اور دیکھا کہ وہ الحمدللہ اچھی حالت میں ہے، جس کی وجہ سے میں نے اپنی اس کتاب میں اس موضوع کا اضافہ کرنا ضروری سمجھا.

وہ باتیں اور خیالات جو اللہ رب العالمین اپنے بندے کے دل میں اس کی نیند کی حالت میں ڈالتے ہیں وہ خواب کہلاتے ہیں، اگر خوش کرنے والے خواب ہوں تو یہ اللہ کی جانب سے خوشخبری ہے، اور اگر رنج پہونچانے والے ہوں تو یہ اڑتے اڑاتے پریشان کرنے والے خواب ہیں.

اللہ کے نبی ﷺ کی عادت تھی کہ آپ صحابہ کرام سے ان کے خواب سنتے تھے اور اس کی تعبیر بیان کرتے تھے، اور آپ کہتے تھے: (میرے بعد نیک خواب کے سوا نبوت کا کوئی حصہ باقی نہیں رہے گا)[248].

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: (جب زمانہ یکساں ہو (یعنی دن رات برابر ہوں یا قیامت قریب آجائے گی) تو مسلمان کا خواب جھوٹ نہ ہوگا اور تم میں سے سب سے سچا خواب اسی کا ہوگا جو سب سے سچا مسلمان ہے باتوں میں، اور مسلمان کا خواب نبوت کے پینتالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے اور خواب تین طرح کا ہے: ایک تو نیک خواب جو خوشخبری ہے اللہ کی طرف سے، دوسرے رنج کا خواب جو شیطان کی طرف سے ہے، تیسرے وہ خواب جو اپنے

---

(248) سنن ابوداود، حدیث نمبر (5017).

دل کا خیال ہو۔ پھر جب تم میں سے کوئی برا خواب دیکھے تو کھڑا ہو اور نماز پڑھے اور لوگوں سے بیان نہ کرے)[249].

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خواب کا سچ ہونا بھی خواب دیکھنے والے کیلئے ایک فضیلت ہے، اسی وجہ سے اس کو نبوت کے حصوں میں سے ایک حصہ بتلایا گیا ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ غیب کی کوئی بات بتلائی جاتی ہے، جو کہ انبیاء کو بتلائی جاتی تھی، اور اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ نیک خواب سے مراد وہ خواب ہیں جن میں کسی خیر کی خبر دی جائے، ضروری نہیں ہے کہ خواب میں جو کچھ اچھا یا برا دکھائی دے وہی بعینہ واقع ہو، اور اسکے کئی اسباب ہیں:

- حدیث میں اس کا وصف (مبشرات) آیا ہے، جس کا مطلب ہوتا ہے خیر کی بشارت دینے والے خواب. لہذا اس کا معنی بیان کرتے ہوئے تعبیر بتلانے والوں کا یہ کہنا کہ اس سے مراد وہ خواب ہیں جن میں یا تو بشارت ہوتی ہے یا انذار (یعنی ڈرانا) درست نہیں ہے، کیونکہ انذار؛ بشارت کی ضد ہے، اور اس مفہوم کا اعتبار کرتے ہوئے حدیث میں جس نیک خواب کا ذکر آیا ہے اس کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ (مبشرات) یعنی خیر کی خبر دینے والے خواب ہیں، کیونکہ اس میں مبشرات کی ضد یعنی شر کی خبر دینے والے خواب بھی شامل ہیں.
- اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: (لوگو! اب نبوت کی خوشخبری دینے والوں میں کچھ نہیں رہا (کیونکہ مجھ پر نبوت کا خاتمہ ہو گیا) مگر نیک خواب جس کو مسلمان دیکھے یا اسے دکھایا جائے)[250].اس حدیث میں جو الفاظ آئے ہیں یعنی (نیک خواب جسے کسی

---

[249] صحیح مسلم، حدیث نمبر (2263).

[250] صحیح مسلم، حدیث نمبر (479).

مسلمان کو دکھایا جائے) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس سے خیر کی خبر دینے والے خواب مراد ہیں۔

- سچے خواب تو جس طرح مسلمان کو نظر آتے ہیں اسی طرح کافر کو بھی نظر آسکتے ہیں، جس کی کئی مثالیں قرآن وسنت میں موجود ہیں، اس کی سب سے واضح مثال سورۃ یوسف میں مذکورہ وہ خواب ہے جو مصر کے ایک کافر بادشاہ نے دیکھا تھا: ﴿وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ ۖ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِن كُنتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ﴾[251] (بادشاہ نے کہا، میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات موٹی تازی فربہ گائیں ہیں جن کو سات لاغر دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیاں ہیں ہری ہری اور دوسری سات بالکل خشک۔ اے درباریو! میرے اس خواب کی تعبیر بتلاؤ اگر تم خواب کی تعبیر دے سکتے ہو)۔

نبوت میں سے صرف بشارتیں باقی ہیں، جن میں اہم نیک خواب ہیں:

نیک خواب نبوت کے حصوں میں سے ایک حصہ ہے، جیسا کہ صحیح روایت میں آتا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: (نبوت میں سے صرف بشارتیں (خوشخبری دینے والی چیزیں) باقی رہ گئی ہیں، صحابہ کرام نے عرض کیا: یہ بشارتیں کیا ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا: یہ نیک خواب ہیں جو انسان دیکھتا ہے یا اسے دکھلایا جاتا ہے)۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نیک خواب دیکھ کر ایک مومن خوش ہو جاتا ہے، لیکن اسے چاہیے کہ وہ بس اس پر اعتماد کرتے ہوئے عمل میں کوتاہی نہ کرے، اور نہ ہی کامیابی کے اسباب اختیار کرنے میں سستی کرے، بلکہ خیر کو حاصل کرنے اور شر کو دفع کرنے کی مکمل کوشش کرے، اور اللہ پر یقین رکھتے ہوئے اس کی تدبیر اور منصوبہ بندی بھی کرے، کیونکہ کبھی خواب سچے بھی ہوتے ہیں،

---

[251] سورۃ یوسف: آیت/43.

لیکن تعبیر بیان کرنے والوں سے غلطی ہو جاتی ہے،اس کا وہ الگ مطلب نکال لیتے ہیں، یہ ذہن میں رکھیں کہ خواب کی تعبیر ایک اجتہاد اور گمان ہے، کبھی تعبیر سچ ہو جاتی ہے تو کبھی غلط، لہذا اس سے دھوکا نہ کھائیں، واللہ اعلم. امام مالک نے کہا: خواب خوش کرتے ہیں نقصان نہیں پہونچاتے.

اے عبداللہ ، اللہ تم پر رحم کرے، اور ان اچھی حالات میں ہمیں بھی تمہارا دیدار کرادے جن اچھی حالات میں تمہارا دیدار دوسرے احباب کو نصیب ہوا.

منار القاری شرح مختصر صحیح البخاری میں اس حدیث: (جب تم میں سے کوئی شخص خواب دیکھے جسے وہ پسند کرتا ہو تو وہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور اس پر اسے اللہ کی تعریف کرنا چاہئیے اور اسے بیان بھی کرنا چاہئیے)[252]. کا معنی بیان کرتے ہوئے آپ نے کہا: یعنی اس سے بیان کرے جس سے وہ محبت کرتا ہے، اور جس پر اسے بھروسہ ہے، جیسا کہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے خواب کے سلسلے میں یہ فرمایا: (اگر نیک خواب دیکھے تو خوش ہو اور اسی سے بیان کرے جس سے محبت کرتا ہو)[253].

خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنا:

بہت ساری صحیح احادیث کی رو سے خواب میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنا ثابت ہے، خصوصا نیک لوگوں کو یہ شرف حاصل ہوتا ہے، کیونکہ شیطان کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل وصورت اختیار کرسکے، ایک حدیث یہ ہے: (جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے واقعی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا)[254].

---

[252] صحیح بخاری، حدیث نمبر (6985).

[253] صحیح مسلم، حدیث نمبر (2261).

[254] صحیح بخاری، حدیث نمبر (6994).

خواب میں اللہ تعالی کو دیکھنا:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہتے ہیں: (انسان کبھی خواب میں اپنے رب کو دیکھتا ہے اور اس سے بات کرتا ہے، یہ خواب میں ہو سکتا ہے، لیکن وہ یہ نہ سمجھے کہ اللہ کی ذات ویسی ہے جیسا کہ اس نے خواب میں دیکھا ہے، کیونکہ خواب میں جو کچھ دکھائی دیتا ہے اس کا حقیقت میں ویسے ہی ہونا ضروری نہیں)[255].

مسند احمد وغیرہ میں آیا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے خواب میں اللہ تعالی کو بہترین صورت میں دیکھا، حدیث اس طرح ہے:

(ایک صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھانے سے روکے رکھا، یہاں تک کہ قریب تھا کہ ہم سورج کی ٹکیہ کو دیکھ لیں، پھر آپ تیزی سے (حجرہ سے) باہر تشریف لائے، لوگوں کو نماز کھڑی کرنے کے لیے بلایا، آپ نے نماز پڑھائی، اور نماز مختصر کی، پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو آواز دے کر لوگوں کو (اپنے قریب) بلایا، فرمایا: اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ، پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے، آپ نے فرمایا: "میں آپ حضرات کو بتاؤں گا کہ فجر میں بروقت مجھے تم لوگوں کے پاس مسجد میں پہنچنے سے کس چیز نے روک لیا، میں رات میں اٹھا، وضو کیا، (تہجد کی) نماز پڑھی جتنی بھی میرے نام لکھی گئی تھی، پھر میں نماز میں اونگھنے لگا یہاں تک کہ مجھے گہری نیند آگئی، اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ میں اپنے بزرگ و برتر رب کے ساتھ ہوں وہ بہتر صورت و شکل میں ہے، اس نے کہا: اے محمد! میں نے کہا: میرے رب! میں حاضر ہوں، اس نے کہا: « الملأ الأعلى »(یعنی فرشتوں کی اونچے مرتبے والی جماعت) کس بات پر جھگڑ رہی ہے؟ میں نے عرض کیا: رب کریم میں نہیں جانتا، اللہ تعالیٰ نے یہ بات تین بار پوچھی، آپ نے فرمایا: میں نے اللہ ذوالجلال کو دیکھا کہ اس نے اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک

---

[255] بیان تلبیس الجہمیۃ:(73/1).

اپنے سینے کے اندر محسوس کی، ہر چیز میرے سامنے روشن ہو کر آگئی، اور میں جان گیا(اور پہچان گیا)پھر اللہ عزوجل نے فرمایا: اے محمد! میں نے کہا: رب! میں حاضر ہوں، اس نے کہا: « الملأ الأعلى» (یعنی فرشتوں کی اونچے مرتبے والی جماعت) کس بات پر جھگڑ رہی ہے؟ میں نے کہا: «کفارات »کے بارے میں، اس نے پوچھا: وہ کیا ہیں؟ میں نے کہا: نماز باجماعت کے لیے پیروں سے چل کر جانا، نماز کے بعد مسجد میں بیٹھ کر(دوسری نماز کے انتظار میں)رہنا، ناگواری کے وقت بھی مکمل وضو کرنا، اس نے پوچھا: پھر کس چیز کے بارے میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا : (محتاجوں اور ضرورت مندوں کو) کھانا کھلانے کے بارے میں، نرم بات چیت میں، جب لوگ سو رہے ہوں اس وقت اٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں، رب کریم نے فرمایا: مانگو(اور مانگتے وقت کہو: « اللهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ، وَأَنْ تَغْفِرَ لِي وَتَرْحَمَنِي، وَإِذَا أَرَدْتَ فِتْنَةً فِي قَوْمٍ فَتَوَفَّنِي غَيْرَ مَفْتُونٍ، وَأَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنِي إِلَى حُبِّكَ» اے اللہ! میں تجھ سے بھلے کاموں کے کرنے اور منکرات(ناپسندیدہ کاموں)سے بچنے کی توفیق طلب کرتا ہوں، اور مساکین سے محبت کرنا چاہتا ہوں، اور چاہتا ہوں کہ تو مجھے معاف کر دے اور مجھ پر رحم فرما، اور جب تو کسی قوم کو آزمائش میں ڈالنا چاہے، تو مجھے تو فتنہ میں ڈالنے سے پہلے موت دیدے، میں تجھ سے اور اس شخص سے جو تجھ سے محبت کرتا ہو، محبت کرنے کی توفیق طلب کرتا ہوں، اور تجھ سے ایسے کام کرنے کی توفیق چاہتا ہوں جو کام تیری محبت کے حصول کا سبب بنے)[256].

ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں، ہم نے خواب کے تعلق سے ضروری امور ذکر کر دیئے ہیں، اب اگر کوئی اور تفصیل جاننا چاہتا ہے تو وہ اسلامی کتب خانے کی طرف رجوع کرے.

---

[256] مسند احمد، حدیث نمبر(16621)، جامع ترمذی، حدیث نمبر(3223).

نیک اعمال کا ثواب میت کو ہدیہ کرنے کا شرعی حکم

ہم میں سے کتنے ایسے ہوں گے جنہوں نے والدین یا ان میں سے کسی ایک کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہوگی، اور اب ان کی یہ خواہش ہوگی کہ وہ ان کی وفات کے بعد ان کے ساتھ حسن سلوک کر سکیں اور اپنی کوتاہی کی تلافی کر سکیں.

اور ہم میں سے کتنے ایسے ہوں گے جن کے عزیز اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہوں گے، چاہے اولاد ہو یا دوست ہو یا کوئی اور، اور وہ یہ چاہ رہے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کوئی احسان کریں اور ان کے حق میں کوئی ایسا کام کر دیں جس سے آخرت میں ان کو فائدہ ہو سکے.

ہمارا دین اسلام ایک عظیم دین ہے، اس میں اس مسئلے کا حل بھی پیش کیا گیا ہے، اور کیسے اس میں اس کا حل نہ پیش کیا گیا ہو جبکہ یہ دین اس رب کا دین ہے جو حکیم و خبیر ہے اور اپنے بندوں کی ضروتوں سے باخبر ہے.

دین اسلام میں بے شمار ایسے طریقے بتلائے گئے ہیں جن کے ذریعے ایک انسان دوسرے انسان کی زندگی میں اس کے ساتھ بھلائی، نیکی اور احسان کا معاملہ کر سکتا ہے، مثال کے طور پر: اسکے ساتھ اچھا معاملہ کرنا، اس کی غیر موجودگی میں اس کیلئے دعا کرنا، اس کی بیماری میں اس کی عیادت کرنا، اپنے لئے جو پسند کرے دوسرے کیلئے بھی وہی پسند کرنا، خیر کے کاموں میں اس کی مدد کرنا، برے کام سے اس کو روکنا، بغیر احسان جتلائے اور تکلیف دیئے اس کے ساتھ بھلائی کرنا، اس کی جانب سے تکلیف پر صبر کرنا، اور اس کی غلطیوں پر اس کو معاف اور در گزر کر دینا وغیرہ وغیرہ.

ساتھ ہی اسلام میں وہ طریقے بھی بتلائے گئے جن کے ذریعے ایک انسان اپنے عزیز کی وفات کے بعد بھی اس کے ساتھ احسان کر سکتا ہے، اور اس کی خاطر ایسے کام کر سکتا ہے جس کی بدولت اس دنیا سے رخصت ہونے والے کا اجر اس دنیا سے منقطع نہیں ہوتا، اسی لئے شریعت میں

اس بات پر ابھارا گیا کہ مرنے والے کیلئے دعائے خیر کی جائے،اور اس بات کی بھی اجازت دی گئی کہ مرنے والے کے حق میں ایصال ثواب کیلئے آدمی اپنے نیک اعمال کا ثواب مرنے والے کو بطور ہدیہ پیش کرے.

مثال کے طور پر فرمان باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾[257]((اور وہ اُن لوگوں کے لیے بھی ہے) جواِن اگلوں کے بعد آئے ہیں، جو کہتے ہیں کہ "اے ہمارے رب، ہمیں اور ہمارے اُن سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کوئی بغض نہ رکھ، اے ہمارے رب، تو بڑا مہربان اور رحیم ہے").

بخاری اور مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں: (ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یارسول اللہ! میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے اور ان کے ذمے ایک مہینے کے روزے باقی رہ گئے ہیں۔ کیا میں ان کی طرف سے قضا رکھ سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں ضرور، اللہ تعالی کا قرض اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے ادا کر دیا جائے)[258].

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (جو مر جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے)[259].

---

(257) سورۃ حشر: آیت/10.

(258) صحیح بخاری، حدیث نمبر (1953)، صحیح مسلم، حدیث نمبر (1148).

(259) صحیح بخاری، حدیث نمبر (1952)، صحیح مسلم، حدیث نمبر (1147).

بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: (ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک عورت آئی اور اس نے عرض کیا کہ میں نے اپنی ماں کو ایک لونڈی خیرات میں دی تھی اور میری ماں مر گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تیرا ثواب تجھے مل گیا اور پھر وہ لونڈی وراثت میں تیرے پاس آگئی"۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری ماں پر ایک ماہ کے روزے تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہاں روزے رکھو اس کی طرف سے"۔ اس نے عرض کیا کہ میری ماں نے حج نہیں کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس کی طرف سے حج بھی کرو") [260].

ابن قیم نے بڑے ہی اختصار کے ساتھ اس مسئلے کو بیان کیا ہے اور کہا کہ زندہ لوگوں کے دو کاموں سے باتفاق فقہاء و محدثین و مفسرین مرنے والوں کی روحوں کو فائدہ پہونچتا ہے، پہلی چیز وہ اعمال ہیں جو مرنے والے نے اپنی زندگی میں کئے تھے، اور دوسری چیز ہے مسلمانوں کا اس کے حق میں دعا و استغفار کرنا، اس کی جانب سے صدقہ کرنا اور حج کرنا، ہاں اختلاف اس میں ہوا کہ کس چیز کا ثواب اس کو ملتا ہے، کیا انفاق کا ثواب یا اس عمل کا ثواب؟ جمہور کے نزدیک اس عمل کا ثواب اس کو پہونچتا ہے جبکہ بعض احناف کے نزدیک انفاق کا ثواب اس کو ملتا ہے، البتہ بدنی عبادات جیسے نماز، روزہ، تلاوت قرآن اور ذکر وغیرہ میں اختلاف پایا جاتا ہے [261].

امام قرافی نے ان اعمال کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے، ایک قسم ان اعمال کی ہے جن کا ثواب دوسرے کو باتفاق پہونچتا ہے، دوسری قسم ان اعمال کی ہے جن کا ثواب دوسرے کو بالاتفاق نہیں پہونچتا اور تیسری قسم ان اعمال کی ہے جن کا ثواب دوسرے کو پہونچتا ہے یا نہیں اس میں اختلاف پایا جاتا ہے:

---

(260) صحیح بخاری، حدیث نمبر (1816)، صحیح مسلم، حدیث نمبر (1935).

(261) الروح فی الکلام علی ارواح الاموات والاحیاء بالدلائل من الکتاب والسنۃ: (ص/117).

پہلی قسم: وہ اعمال جن کا ثواب صرف اس کو ملتا ہے جو وہ عمل کرتا ہے، اور باتفاق اس کا ثواب کسی دوسرے کو منتقل نہیں ہوتا، مثلا: ایمان، توحید، اور اللہ کی تعظیم وغیرہ، اور یہی معاملہ نماز کا بھی ہے.

دوسری قسم: وہ اعمال ہیں جن کا ثواب میت کو ایصال کرنے کی اللہ تعالی نے اجازت دی ہے، اور یہ دعا اور مالی عبادات ہیں، جیسے صدقہ وخیرات کرنا اور غلام آزاد کرنا وغیرہ.

تیسری قسم: وہ اعمال ہیں جن کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا ان کا ثواب دوسرے کو ایصال کیا جاسکتا ہے یا نہیں، مثلا: روزہ، حج اور قرآن کی تلاوت وغیرہ؟ ایک قول یہ ہے کہ ان کا ثواب کسی دوسرے کو نہیں پہونچتا، یہ مالکی مذہب کا مشہور قول ہے، اسی طرح مذہب شافعی میں یہ قول صرف تلاوت قرآن کے متعلق ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا ثواب دوسرے کو پہونچتا ہے، اور یہ امام احمد بن حنبل اور امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے، اور شافعی مذہب میں میت کی جانب سے حج کا یہی حکم ہے [262].

خلاصہ کلام: بہت سارے نیک اعمال کا ثواب میت کو ایصال کرنا (بطور ہدیہ دینا) جائز ہے، جیسے: حج، عمرہ، استغفار، روزہ، صدقہ، دعا، تلاوت قرآن اور غلام آزاد کرنا وغیرہ، ہاں ان میں سے بعض اعمال کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے کہ ان کا ثواب دوسرے کو ایصال کرنا جائز ہے یا نہیں، جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے.

عبداللہ کے ساتھ بیت الحمد تک کے اس سفر نے مجھے اس عظیم نعمت کے ادراک کا موقع دیا کہ عبداللہ رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد بھی بحمد للہ اس کے ثواب کا سلسلہ اس دنیا سے منقطع نہیں

---

[262] انوار البروق فی انواء الفروق: (221/3)، اسی طرح اس موضوع سے متعلق ایک عربی مضمون اس لنک سے حاصل کیا جاسکتا ہے جو نیچے دیا جارہا ہے:

http://www.saaid.net/book/open.php?cat=4&book=4634

ہوا، دوست واحباب اور عزیز واقارب نے اس کی خاطر وہ کام کئے جن کی قیمت نہیں چکائی جاسکتی، جب عبداللہ کی وفات ہوئی وہ ذوالحجہ کا مہینہ تھا، لہذا کئی حاجیوں نے میری خواہش اور طلب کے بغیر ہی بڑے ایثار کا مظاہرہ کیا اور اپنے نفس پر عبداللہ کو مقدم کرتے ہوئے اس کی جانب سے حج کیا، کئی حضرات نے اپنے عمرے کا ثواب اسے پہونچایا، کئی نے تلاوت کلام پاک کا اجر اسے بطور ہدیہ پیش کیا، کئی احباب اس کی جانب سے صدقہ وخیرات کئے، اور کئی احباب نے بطور صدقہ جاریہ اس کی جانب سے خیر کے کام کئے، جیسے: مسجد کی تعمیر، کنویں کی کھدوائی، صاف پانی کے فلٹر کی تنصیب، شام کے پناہ گزینوں کی دست گیری، غریبوں کیلئے جانور کی قربانی وغیرہ.

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ اپنے فضل وکرم سے ان کے نیک اعمال کو قبول فرمائے، اور اس کا ثواب عبداللہ کے اور ان کے نامہ اعمال میں لکھ دے، اور جو مسلمان وفات پاگئے ہیں ان کی مغفرت فرمائے.

قبر والوں کو کیسے خوش کریں؟

جب قبروں کی زیارت کیلئے کوئی جاتا ہے تو اس کا احساس قبر والے کو ہوتا ہے، اس کے بہت سارے دلائل ہیں، مثال کے طور پر:

صحیح بخاری میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے وہ کہتے ہیں: (نبی کریم ﷺ کنویں والوں (جس میں بدر کے مشرک مقتولین کو ڈال دیا گیا تھا) کے قریب آئے اور فرمایا: تمہارے مالک نے جو تم سے سچا وعدہ کیا تھا کیا اسے تم لوگوں نے پالیا؟۔ لوگوں نے عرض کیا: آپ مردوں کو خطاب کر رہے ہیں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو، البتہ یہ جواب نہیں دے سکتے)[263]. اسی طرح ابن عبد البر نے اپنی سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: (جب کوئی شخص اپنے ایسے مومن بھائی کی قبر سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ اسے پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے)[264]. اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: (بندہ جب اپنی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتیوں کی آواز سنتا ہے)[265].

اللہ کے رسول ﷺ قبروں کی زیارت کرنے والوں کو یہ سکھلاتے کہ وہ قبر کی زیارت کے وقت یہ کہیں: " السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ لَلَاحِقُونَ، أَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ " (مومن اور مسلمان گھروں والے تم پر

---

[263] صحیح بخاری، حدیث نمبر (1370).

[264] الاستذکار از ابن عبد البر: (185/1).

[265] صحیح بخاری، حدیث نمبر (1374)، صحیح مسلم، حدیث نمبر (2870).

سلامتی ہو ،اللہ نے چاہا تو ہم ضرور تم سے ملنے والے ہیں، ہم اپنے اور تمہارے لئے عافیت مانگتے ہیں)[266].

امام عز بن سلام نے اپنے فتاوی میں اس سے یہ استدلال کیا کہ قبر والا اپنی زیارت کرنے والوں کو پہچانتا ہے، آپ نے کہا: (اس سے یہ ظاہر ہے کہ زیارت کرنے والوں کو قبر والا جانتا ہے،اسی لئے ہمیں ان کو سلام کرنے کی تعلیم دی گئی، کیونکہ شریعت میں اس کو خطاب کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا جو سنتا نہیں ہے). جبکہ امام ابن قیم یہ کہتے ہیں کہ سلف کا اس بات پر اجماع ہے،اور تواتر کے ساتھ ان سے ایسے نصوص مروی ہے جس سے یہ پتہ چلتاہے کہ میت کو زیارت کیلئے آنے والوں کا علم ہوتاہے،اور وہ اس سے خوش بھی ہوتا ہے[267].

اس کا یہ مطلب نہیں کہ میت کو اپنے اطراف ہونے والی تمام چیزوں کا علم ہوتا ہے، کیونکہ اس کا تعلق غیبی امور سے ہے اور ہم اس باب میں صحیح اور ثابت نصوص سے آگے نہیں بڑھ سکتے، جتنا صحیح روایات میں ثابت ہے ہم اتنا ہی کہیں گے ، اور اوپر ذکر کردہ احادیث سے ہم یہ استدلال نہیں کر سکتے کہ میت کو زیارت کرنے والوں کی ہر بات سنائی دیتی ہے.

ابن قیم نے اپنی کتاب (الروح) میں اس سلسلے کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے، جس سے یہ واضح ہوتاہے کہ میت کی زیارت کیلئے جب اس کے احباب آتے ہیں تو وہ خوش ہو جاتاہے،اور یہ واقعہ اوپر ذکر کردہ روایات سے متعارض نہیں ہے، آپ نے کہا: ''عثمان بن سواد الطفاوی نے بیان کیا کہ ان کی والدہ بڑی عبادت گزار تھیں،اور انھیں (راہبہ) کہا جاتا تھا، عثمان نے کہا: جب ان کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے آسمان کی طرف اپنی نگاہ اٹھائی اور کہا: اے میرے سرمایہ ،اے وہ ذات جس پر زندگی اور موت دونوں حالت میں میرا اعتماد ہے، میری موت کے وقت میرا ساتھ نہ چھوڑ،اور میری قبر میں

---

(266) صحیح مسلم، حدیث نمبر (975).

(267) الروح از ابن قیم: (ص/5).

مجھے وحشت سے بچا،اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا، لہذا میں ہر جمعہ ان کے پاس آتا اور ان کے لئے دعا کرتا تھا، ساتھ ہی ان کیلئے اور قبر والوں کیلئے استغفار طلب کرتا تھا، ایک رات میں نے آپ کو خواب میں دیکھا،اور میں نے آپ سے عرض کیا: اے میری ماں، آپ کیسی ہیں؟ آپ نے جواب دیا: موت بڑی کربناک چیز ہے، لیکن میں بحمد للہ برزخ میں بڑے سکون سے ہوں، میں نے آپ سے سوال کیا: کیا آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے؟ آپ نے جواب دیا: ہاں، تم جس طرح ہماری زیارت کیلئے آیا کرتا ہو اس کو مت چھوڑو، کیونکہ جب تم جمعہ کے روز اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر میرے پاس آتے ہو تو مجھے خوشی ہوتی ہے، جب تم آتے ہو تو مجھ سے یہ کہا جاتا ہے: اے راہبہ، تمہارا بیٹا آیا ہوا ہے، یہ سن کر مجھے خوشی ہوتی ہے، اور میرے اطراف کے میت بھی اس سے خوش ہوتے ہیں''.

قارئین کرام، اپنے مرنے والوں کی زیارت کیا کریں تاکہ اس سے ان کو خوشی ہو، اور اس زیارت سے صرف ان کی خوشی کا سامان ہی نہیں ہو گا بلکہ یہ آپ کی نصیحت کا سامان بھی ہے، اس سے آپ کو یہ پتہ چلے گا کہ یہ دنیا فانی ہے، اور ہمیں بھی ایک نہ ایک دن اپنے چہیتوں کو چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہونا ہے، اللہ آپ کی عمروں میں برکت نصیب کرے، اور آپ کے چاہنے والوں سے آپ کو محروم نہ رکھے.

جہاں تک میرا سوال ہے تو میں نے تو اپنی یہ عادت بنالی ہے کہ جب بھی میں کسی کے جنازے میں شریک ہوتا ہوں اپنے پیارے بیٹے عبداللہ کی قبر پر ضرور تشریف لے جاتا ہوں، اور ساتھ ہی اپنے والدین کی قبر کی بھی ضرور زیارت کرتا ہوں اور ان کیلئے دعا کرتا ہوں.

اے اللہ تو ہمیں بیت الحمد میں ایک ساتھ اکٹھا فرمادے.

جنت میں صرف حوریں ہی نہیں!

جب جنت کی نعمتوں کا ذکر آتا ہے تو بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جنت میں صرف حوریں ہی ہیں، یہ ان کا اپنا محدود نظریہ ہے جو ان کی اپنی خواہش پر مبنی ہے، وہ اس موقعہ پر مومن اور نیک عورتوں کی نفسیات کا لحاظ نہیں رکھتے، بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں جیسے جنت کی نعمتیں صرف مردوں کیلئے ہیں.

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جنت میں بے شمار نعمتیں ہیں، ان میں بیت الحمد وغیرہ بھی شامل ہیں، اور اس کی معنوی نعمتیں اس کی حسی نعمتوں سے زیادہ اور افضل ہیں، اور یہ نعمتیں مرد اور عورت دونوں کو یکساں نصیب ہوں گی، لیکن ان نعمتوں پر بہت کم ہی لوگ توجہ دیتے ہیں، مثال کے طور پر:

1-اہل جنت کو نہ ہی کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ ہی ان کو رنج لاحق ہوگا، یعنی وہ ہمیشہ سکون اور چین کی زندگی میں ہوں گے، اور یہ وہ نعمت ہے جس کے حصول کیلئے انسان اس دنیا میں لگاتار کوشش کرتا ہے، مثال کے طور پر اللہ رب العزت کے اس فرمان کی تلاوت کریں: ﴿ادْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنتُمْ تَحْزَنُونَ﴾ [268] (آج انہی سے کہا گیا کہ داخل ہو جاؤ جنت میں، تمہارے لیے نہ خوف ہے نہ رنج).

2-اہل جنت کے دلوں سے اللہ رب العزت حسد، کینہ اور بغض نکال دے گا اور وہ اپنے اہل وعیال اور دوست واحباب کے ساتھ آمنے سامنے مسندوں پر ٹیک لگائے جنت میں حسن رفاقت کے مزے لوٹ رہے ہوں گے، اللہ تعالی کہتا ہے: ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ

---

(268) سورة اعراف: آیت/49.

مُّتَقَابِلِينَ ﴾[269](ان کے دلوں میں جو کچھ رنجش وکینہ تھا، ہم سب کچھ نکال دیں گے، وہ بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے).

3-اہل جنت وہاں پر اپنی نیک ذریت کے ساتھ ہوں گے، اکثر لوگ اس خوف میں رہتے ہیں کہ موت کے بعد ان کی اولاد سے ملاقات نہیں ہو سکے گی، لیکن اللہ رب العزت نے ہمیں سکون دلاتے ہوئے فرمایا کہ ایمان کی شرط پر وہ ہم سے اور ہم ان سے جنت میں مل جائیں گے، فرمان باری ہے: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ﴾[270](اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو ان تک پہونچادیں گے، اور ان کے عمل سے ہم کچھ بھی کم نہ کریں گے، ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا گروی ہے).

4-اہل جنت کو نہ ہی تھکن لاحق ہوگی اور نہ ہی مشقت، اور ان کو جنت سے نکلنے کا بھی خوف نہیں ہوگا، فرمان باری ہے: ﴿لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُم مِّنْهَا بِمُخْرَجِينَ ﴾[271](انہیں نہ وہاں کسی مشقت سے پالا پڑے گا اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے).

5-اہل جنت وہاں پر عزت واحترام کی زندگی میں ہوں گے، کسی قسم کی ذلت اور رسوائی کا انھیں سامنا کرنا نہیں پڑے گا، اور یہ وہ نعمت ہے جس کی خواہش ہر انسان کو ہوتی ہے، ذرا اس فرمان باری تعالی کو دیکھیں: ﴿ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴾[272](جن لوگوں نے بھلائی کا طریقہ اختیار کیا ان کے لیے

---

[269] سورۂ حجر: آیت/47.

[270] سورۃ طور: آیت/21.

[271] سورۃ حجر: آیت/48.

[272] سورۃ یونس: آیت/26.

بھلائی ہے اور مزید فضل، ان کے چہروں پر رُو سیاہی اور ذلّت نہ چھائے گی، وہ جنت کے مستحق ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے).

6-اہل جنت کو ان تمام نعمتوں سے بڑی جو نعمت نصیب ہو گی وہ رب کا دیدار ہو گا، اور اس پر تمام صحابہ، اہل سنت اور اہل علم کا اجماع ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے: ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴾[273](اُس روز کچھ چہرے تر و تازہ ہونگے، اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہونگے)[274].

---

(273) سورۃ القیامۃ: آیات/22-23.

(274) دیکھیں: العواصم والقواصم از ابن الوزیر، اور تفسیر ابن کثیر: (280/8).

مسلمان خاتون کیلئے جنت میں عظیم خوشخبری

ہم یہاں جنت کی ان نعمتوں کا تذکرہ کریں گے جو بیت الحمد وغیرہ میں نصیب ہوں گی، جس سے واضح ہو گا کہ جنت کی معنوی نعمتیں وہاں کی حسی نعمتوں سے افضل ہیں.

وہ حسی نعمتیں جو اہل جنت کو نصیب ہوں گی ان میں سے ایک نعمت حور عین ہے،اور اس نعمت کا تعلق خصوصی طور پر مرد حضرات سے ہے، لیکن جنت میں عورتوں کے ساتھ بھی ظلم نہیں ہو گا،ان کا حق نہیں مارا جائے گا، کیونکہ اللہ تبارک وتعالی ذرہ برابر بھی کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرتا ہے، عورتوں کو بھی جنت میں کوئی رنج لاحق نہیں ہو گا، جیسا کہ اہل جنت کے متعلق اللہ کا وعدہ ہے، اس کے علاوہ جنت میں داخل ہونے والی عورتیں حوروں سے زیادہ خوبصورت اور افضل ہوں گی،اور وہ اپنے اس شوہر کے ساتھ ہوں گی جس کے ساتھ رہنا وہ پسند کریں گی،اور اگر کسی عورت کے ایک سے زائد شوہر ہوں گے تو وہ ان میں سب سے اچھے اخلاق والے شوہر کے ساتھ رہے گی،ان تمام کی دلیل ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ہے جس میں آپ نے اللہ کے رسول ﷺ سے سوالات کئے، آپ کہتی ہیں: میں نے آپ سے سوال کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ، کیا دنیا کی خواتین افضل ہیں یا حور عین؟ آپ نے فرمایا: دنیا کی عورتیں افضل ہیں،اور حور عین کے مقابلے میں ان کی وہ حیثیت ہے جو اوپر والے کپڑے کو نیچے والے کپڑے کے مقابلے میں ہوتی ہے،میں نے پھر سوال کیا: ان کو یہ مقام کیوں حاصل ہو گا؟ آپ نے فرمایا:ان کی نماز، روزے اور عبادت کی وجہ سے اللہ ان کے چہروں پر نور بھر دے گا،اور انھیں ریشم پوش کر دے گا،ان کے رنگ گورے ہوں گے لباس ہرے رنگ کے ہوں گے ، زیورات زرد رنگ کے ہوں گے،ان کی انگیٹھیاں موتیوں کی ہوں گی،اور ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی،وہ یہ کہیں گی: سن لو، ہم ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیں موت نہیں آئے گی، ہم خوش مزاج ہیں ہم ترش رو نہیں ہوں گے، ہم ہمیشہ خوش رہیں گے کبھی ناراض نہیں ہوں گے، خوشخبری ہے اس کیلئے جس کے ساتھ ہم ہوں گے اور جو ہمارے ساتھ ہو گا.ام سلمہ کہتی ہیں،

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ہم میں سے کسی کی شادی دو یا تین یا چار شوہروں سے ہوتی ہے، پھر اگر ایسی عورت مر جائے اور جنت میں جائے اور اس کے تمام شوہر بھی جنت میں جائیں تو اس کا شوہر کون ہوگا؟ آپ نے عرض کیا: اے ام سلمہ اس کو اختیار دیا جائے گا اور وہ ان میں سب سے اچھے اخلاق والے کو پسند کرے گی، وہ کہے گی: اے پروردگار، یہ میرے ساتھ دنیا میں سب سے اچھے اخلاق والا تھا میری اس کے ساتھ شادی کر دے، اے ام سلمہ، اچھے اخلاق سے دنیا و آخرت دونوں جگہ بھلائیاں ہی بھلائیاں ہیں[275].

اے جنت والو، جنت کی نعمتیں تمہیں مبارک ہوں، اے اللہ تو ہمیں بھی جنت والوں میں شامل فرما، اور ان محلات میں رہائش نصیب فرما جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، اور تیرے فضل و کرم سے مجھے، عبداللہ کو اور اس کی والدہ کو اس بیت الحمد میں داخلہ نصیب فرما جس کا تو نے وعدہ کیا ہے، میرے رب پر حسن ظن کی بنیاد پر ایسا لگ رہا ہے جیسے میں بیت الحمد کو دیکھ رہا ہوں، اور اس سے رب کی ملکیت میں کچھ کمی ہونے والی نہیں ہے، وہ رزاق و کریم ہے، قادر و عظیم ہے، وہی منعم حقیقی اور غنی ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے.

جس کی یہ صفات ہوں وہ جب وعدہ کرتا ہے تو اپنے وعدے کو پورا بھی کرتا ہے، چاہے وہ بیت الحمد کا وعدہ ہو یا کسی اور چیز کا: ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا﴾[276] (اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنی بات میں سچا ہوگا)، ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا﴾[277] (اور اللہ کی بات سے بڑھ کر سچی بات اور کس کی ہو سکتی ہے).

---

(275) مسند احمد، حدیث نمبر (27334)، المعجم الکبیر والاوسط، حدیث نمبر (3141).

(276) سورۃ نساء: آیت/122.

(277) سورۃ نساء: آیت/87.

مطمئن نفس: راضی اور پسندیدہ نفس

اکثر اوقات ہم کسی کی موت پر تسلی دیتے وقت سورہ فجر کی ان آیات کو پڑھتے ہیں: ﴿يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۞ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۞ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۞ وَادْخُلِي جَنَّتِي﴾[278](اے نفس مطمئن !، چل اپنے رب کی طرف، اِس حال میں کہ تو (اپنے انجام نیک سے) خوش (اور اپنے رب کے نزدیک) پسندیدہ ہے، شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں، اور داخل ہو جا میری جنت میں).

ہر ایک کی یہی خواہش ہوتی ہے اس کا اور اس کے وفات پانے والے احباب کا شمار اسی مطمئن راضی اور پسندیدہ نفس میں ہو جائے.

سبحان اللہ! اللہ نے اس سورت میں پہلے اس کا تذکرہ کیا جو تفریط کرنے والا ہے جو اپنی تفریط پر افسوس کرتے ہوئے یہ کہے گا: (کاش میں نے اپنی اِس زندگی کے لیے کچھ پیشگی سامان کیا ہوتا)، تو اسی کے بالمقابل فورا بعد اس مطمئن اور راضی و پسندیدہ نفس کا ذکر کیا جو اللہ کے اس وعدے پر مطمئن ہو گی جو اس نے اہل ایمان سے کیا ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں معزز و مکرم ہوں گے. یہ قتادہ کا قول ہے.

اسی طرح قتادہ اور حسن کا یہ کہنا ہے: یہ وہ نفس ہے جو اپنے رب کے کہے پر مطمئن ہے اور اس کی تصدیق کرنے والی ہے.

مجاہد نے کہا: یہ وہ نفس ہے جس کا ایمان ہے کہ اللہ ہی اس کا رب ہے، لہذا اس نے اس کی اطاعت میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دیں.

---

[278] سورۃ فجر: آیات/27-30.

حسن بصری نے کہا: یہ وہ نفس ہے کہ جب اللہ اس کو قبض کرنا چاہے گا وہ اطمینان سے رب کے فیصلے کو قبول کرے گی.

ابن عباس نے کہا: یہ وہ نفس ہے جو اپنے رب سے ثواب کی امید پر مطمئن ہے.

تو اللہ رب العالمین اس کو حکم دے گا کہ وہ اس نعمت میں داخل ہو جائے جو اس نے اپنے نیک بندوں کیلئے تیار کیا ہے،اسے موت کے وقت، ملاقات کے وقت اور قیامت کے روز جنت کی خوشخبری دی جائے گی،وہ اللہ کی عبادت اور اس کے وعدے پر مطمئن اور اس کے فیصلے سے راضی ہو گی اور رب بھی اس سے راضی ہو گا[279].

لہذا مطمئن نفس وہ نفس ہے جو رب کے فیصلے پر راضی رہتی ہے، نہ ہی مصیبت اور پریشانی کے وقت بے صبری کا شکار ہوتی ہے اور نہ ہی خوشی کے وقت حد سے تجاوز کرتی ہے، بلکہ وہ دنیا کی حقیقت کو جان کر آخرت سے اپنا تعلق جوڑ لیتی ہے.

اس مطمئن نفس کے اہم اوصاف اور اس کی اہم خوبیاں یہ ہیں:

اخلاص کی ساتھ اللہ کی عبادت کرنا، نبی اکرم ﷺ کی پیروی کرنا، اللہ سے کامل محبت کرنا اور اس کا تقوی اختیار کرنا، اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنا. ہر حال میں اللہ کا تقوی اور اسی کے مطابق تمام کام انجام دینا، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، حسن اخلاق، لوگوں کے ساتھ احسان، ان کی مدد اور سچائی.

اے اللہ تو ہمیں بھی مطمئن نفس کا حامل بنا اور تیرے ہر فیصلے پر راضی رہنے والا بنادے، اے پروردگار! بلا مبالغہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ عبداللہ اپنی بیماری کے ایام میں

---

[279] دیکھیں: تفسیر طبری: (423/24)، تفسیر ابن کثیر: (390/8).

بھی راضی برضا تھااور اس کی موت پر بھی وہ راضی تھا، پروردگار تو اس کو اور جو بھی اس دعا کو پڑھیں سب کو وہ سب کچھ عطافرما جو مطمئن نفس کو عطا ہو گا.

عبداللہ

بیت الحمد تک کے اس سفر کا تعلق خاص میرے بیٹے عبداللہ سے ہے، مگر عبداللہ کی زندگی اور اس کے حالات اس میں زیادہ درج نہیں ہیں، حالانکہ کتاب اب اپنے اختتام کو پہونچ رہی ہے، کیونکہ خاص سبب پر عمومی استفادہ کو مقدم کیا گیا ہے، اور اس میں وہ امور بیان کئے گئے ہیں جس سے مریض، اس کے گھر والے اور وفات پانے والوں کے رشتے دار فائدہ اٹھا سکیں.

پہلے میں یہ بتلاتا چلوں کہ میں عبداللہ کا والد ہوں اور جب کسی رشتے دار کی جانب سے تعریفی کلمات کہے جاتے ہیں تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، لیکن عبداللہ کی جن صفات کا تذکرہ میں یہاں کر رہا ہوں پوری امانتداری کے ساتھ کر رہا ہوں اور بحمد اللہ اس پر وہ بھی گواہ ہیں جن کے ساتھ عبداللہ کے تعلقات تھے.

عبداللہ بڑا ہی اچھا اور نرم مزاج بچہ تھا، وہ صرف والدین ہی کا نہیں بلکہ ہر ایک کا احترام کیا کرتا تھا، وہ عفو ودر گزر کا پیکر تھا، کسی کے خلاف کوئی رنجش یا کینہ اپنے دل میں نہیں رکھتا تھا بلکہ ہر ایک کو معاف کر دیا کرتا تھا، اگر کوئی اس کے ساتھ حد سے زیادہ ہی برا سلوک کرتا تو وہ اس کے ساتھ اپنا تعلق نہیں رکھتا تھا تاکہ اس کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے.

وہ خدمت گزار بچہ تھا، ہر ایک کی خدمت کیا کرتا تھا چاہے وہ اس کے عزیز واقارب ہوں یا دوست واحباب یا پرائے، لیکن کبھی وہ اس کا ذکر دوسروں کے سامنے نہیں کیا کرتا تھا، چاہے اپنے ہم عمر کے بچوں کے سامنے ہی کیوں نہ ہو، وہ اپنے ادب واحترام کی وجہ سے سب کے دلوں پر چھایا ہوا تھا، سب اس کا احترام کیا کرتے تھے اور اس سے محبت کیا کرتے تھے، اسی وجہ سے جب وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا تو سب نے بہت کمی محسوس کی.

اپنی نرم مزاجی اور تواضع کی وجہ سے اس کے دوست واحباب کی تعداد بھی بڑی تھی، یہی بہترین برتاؤ اس کا اپنے والدین اور بہنوں کے ساتھ بھی تھا، وہ رات رات بھر ہمارے ساتھ بیٹھتا، ہنسی مذاق کرتا اور باتیں کرتا، اور ہر ایک کی ضرورت اور حاجت کے وقت اس کا ساتھ دیتا.

بڑے اور چھوٹے ہر ایک سے وہ محبت کیا کرتا اور حتی المقدور ان کے آرام کا خیال رکھتا.

وہ بڑا ہی سخی اور رحمدل بچہ تھا، غریب اور محتاج کی ہر ممکن مدد کیا کرتا تھا اور اسے کسی چیز کی لالچ نہیں تھی، دو بہنوں کا اکیلا بھائی ہونے کا بھی اس نے ان کے مقابلے میں کوئی معنوی یا مادی فائدہ نہیں اٹھایا، بلکہ ان کے ساتھ وہ ہمیشہ نرم برتاؤ کیا کرتا تھا یہاں تک کہ اس کی ہمشیرہ کو جب پڑھائی کی خاطر کویت سے باہر جانا پڑا تو عبداللہ نے بھی اس کے ساتھ سفر کیا.

اپنے دوستوں کے درمیان بھی اس کا وہی ادب واحترام تھا جو میں نے اوپر ذکر کیا ہے، اس نے شریف خاندان سے تعلق رکھنے والے اچھے ساتھیوں کا انتخاب کیا تھا، جو بحمد اللہ اس عمر میں ہر قسم کی اخلاقی برائیوں سے دور تھے جس میں عموما بگڑنے کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے، اگر کوئی اس کے ساتھ برا سلوک کرتا تو زیادہ سے زیادہ وہ یہ کرتا کہ اس سے ملنا بند کر دیتا تاکہ اس کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے، لیکن اگر کوئی اس کے کسی دوست کے ساتھ بدسلوکی کرتا تو وہ اس کا حتی المقدور دفاع کرتا.

اس کے ساتھیوں نے بتلایا کہ ایک دن ایک دینی مسئلے میں ہمارے درمیان اختلاف ہو گیا، اور اختلاف رائے کی وجہ سے مسئلہ بہت بگڑ گیا، یہاں تک کہ اس کے ساتھی نے اس سے کہا: ''عبداللہ میں تم سے بڑا ہوں اور میں جو جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے''، دوستوں نے بتلایا کہ اس وقت عبداللہ کا چہرا بدل گیا اور اس نے کہا: ''میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے بڑے ہو، اور ہماری رائے کتنی ہی مختلف کیوں نہ ہو جائے میں تمہارا احترام کرتا ہوں''.

اس کا یہ ادب واحترام ہر ایک کے ساتھ تھا، اور وہ ہر ایک کے ساتھ اچھے تعلقات قائم رکھتا تھا، بچپن سے لے کر جوانی تک جتنے بھی اس کے استاذ یا مربی رہے چاہے اس کو تعلیم دینے والے یا اس کو کراٹے اور تائکنڈو سکھلانے والے سب کا وہ ادب واحترام کیا کرتا تھا.

ہر کام نہایت ہی مضبوطی، پائیداری اور ترتیب سے انجام دینے کی اسے عادت تھی، اپنی بیٹھک، اپنا کمرہ اور اپنی ہر چیز بڑی ترتیب کے ساتھ رکھا کرتا تھا، اس کی اس عادت کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی سے کتابت کی یا لغوی کوئی غلطی ہو جاتی تو وہ فوراً اس کی اصلاح کر دیتا تھا، اس کی قوت حافظہ بہت تیز تھی، اور وہ ہر کام بڑی توجہی کے ساتھ کیا کرتا تھا.

جس وقت وہ یونیورسٹی میں پڑھائی کر رہا تھا اس کا یہ حال تھا کہ وہ داخلہ لینے والے نئے طلبہ کی حتی الامکان مدد کرتا، اور فارغ ہونے والے طلبہ کا بھی ان کے پروجیکٹ کو پورا کرنے میں ساتھ دیتا.

وہ نہ ہی کسی کی غیبت کرتا تھا اور نہ ہی اپنے سامنے کسی کی غیبت کو برداشت کرتا تھا، اگر کسی دوست کے ساتھ اس کا جھگڑا ہو بھی جاتا تو فوراً اس کو رفع دفع کر دیتا، اور ساتھی کو راضی کر لیتا، پھر اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے کہتا: ''یہ آخر کیسے ہو گیا؟!''.

وہ کسی کا دل نہیں دکھاتا تھا، یہاں تک کہ اگر اسے کوئی چیز پسند نہیں آتی تو وہ اس میں عیب نہیں لگاتا تھا، مثال کے طور پر اگر اس کی والدہ یا بہن کھانا پکاتیں اور اسے وہ پسند نہیں آتا تو بسا اوقات یہ کہتا: (آپ عام طور پر اس سے اچھا کھانا پکاتی ہیں!)، ورنہ اکثر تو وہ ان کی تعریف ہی کرتا.

ایسا خدمت گزار بچہ جو نئے اور پرانے فارغ ہونے والے سب طلبہ کی مدد کیا کرتا وہ اپنے لئے یہ روا نہیں سمجھتا تھا کہ اچھے نمبرات کی خاطر کسی استاذ ہی کی مدد لے، چاہے اس پر کیسے ہی حالات آئیں، خاص طور پر اس وقت جب کہ اس کے پیر میں چوٹ آئی تھی اور اسے بیسا کھیوں کے سہارے چلنا پڑتا تھا.

اور جب وہ اس جان لیوا بیماری میں مبتلا ہوا تو اس کے یہی کریمانہ اخلاق جن کا ذکر اوپر ہوا ہے، بدستور باقی رہے، بلکہ ان میں اور بھی اضافہ ہوا.

وہ مطمئن نفس کی ایک مجسم تصویر تھا، جب اسے یہ خطرناک مرض لاحق ہوا اور اس کے سر میں شدید درد ہونے لگا، ڈاکٹروں نے اس کی جانچ کی اور صراحت کے ساتھ اس کے مرض سے اسے آگاہ کر دیا اور ان کے تجربے کے مطابق یہ بھی کہہ دیا کہ وہ چند دن کا مہمان ہے، اس پر بھی وہ بے چینی اور بے صبری کا شکار نہیں ہوا بلکہ اطمینان کے ساتھ رب کے فیصلے کو قبول کر لیا.

اتنا ہی نہیں بلکہ اس کی یہ خواہش ہوتی کہ اس کے ساتھ رہنے والا کوئی اس کی وجہ سے پریشان نہ ہو، خاص طور پر اس کی چہیتی ماں، جس کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ بیٹا اس کو اپنی تکلیف بتلائے اور اس کے دل کی بات اس سے کہے، اس وقت اس کی ماں کتنا خوش ہوئی ہوگی جب اس نے اسے اپنے قریب بلایا، سوچا ہوگا کہ بیٹا اسے اپنی تکلیف بتلانا چاہتا ہے، مگر وہ تعجب میں پڑ گئی کیونکہ بیٹا اپنے فون میں کچھ دکھلا کر ماں کا دل بہلانا چاہ رہا تھا.

اپنے ان کریمانہ اخلاق کی وجہ سے وہ ہر ایک کے پاس عزیز تھا، اور ہر شخص اس کی تعریف کیا کرتا تھا.

یہی وجہ ہے کہ جب اس کی وفات کی خبر پہونچی تو اس کو جاننے والے اور نہ جاننے والے سب اس کے حق میں دعا کرنے لگے.

اے عبد اللہ، اللہ تم پر مہربان ہو، اور اس کے وعدے کے مطابق مجھے اور میری والدہ کو تمہارے ساتھ بیت الحمد میں جمع کر دے.

ہر حال میں اللہ کا شکر ہے.

می عبداللہ عبدالعزیز الفارس کا عملی تجربہ

یہ اچھی بات ہے کہ انسان دوسروں کے تجربے سے فائدہ اٹھائے، خود صفر سے ابتداء نہ کرے، یہ ایک کتابچہ ہے جو نہایت ہی مفید ہے، اس کے ہزاروں نسخے اب تک شائع ہو چکے ہیں، یہ کتابچہ اس مرض سے دوچار ہوئی ایک خاتون محترمہ می عبداللہ عبدالعزیز الفارس کا عملی تجربہ ہے، جو انہوں نے اپنے شوہر ڈاکٹر حسن عبدالعزیز السند کے کہنے پر مرتب کیا، تاکہ وہ اس کتابچہ کے ذریعہ مرض اور علاج کی کچھ تفصیل بیان کر دیں، جس سے اس مرض سے دوچار ہونے والے مرد و خواتین فائدہ اٹھا سکیں، میں اس کتابچے کی فہرست یہاں نقل کر رہا ہوں تاکہ اس کے مواد کا آپ کو اندازہ ہو سکے:

- یہ کتاب کیوں؟
- مقدمہ
- پستان کا کینسر، اچھی سوجن اور خطرناک سوجن کا مفہوم
- کس عورت کو پستان کا کینسر لاحق ہوتا ہے؟
- پستان کے کینسر کی علامتیں اور بیماریاں کیا ہیں؟
- ذاتی طور پر پستان کی جانچ
- سوجن معلوم ہونے کے بعد کیا کریں؟
- کینسر کے خلیوں کا کیسے علاج کیا جائے؟
- آپریشن کے ذریعہ علاج کے بعد مفید مشورے
  - آپریشن کے ذریعہ علاج
  - کیمیائی علاج
  - لیزر کے ذریعہ علاج

- ہارمون کے ذریعہ علاج

- کیمیائی علاج کی پیچیدگیاں اور بچاؤ

1- جسمانی کمزوری

2- قوت مدافعت میں کمی

3- بالوں کا جھڑ جانا

4- طبیعت کا متلانا

5- منہ خشک ہونا اور مسوڑوں کا پھٹ جانا

6- قبض کی شکایت

7- ناخنوں کا رنگ تبدیل ہو جانا

- ایمانی علاج: بیماری سے مقابلے کی حقیقی دوا

- دوا سے پہلے خوب دعا کریں

- رقیہ شرعیہ (شرعی دَم)

- دیسی علاج

- زندگی میں ایک نیا سبق جو میں نے سیکھا

اس فہرست سے آپ کو اس کتابچہ کی افادیت کا اندازہ ہو گیا ہو گا، میں یہاں پر صرف اس کتابچہ کے آخری مضمون "زندگی میں ایک نیا سبق جو میں نے سیکھا" کو پیش کرنا چاہتا ہوں.

محترمہ می عبداللہ الفارس کہتی ہیں:

اس مرض نے مجھے کئی مفید اسباق اور قیمتی نصیحتیں سکھلائی ہیں.

1- اسلام اور ایمان کی دولت پر میں اللہ کا شکر ادا کی،(اللّٰهُمَّ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلَى دِيْنِكَ، وَيَا مُصَرِّفَ الْأَبْصَارِ صَرِّفْ أَبْصَارَنَا إِلَى طَاعَتِكَ،

اللَّهُمَّ ثَبِّتْنَا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِيْ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ)، "اے اللہ،اے دلوں کو پھیرنے والے، ہمارا دل تیرے دین پر جمادے،اے نگاہوں کو پھیرنے والے، ہماری نگاہوں کو تیرے اطاعت کی جانب پھیر دے،اے اللہ تو ہمیں دنیاو آخرت میں کلمہ توحید پر ثابت قدم رکھ".

2- اس آزمائش نے مجھ پر توبہ واستغفار اور ذکر واذکار کے دروازے کھول دیئے، میں ان دعاؤں کو اپنا معمول بنالی: (اللهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي، وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا)، (إِنَّا للهِّ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ)، (حَسْبِيَ اللهُ لَا اِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ).اس سے میرا دل مطمئن ہو جاتا اور مجھے سکون ملتا تھا.

3- میں اللہ کی ان نعمتوں پر غور وفکر کرنے لگی جن سے ہم صبح وشام فائدہ اٹھاتے ہیں: ﴿وَآتَاكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ ۚ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ إِنَّ الْإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ﴾[280](جس نے وہ سب کچھ تمہیں دیا جو تم نے مانگا اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو کر نہیں سکتے حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے)، لہذا میں اس کی نعمتوں پر کثرت سے اس کا شکر ادا کرنے لگی: ﴿وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ﴾ [281](میرے بندوں میں کم ہی شکر گزار ہیں)،اے اللہ تو مجھے ان کم تعداد شکر گزار بندوں میں شامل فرمادے.

4- میں رب کے فیصلے کو قبول کر لینے اور اس پر راضی رہنے کی دولت سے مالا مال ہو گئی: ﴿قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ

---

(280) سورۃ ابراہیم:آیت/34.

(281) سورۃ سبأ:آیت/13.

﴾[282](ان سے کہو ''ہمیں ہر گز کوئی (برائی یا بھلائی) نہیں پہنچتی مگر وہ جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے اللہ ہی ہمارا مولیٰ ہے، اور اہل ایمان کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے'').

5- لمبی امیدوں کی حقیقت مجھے معلوم ہوگئی کہ کس طرح پلک جھپکنے میں حالات تبدیل ہو جاتے ہیں، کس طرح صحت وعافیت میں زندگی گزار رہا انسان پلک جھپکنے میں اس قدر خطرناک بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے.

6- میں ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ کے معنی پر غور وفکر کرنے لگی اور مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ سبحانہ وتعالی ہی اکیلا شفا عطا کرنے والا ہے، اور زمین اور آسمان میں کوئی چیز اس کو عاجز کرنے والی نہیں.

7- انسان کیلئے اس کے گھر والے کتنی بڑی نعمت ہیں- خاص طور سے پریشانی کے وقت- اس کا احساس مجھے ہوا، کتنا اچھا لگتا تھا جب میرے چاہنے والے میری دیکھ بھال کرتے ہوئے اور میرے لئے دعا کرتے ہوئے میرے اطراف ہوتے تھے، اللہ سے میں نے دعا کی کہ اللہ ان کی حفاظت فرمائے اور صحت وعافیت کی نعمت ان پر ہمیشہ برقرار رکھے.

8- مجھے اس بات کا پتہ چل گیا کہ پریشانی سے دوچار شخص بھی کس طرح ہنستے کھیلتے اپنی زندگی گزار سکتا ہے جب وہ اللہ کی تقدیر اور اس کے فیصلے پر راضی ہو جائے.

9- مجھے یہ معلوم ہوا کہ بہت سارے دلوں میں میرے لئے جگہ ہے، اسی وجہ سے انہوں نے میرے لئے اخلاص کے ساتھ رب کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے، ان کی محبت اور دعا میرے لئے مرہم بن گئی، اور مرض پر غالب آنے میں ان کی محبت کا بڑا دخل رہا.

---

[282] سورۃ توبہ: آیت/51.

10- مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ آزمائش بھی اطاعت کی جانب بڑھنے کا ایک ذریعہ ہے، اور اللہ سے تقرب کا سلسلہ مصیبتوں کے ختم ہونے پر ختم نہیں ہو جاتا، لہذا مصیبت آزمائش سے قبل رب کی نوازش ہے.

11- اسلامی اخوت اور بھائی چارگی کا حقیقی معنی مجھے معلوم ہوا، ہر ایک میری خاطر حتی المقدور کوشش کرتا، میری طبیعت دریافت کرتا، میرے لئے دعا کرتا، اپنے طور سے ہر ممکن کوشش کرتا کہ میرے لئے کوئی ایسا کام کرے جس سے مجھے افاقہ نصیب ہو، لہذا کوئی دعاؤں کی کتاب اٹھالاتا، کوئی میری خاطر صدقہ وخیرات کرتا، کوئی دیسی طریقہ علاج بتلاتا، اور کوئی مبارک پانی یعنی زمزم لے آتا، اس عظیم نعمت پر میں اللہ کا شکر ادا کی، اور اللہ سے ان کے حق میں دعا کی کہ اللہ ان کو بھلائی کے کاموں میں سبقت لے جانے والا بنادے.

12- مجھ پر یہ حقیقت عیاں ہو گئی کہ آزمائش اللہ کی نعمت اور بندے سے اس کی محبت کی دلیل ہے، لہذا میں آزمائش پر راضی ہو گئی اور تکلیف پر اللہ کا شکر ادا کی.

13- حدیث مبارکہ (اپنے بیماروں کا علاج صدقہ کے ذریعہ کرو)[283]، کا معنی سمجھ میں آیا، اور اس کا اثر مجھے دوا اور شفا دونوں میں نظر آیا.

14- بیماری پر میں اللہ کی تعریف بیان کی، اس سے مجھے اپنے نفس کی اصلاح کا موقع ملا، تجدید توبہ اور انابت الی اللہ کی توفیق ملی، صحت کے ایام کو غنیمت جاننے کا احساس ہوا، اور عمل صالح کے ذریعہ رب کا رب کا تقرب حاصل کرنے کا موقع ملا.

15- ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ وصیت کی اس کی حقیقت کا پتہ چلا: (تم اللہ کو یاد رکھو، اللہ تم کو یاد رکھے گا، تم اللہ کو یاد رکھو تم اس کو اپنے سامنے پاؤگے، آسودگی کے وقت رب کو یاد رکھو تنگی کے وقت وہ تم کو یاد رکھے، یہ یاد رکھو کہ

---

(283) المعجم الکبیر از طبرانی، حدیث نمبر (10196)، المعجم الاوسط، حدیث نمبر (1963).

جو تم کو لاحق ہوا ہے وہ تم سے چوک نہیں سکتا تھا، اور جو تم کو لاحق نہیں ہوا ہے وہ کسی صورت تم کو لاحق نہیں ہو سکتا تھا،... یہ یاد رکھو کہ صبر کے ساتھ نصرت ہے، مصیبت کے ساتھ کشادگی اور مشکل کے ساتھ آسانی ہے)[284].

16- اللہ کے کرم اور اس کی عظیم رحمت کا احساس ہوا، اس نے مجھ پر خوب کرم کیا اور میں پوری زندگی اس کی نوازشوں میں رہی، اس نے مجھے شفا عطا کی، اور میں اپنی نارمل زندگی کی طرف لوٹ آئی، یہ اللہ کا فضل و کرم ہے اس پر میں اس کا شکر ادا کرتی ہوں.

دوسرے بھی اپنے تجربات نقل کریں:

یہ میرا تجربہ تھا جو میں نے اس کتاب میں نقل کیا ہے، اور اوپر جس تجربہ کا ذکر ہوا ہے وہ محترمہ می الفارس کا ہے، مجھے ان کے تجربہ سے استفادہ کرنے میں کوئی تردد نہیں ہے، اسی لئے میں نے ان کے کتابچہ کی فہرست اور اس کا آخری مضمون بھی آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے، ان دو تجربات سے آگے بڑھتے ہوئے میں ان تمام حضرات سے اپیل کرتا ہوں جو اس قسم کے مرض، علاج اور پیاروں کی وفات سے دوچار ہوئے ہیں کہ وہ اپنے تجربات بھی نقل کریں تاکہ لوگ فائدہ اٹھا سکیں، ہو سکتا ہے کہ ان میں بعض چیزیں مشترک ہو جائیں، لیکن ہر ایک کی تفصیل الگ الگ ضرور ہو گی، کیونکہ یہ ہر انسان کی طبیعت، اس کا علم، اس کی فکر کا زاویہ اور اس کے تجربات سب الگ ہوتے ہیں. بس اس کیلئے ادبی مہارت اور سیال قلم کی ضرورت ہے، نہ اس میں شرعی معلومات کی ضرورت ہے نہ ہی طبّی، بلکہ اپنے تجربات کو بہترین قالب میں پیش کرنے کی مہارت درکار ہے.

اللہ سب کو توفیق دے، جو بھی اس سلسلے میں اپنے تجربات نقل کرنا چاہتے ہیں ہم ان کے تعاون کیلئے مکمل تیار ہیں، اللہ ہی بھلائی کی توفیق دینے والا اور سیدھے راستے پر چلانے والا ہے.

---

[284] الدعاء از طبرانی، حدیث نمبر (41).

خاتمہ

ہر ابتداء سے پہلے اور اختتام سے قبل،

ہم یہ بتلاتے چلیں کہ پیارے عبداللہ کے ساتھ بیت الحمد کے اس سفر کا یہ وقتی طور پر اختتام ہے، ورنہ حقیقت میں تو یہ ان شاءاللہ اس بیت الحمد کے سفر کی ابتداء ہے جس کا وعدہ رب نے ہر اس شخص سے کیا ہے جس کی اولاد وفات پائے اور وہ اس پر صبر کرتے ہوئے رب کا شکر بجالائے اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھے. جس کا ذکر ہم نے اس کتاب میں شرعی نصوص کے حوالے سے کیا ہے.

میں نے تمام باتیں دلائل کی روشنی میں کہی ہیں، تاکہ قارئین کرام کو اس کی صحت کا اندازہ ہو جائے اور ان کا دل مطمئن ہو جائے، اور ان باتوں کا میں نے ذکر کیا ہے جن کا ایک مریض اور اس کے گھر والوں کو جاننا ضروری ہے، اور ان باتوں کا بھی ذکر اس میں موجود ہے جن کا جاننا وفات پانے والوں کے احباب کیلئے ضروری ہے.

یہ میرا ادنی سا تجربہ ہے جو میں نے دوسروں کے افادے کی خاطر پیش کرنے کی کوشش کی ہے، ممکن ہے کوئی ضرورت منداس سے دنیوی یا اخروی فائدہ اٹھالے، میرا یہ دعوی نہیں ہے کہ میں ان سے زیادہ جاننے والا ہوں بلکہ میں اپنے آپ کو علم و معرفت میں ان سے ادنی ہی محسوس کرتا ہوں، حکمت و دانائی ایک مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں کہیں بھی مل جائے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے، اگر کوئی ایک فرد بھی اس سے فائدہ اٹھالے، یا نصیحت حاصل کرلے تو میرے اجر وثواب کیلئے بس اتنا ہی کافی ہے، اور مجھے یقین ہے کہ میں بھی اس کے ثواب میں شریک رہوں گا جو اس سے فائدہ اٹھائے گا، مگر اس سے فائدہ اٹھانے والے کے اجر وثواب میں کمی نہیں آئے گی، اللہ سے دعا ہے کہ اس کا زیادہ اجر وثواب پیارے عبداللہ کو عطا کرے، کیونکہ وہی اس کتاب کا اصل موضوع ہے، اور اسی کی وجہ سے یہ کتاب لکھی گئی ہے، اور اللہ کے حق میں یہ بات کوئی گراں نہیں ہے.

بہرحال ہر مجتہد کو اس کا بدلہ ملتا ہے، اللہ سے دعا ہے کہ وہ مجھے دوہرا اجر نصیب فرمائے، ایک اجر عمل اور سعی کا اور دوسرا اجر توفیق اور صحیح کلام کا.

اللہ سے یہ بھی دعا ہے کہ اللہ قارئین کرام کو اس سے فائدہ پہونچائے. والحمد للہ رب العالمین.

دل میں آرہی آخری بات

اس خاتمے کے بعد بھی کتاب ختم نہیں ہوتی ہے، اور نہ ہی عبداللہ کے ساتھ بیت الحمد تک کا یہ پیارا سفر مکمل ہوتا ہے، بلکہ جتنا مجھ سے ہو سکا میں نے اس سفر کی تفصیلات اور تجربات بیان کر دیئے ہیں ممکن ہے اس راہ کا کوئی مسافر اس سے فائدہ اٹھالے.

سفر کے اس آخری مرحلے میں بار بار دل میں یہ بات آرہی ہے کہ میں عبداللہ کی روح کا شکریہ ادا کروں، امید ہے وہ اپنی قبر میں سکون اور آرام میں ہو گی:

اے عبداللہ، میں تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں...

تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں تیری وفات کے بعد بھی.

میرے رب کے ذکر میں تو نے مجھے مشغول کر دیا، میرے ایمان اور میرے عقیدے کی نعمت کا اندازہ تو نے مجھے دلا دیا، اور تو نے اپنے اچھے اخلاق کے ذریعہ مجھے ایسی کتاب لکھنے پر مجبور کر دیا جو دوسروں کیلئے فائدہ مند ہو، اور الحمد للہ میں نے اس میں وہ تمام امور یکجا کر دیئے ہیں جو میرے ناقص علم کے مطابق کسی ایک کتاب میں یکجا نہیں ملتے.

اے میرے پیارے عبداللہ تیرا شکریہ... میرے لئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ تو نے اپنی وفات کے بعد میرے لئے رونے کو آسان کر دیا، اور مجھے یہ محسوس ہونے لگا کہ اب آنسو پہلے سے زیادہ میرے رفیق بن گئے ہیں.

اے میرے پیارے، میں تجھ کو الوداع ہر گز نہیں کہوں گا..

بلکہ کہتا ہوں: پھر ملاقات ہو گی

ان شاءاللہ بیت الحمد کی پیاری محفل میں.

اور یہ اللہ کیلئے کوئی مشکل کام نہیں ہے.

کیا سفر کی منزلیں مکمل ہو گئیں

دوسرے الفاظ میں: کیا کتاب کے مضامین ختم ہو گئے؟

اس کا جواب کتاب ہی کی زبانی واضح ہے، مختصرا یہ ہے کہ یہ وہ خیالات ہیں جو دل سے نکلے ہیں،اور وہ حقائق اور تجربات ہیں جو میں نے ان حالات سے دوچار ہونے والوں کیلئے نقل کئے ہیں،غالبا یہ تین قسم کے لوگ ہیں:

مریض.

مریض کے گھر والے.

میت کے گھر والے.

عمومی طور پر فائدہ اٹھانے والوں میں اور تین قسم کا اضافہ کیا جاسکتا ہے:

1- وہ ہوشیار اور سمجھدار شخص جو دوسروں کے تجربات سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے.

2- وہ داعی جو دعوتی کام کیلئے اپنے علم میں اضافہ کرنا چاہتا ہے.

3- وہ لوگ جن کا تعامل عمومی طور پر مریض یا میت کے ساتھ ہوتا ہے. مثلا ڈاکٹر وغیرہ.

اسی لئے یہ طبعی بات ہے کہ اس کتاب کی طباعت کے بعد بھی ایسے افکار اور خیالات دل میں آئیں جن کا یہاں ذکر کرنا مناسب ہے، لیکن ان کی خاطر کتاب کی طباعت کو مؤخر کرنا درست نہیں، کیونکہ اہم اور ضروری مسائل اور مضامین بحمد اللہ اس کتاب میں ذکر کئے جا چکے ہیں.

لہذااس کتاب کی حالیہ شکل میں طباعت وقت کی ضرورت تھی، کسی ایک شخص کو بھی اگراس سے فائدہ ہوتا ہے یا کوئی ایک شخص بھی نصیحت حاصل کرتا ہے تو بس کافی ہے. توفیق تو بس اللہ کے ہاتھ میں ہے.

والحمدللہ رب العالمین.

تصاویر کہاں ہیں؟

ہو سکتا ہے قارئین کرام یہ سوال کریں کہ مرحوم عبداللہ کی تصاویر کہاں ہیں؟ جب کتاب اس کی خاطر لکھی گئی ہے تو اس کی تصاویر اس میں کیوں درج نہیں ہیں؟

یا عام سی بات ہے کہ جب کسی شخصیت کو موضوع بنا کر کتاب لکھی جاتی ہے تو اس میں اس کی تصاویر کا ایک خاص خانہ ہوتا ہے، جس میں اس کی بچپن سے لے کر آخری مرحلے تک کی ممکنہ تصاویر چسپاں ہوتی ہیں، لیکن میں نے اس کتاب میں مرحوم عبداللہ (ان شاءاللہ) کی تصاویر کا خانہ نہیں بنایا ہے جس میں اس کی تصاویر ہوں، بلکہ موضوع کی ترجمانی کیلئے کتاب کے غلاف پر موجود بس ایک ہی تصویر پر اکتفا کیا ہے، اور اس کے کئی اسباب ہیں:

- تصاویر اس کی شخصی اور عائلی ہیں.
- اس سفر کی آخری منزل یعنی (بیت الحمد) پر توجہ مرکوز رہے.
- عمومی استفادے سے خاص سبب نہیں روکتا، لہذا میں نے عمومی استفادے کو ذہن میں رکھ کر اس کتاب کو ترتیب دیا ہے تاکہ مجھ جیسے حالات سے دوچار کوئی فائدہ اٹھالے.
- جب کوئی اس کتاب کو پڑھے تو اسے یہ نہ لگے کہ وہ کسی شخصیت کی حالات زندگی پڑھ رہا ہے، بلکہ اس کی نظر ان مضامین پر ہو جس سے اس کو فائدہ ہو.
- اخیر میں یہ بھی بتلاتا چلوں کہ میں نے عبداللہ کی والدہ اور اس کی بہنوں کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے بھی اس کی تصاویر یہاں پر چسپاں نہیں کیا ہے.

کتاب کی انفرادی خصوصیات

اس کتاب کی لغوی اعتبار سے نظر ثانی کرنے والے ڈاکٹر احمد سید احمد کے قلم سے اس کتاب کی جن خصوصیات کا ذکر ہوا ہے اس کا میں یہاں تذکرہ کر رہا ہوں.

ڈاکٹر احمد سید احمد کہتے ہیں:

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی سیدی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ ومن والاہ، وبعد:

میں نے جب اس کتاب کو مکمل پڑھا تو مجھے اس میں بہت ساری خوبیاں نظر آئیں، اللہ اس کتاب کے مؤلف اور اس کتاب کی تالیف کا سبب بننے والے پر رحم فرمائے، میں ان چند خوبیوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں تاکہ دوسرے اس سے فائدہ اٹھا سکیں:

اس کتاب کی عبارت نہایت ہی سلیس اور واضح ہے اور الفاظ بالکل آسان، کوئی غیر مانوس اور مخفی دلالت عبارت اس میں نہیں ہے.

الگ الگ موضوعات اور متعدد مقاصد پر مبنی یہ کتاب ہے، اس میں تکلیف اور مصائب کا ذکر بھی ہے اور تسلی کے کلمات بھی، تکلیف سے دوچار اور اولاد کی جدائی کا غم برداشت کرنے والے انسان کا تذکرہ بھی ہے اور صبر واستقامت کی تعلیم بھی، غم کے آنسو بھی اس میں شامل ہیں اور نصیحت وعبرت کے مضامین بھی. ساتھ ہی ساتھ بیت الحمد کی بشارت اور اس گھر کے وارثین کا ذکر بھی اس میں موجود ہے.

اس کتاب میں مؤلف نے اپنا ذاتی تجربہ پیش کیا ہے، یہ اس گھرانے کی تصویر ہے جس پر خود یہ حالات گزرے ہیں، اس کتاب میں آپ کو اپنے بیٹے کی وفات پر مؤلف کو لاحق ہونے والا غم بھی نظر آئے گا اور جنت میں بیت الحمد کے حصول کی خواہش بھی، جس کا رب نے ان سے وعدہ کیا ہے جو

زندگی میں اپنی اولاد کی جدائی کا غم اٹھاتے اور رب کی رضا کی خاطر صبر کرتے ہیں اور إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھتے ہیں.

اس کتاب میں ان لوگوں سے خطاب ہے جن کو اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے، اور وہ ہیں آزمائش اور تکالیف سے دوچار ہونے والے، چاہے اس آزمائش کا تعلق ان کی اپنی ذات سے ہو یا ان کے گھر والوں کی. لہذا یہ کتاب ان دلوں کیلئے مرہم ہے جسے رنج والم نے پریشان کرر کھا ہے، اور یہ ان کیلئے ایک امید کی کرن ہے جو اپنے پیاروں کی جدائی پر ان کی دوبارہ ملاقات سے مایوس ہو جاتے ہیں، اسے دل نے اپنے آنسوؤں سے لکھا ہے.

اس کتاب میں اس مریض کا تذکرہ بھی ہے جسے خطرناک اور جان لیوا بیماری نے آگھیرا، اور اسے یہ یقین ہو گیا کہ وہ عنقریب اس دنیا سے رخصت ہونے والا ہے، مگر اس نے بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا، بلکہ خوشی خوشی رب کے ہر فیصلے کو قبول کیا، مسکراہٹ نے اس کا ساتھ نہیں چھوڑا گویا وہ زبان حال سے یہ کہہ رہا ہو: اے میرے پیارو تسلی رکھو، رب نے چاہا تو بیت الحمد میں ضرور ملاقات ہو گی.

اس کتاب میں جن باتوں کا ذکر ہے انکا شرعی حکم بھی اس میں موجود ہے اور مؤلف کا ذاتی تجربہ بھی، جیسے: مصیبت، اس پر صبر اور اللہ سے راضی رہنا، اور نوحہ کرنے اور دھاڑیں مار مار کر رونے کی ممانعت، گویا اس میں یہ بتلایا جارہا ہے کہ مصیبت چاہے کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو اس پر صبر کیا جاسکتا ہے، اور کسی کی جدائی کتنی ہی رنجیدہ کیوں نہ ہو رب کے وعدے پر یقین رکھتے ہوئے دل کو مطمئن کیا جاسکتا ہے، اس سلسلے میں مؤلف نے اپنے ذاتی تجربات نقل کئے ہیں، اور اس سے انہوں نے کیا سیکھا ہے اس کا بھی ذکر کیا ہے، مثال کے طور پر دیکھیں مضمون: (بیت الحمد کے سفر نے مجھے سکھلایا).

اس کتاب میں بیت الحمد کی نعمتوں کا تذکرہ ہے، اسی طرح بیماری، موت، دعائیں اور شرعی دَم کا اسلامی فلسفہ بھی اس کتاب میں پیش کیا گیا ہے.

اس کتاب میں مسلمانوں کے عروج کا بھی ذکر ہے اور مؤلف نے یہ بتلانے کی کوشش کی ہے اسلامی دور میں دواخانوں کا کیا نظم و نسق تھا، اور مریضوں کو کیا سہولیات حاصل تھیں، ساتھ ہی یہ بھی واضح کیا کہ اس وقت یورپ کس قدر اندھیرے میں تھا، لیکن افسوس کہ اس وقت یورپ اس میدان میں ترقی پر ہے اور ہم پچھڑے ہوئے ہیں.

اس کتاب میں اس سوال کا بھی جواب دیا گیا ہے جو عام طور پر ان لوگوں کی جانب سے پوچھا جاتا ہے جن کی اولاد فوت ہو جاتی ہے کہ کیا ان کے ثواب کو باقی رکھنے کیلئے والدین کیلئے کوئی صورت ہے یا نہیں، جس کا ذکر اس عنوان کے تحت کیا گیا ہے: (یا نیک والد جو اس کے حق میں دعا کرے).

لوگوں کے اس غلط اور فرسودہ نظریے کو بھی درست کیا جو جانے یا انجانے میں ان کے دلوں میں بیٹھ گیا ہے کہ مال و جائیداد کی فراوانی کا نام ہی مالداری ہے، لہذا مؤلف نے یہ واضح کیا کہ حقیقی مالداری تو لوگوں کی محبت ہے جو کہ رب کی محبت کا پیش خیمہ ہوتی ہے، جیسا کہ مشہور حدیث میں آیا ہے، اور آپ نے اس محبت کی صورتوں کا بھی تذکرہ کیا.

بہت ساری باغیرت مسلمان اور مومن خواتین کے دل کو تسلی دی اور ان کے اس سوال کا جواب دیا جو عموما ان کی جانب سے پوچھا جاتا ہے، کئی مرتبہ یہ سوال تو مجھ سے بھی پوچھا گیا: یہ حوریں کون ہیں؟ کیا ان کے اور ہمارے درمیان کوئی غیرت ہوگی؟ مؤلف نے اس کتاب میں دلائل کی روشنی میں یہ واضح کیا کہ جنت میں کسی سے غیرت نہیں ہوگی، اور یہ بھی بتلایا کہ جنت میں داخل ہونے والی مومن عورتیں حوروں سے بھی زیادہ خوبصورت، افضل اور بلند مقام والی ہوں گی.

مؤلف نے والدین کو یہ دعوت دی کہ وہ اپنی اولاد پر نظر رکھیں، ان سے مل جل کر رہیں، اور ان میں چھپی صلاحیتوں کو جاننے کی کوشش کریں.

یہ کتاب صحتمند حضرات کیلئے بھی نصیحت ہے کہ وہ رب کی ان نعمتوں کا ہمیشہ شکر ادا کرتے رہیں جن سے وہ دن ورات فائدہ اٹھاتے ہیں.

الغرض کتاب میں صبر کرنے، اللہ کی تقدیر اور فیصلے پر راضی رہنے اور اس کے کئے ہوئے وعدوں پر یقین رکھنے کی دعوت دی گئی ہے، لیکن اس مرتبہ یہ دعوت اس شخص کی جانب سے ہے جس کا گزر خود ان تمام حالات سے ہوا ہے.

کتاب کے بعض موضوعات ان لوگوں سے آگاہ کرنے کیلئے ہیں جو خرافات، جادو یا غلط جھاڑ پھونک کی طرف بلانے والے ہیں،اور اس چیز کی دعوت دی گئی کہ مسلمان شرعی علم حاصل کرے تاکہ فتنہ وفساد اور شیطانی وسوسوں سے بچ سکے.

مؤلف نے اس کتاب میں فقہی مباحث کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے بلکہ کئی فقہی مسائل دلائل کی روشنی میں بیان کئے ہیں، جن میں سے چند مسائل آپ کو ان عناوین کے تحت مل جائیں گے: کینسر کی وجہ سے مرنے والا شہید ہے، دماغی طور پر فوت شدہ شخص سے آلۂ تنفس ہٹانے کا شرعی حکم، نیک اعمال کا ثواب میت کو ہدیہ کرنے کا شرعی حکم وغیرہ.

خلاصہ کلام کے طور پر ہم یہی کہیں گے کہ مؤلف نے اس موضوع پر بہت حد تک ان امور کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے جو قارئین کرام کیلئے مفید ہوں.

اخیر میں خلوص دل کے ساتھ رب سے میری یہ دعا ہے کہ وہ ہمارے پیارے عبداللہ پر رحم کرے، اور اسے جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے، ساتھ ہی اس کے گھر والوں، رشتے داروں اور چاہنے والوں کے دل کو تسلی عطا کرے اور ان کو عبداللہ کے ساتھ بیت الحمد میں اکٹھا بھی فرمادے.

الحمد للہ کتاب مکمل ہو چکی

یہ کتاب ہم سے قبل ان شاء اللہ (بیت الحمد) پہونچنے والے عبد اللہ کی وفات کے عین ایک سال بعد مکمل ہوئی، اللہ اس پر رحم کرے.

اس کتاب سے فائدہ اٹھانے والے

۱- مریض، اس کے گھر والے اور اس کے ساتھ رہنے والے.

۲- بیماری کا علاج کرنے والے.

۳- اپنے بیٹوں اور چہیتوں کی وفات کا غم برداشت کرنے والے.

۴- علاج کیلئے کویت آنے والے یا کویت سے باہر جانے والے، خاص طور پر امریکہ کا رخ کرنے والے.

۵- وہ صحتمند حضرات جو اس مرض کے اور علاج کے متعلق جاننا چاہتے ہیں، اور وہ حضرات بھی جو اپنے بیٹوں اور پیاروں کی وفات کا غم اور اس کے احکام جاننا چاہتے ہیں.

کتاب کیوں

کتاب اس یقین کے ساتھ لکھی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زبانی جو وعدہ رب العزت نے کیا ہے ان شاءاللہ وہ ضرور پورا ہوگا، جس کا تذکرہ ہم نے اپنی اس کتاب میں کیا ہے کہ جو اپنی اولاد کی وفات پر صبر کرتے ہوئے اللہ کی حمد بیان کرتا ہے اور (انا للہ وانا الیہ راجعون) پڑھتا ہے، اس کیلئے رب اپنے فرشتوں کو حکم دیتا کہ جنت میں (بیت الحمد) نامی ایک گھر اس کیلئے تعمیر کیا جائے.

کتاب وسنت کی روشنی میں یہ ایک مبارک سفر ہے، جس میں ہم نے مرض، علاج اور وفات سے متعلق اپنے تجربات کو افادۂ عامہ کی خاطر پیش کرنے کی کوشش کی ہے.

میں روزنامہ القبس میں اس عنوان کے تحت ''بیت الحمد تک عبداللہ کے ساتھ میرا سفر'' اپنے تجربات لکھا کرتا تھا، جس کو قارئین نے بیحد پسند کیا، اور ان کی ہمت افزائی نے مجھے ان مقالات کو کتابی شکل میں پیش کرنے پر آمادہ کیا، روزنامہ میں لکھے گئے مقالات ہی اس کتاب کی اصل ہیں.